ترا یک نکتۂ سربستہ گویم
اگر درسِ حیات از من بگیری
بمیری گر بہ تن جانے نداری
وگر جانے بہ تن داری نمیری

درسِ حیات

از

محمد اکبر مراد پوری۔ بی۔ اے۔ بی۔ ٹی
ہیڈ ماسٹر اسلامیہ ہائی سکول دسوہہ ضلع لائل پور

مبشر عطر چند کپور اینڈ سنز بک سیلرز انار کلی لاہور
نے اپنے مطبع کپور آرٹ پرنٹنگ ورکس لاہور میں باہتمام لالہ گوراندتہ مل منیجر چھپایا

"...... ہمارے نزدیک آج ہندوستان کے حقیقی محسن وہ ہیں جو اس قسم کی حیات افروز اور رفعت آموز کتابیں لکھیں جیسی درسِ حیات ہے، اس کتاب میں ان مختلف عنوانات پر نہایت متانت سے بحث کی گئی ہے، مقصدِ حیات، مشکلات کا مقابلہ، مصائب کے فوائد، کیرکٹر، خودداری، جدّوجہد، کتب بینی، وقت کا استعمال، زر کا استعمال، تربیت جسم، نصب العین، خوشی، مطالعہ، عادات و خصائل، گفتگو، فراست، خود ضبطی دوستی، جابجا مشاہیر عالم کے اقوال کے اقتباس، تاریخی شواہد، اور فلسفیانہ دلائل سے کام لیا گیا ہے۔ زبان عمدہ ہے، خیالات عالی ہیں ...... ہمارے نزدیک ملک کے ہر نوجوان کو یہ کتاب پڑھنی چاہیئے اور ملک کی تمام سرکاری اور غیر سرکاری درسگاہوں میں بطور نصاب ضمنی پڑھائی جانی چاہیئے۔ **زمیندار** ۱۶ مارچ ۱۹۲۵ء

"...... ہم شری بیت محمد اکبر صاحب مرادپوری کو مبارکباد دیتے ہیں، کہ آپ نے **درس حیات** لکھ کر قوم کے سامنے حیات کا وہ سبق پیش کیا ہے، جس کی اس کو اس وقت سخت ضرورت ہے، . اس میں زندگی کے اہم ترین پہلوؤں پر نہایت سنجیدہ اور قیمتی بحث و تمحیص کی گئی ہے۔ اور مشاہیر عالم کی زندگی کی تماثیل سے بتایا ہے کہ انسان پر دنیا میں پیدا ہونے سے کون سے فرائض لازم آتے ہیں، اور

گئے ہیں۔ ملک کے نوجوانوں کے لئے اس کا مطالعہ نہایت ضروری ہے۔"

ہمایوں ماہ اپریل ۱۹۲۵ء

"فاضل مصنف نے یہ کتاب لکھ کر اردو زبان کی ایک بہت بڑی کمی کو پورا کیا ہے۔ اردو میں اس وقت تک کوئی ایسی کتاب نہیں لکھی گئی تھی جس کا مقصد نوجوانوں کو ترقی کے لئے ابھارنا ہو۔ اور جوان میں ایسے عزم و استقلال کی رُوح پھونک دے۔ کہ مشکلات ان کی نگاہوں میں مشکلات نہ رہیں۔ بلکہ ہر ایک ناہموار راستے کو بام ترقی کا زینہ سمجھنے لگیں۔ ..."

وکیل ۲۵ فروری ۱۹۲۵ء

"... اردو زبان میں ایسی کتابوں کی سخت ضرورت تھی شکر ہے کہ جناب محمد اکبر صاحب نے نہایت محنت اور قابلیت کے ساتھ اس کتاب کو شائع کیا جس کے لئے ہندوستان بھر کی اردو دان پبلک ان کی مشکور ہونی چاہئے۔ کتاب کیا ہے۔ ایک ناصح خشک نہیں۔ بلکہ پیر دانا کی بیش بہا پند و نصائح اس خوش اسلوبی اور نئے انداز میں پیش کئے گئے ہیں۔ کہ ان لوگوں کو بھی اس کتاب میں کافی مصالح مل سکتا ہے جو اب تک صرف ناولوں کے شیدائی رہ کر اپنا مذاق سلیم اور قیمتی وقت برباد کر چکے ہوں۔ جا بجا ایشیا اور یورپ کے علماء، شعراء، اور فلاسفروں کے زرّیں اقوال سے ہر ایک باب کو مزین کیا گیا ہے۔"

الکلام بنگلور ۱۰ مئی ۱۹۲۵ء

"یہ مفید اور نافع تصنیف ہے، اور آپ نے زبان اردو میں ایک عمدہ کتاب کا اضافہ کیا ہے، اس کا مطالعہ نوجوانوں کے لئے خیر و برکت کا باعث ہوگا ... اور یہ ان کے لئے اچھے اتالیق

کا کام دیگی، . . . . . . (ڈاکٹر) محمد شفیع صاحب

پرنسپل اورینٹیل کالج لاہور

. . . . . . (یہ) نہایت نفیس کتاب ہے، اور اس موضوع پر اپنی نظیر آپ ہے، سلاست زبان، ندرت بیان، بلند پایہ ادبا، اور شعراء کے اقتباسات نے کتاب کو نہایت دلکش بنا دیا ہے . . . .

مجھے امید ہے درس حیات اردو علم ادب کی نہایت ممتاز کتابوں میں جگہ حاصل کریگی *

چوہدری علی محمد صاحب بی - اے - بی ٹی

ہیڈماسٹر اسلامیہ ہائی سکول جالندھر شہر

دیباچہ

یہ امر مسلمہ ہے۔کہ ملک و قوم کی ترقی نوجوانوں کی ترقی پر منحصر ہے
اس وقت تمام بہی خواہان ملک اس بات پر متفق ہیں۔کہ ہندوستان
کے نوجوانوں میں ابھی تک یہ احساس پیدا نہیں ہوا۔کہ وہ اپنے لئے
کوئی اعلےٰ نصب العین مقرر کرکے اپنی خداداد لیاقتوں سے مستفید
ہوکر کسی عمدہ اور نیک کام کرنے کے لئے کمربستہ ہوجائیں +

ان ہستیوں کے سوانح جنہوں نے کسی قسم کی ترقی کی ہے۔اس
بات پر شاہد ہیں کہ اوّلاً ان میں یہ احساس پیدا ہوا۔کہ وہ اعلےٰ و ارفع کام
کے لئے پیدا ہوئے ہیں۔یہ احساس پیدا کرنے کے لئے ضروری ہے۔
کہ ایسی کتابیں لکھی جائیں۔جو نوجوانوں کی رہنما ہوں۔اور ان میں
ترقی کے جذبات بر انگیختہ کریں۔انگریزی زبان ایسی کتب سے مالامال
ہے۔یہی وجہ ہے۔کہ انگلستان اور امریکہ کے نوجوان شروع ہی سے اپنے
لئے اعلےٰ نصب العین مقرر کرلیتے ہیں۔اور اپنی راہنمائی کے لئے ان کتب
سے استفادہ کرتے ہیں۔انہی ممالک نے ہزاروں ایسے مدبر۔مقرر اور
سائنسدان پیدا کئے ہیں۔جن کی نظیر ملنی مشکل ہے +

اس کے برعکس ابھی تک اردو زبان میں کوئی ایسی کتاب نہیں لکھی
گئی۔جس کا مقصد صرف یہ ہو۔کہ وہ نوجوانوں کو ترقی کرنے کے لئے
ابھارے۔ان میں ایسی روح پھونک دے۔کہ وہ مشکلات کو
مشکلات نہ سمجھیں۔بلکہ ان کو اپنے لئے زینۂ ترقی بنالیں۔
ان کو اعلےٰ کیرکٹر پیدا کرنے کی ترغیب دے۔ان کے دلوں میں
طرح طرح کی امنگیں اور ولولے پیدا کرکے جوش دلائے۔کہ وہ
ہمت و استقلال۔حزم و انضباط سے ان امنگوں کو پورا کریں۔

ان کی راہنمائی کے لئے زندگی کا اعلےٰ نصب العین مقرر کر کے ان میں خودداری و حمیت پیدا کرے۔"

اگر بنظر عمق دیکھا جائے تو یہ افسوسناک حقیقت آشکارا ہو جائیگی کہ ہمارے ملک کے نوجوان طالب علم شتر بے مہار کی طرح منہ اٹھائے جا رہے ہیں۔ نہ منزل مقصود کا پتہ ہے۔ نہ اس کی تلاش۔ نہ شاہراہ منزل پر قدم۔ وہ عام طور پر توکل کر قسمت پر ڈوری چھوڑ ہاتھ پاؤں توڑ بیٹھ رہتے ہیں۔ اور توقع یہ کرتے ہیں۔ کہ جو کام وہ کرنا چاہتے ہیں۔ اس کو خود بخود کوئی غیر مرئی طاقت ان کے لئے سر انجام دے دیگی۔ وہ یہ نہیں سوچتے۔ کہ اگر وہ اس بات کے منتظر رہیں۔ کہ خدا ان کو روٹی کے بغیر سیر کر دیگا۔ یا روٹی کو یہ قوت دیدیگا۔ کہ وہ ان تک چلی آئے۔ یا کوئی فرشتہ مقرر کر دیگا۔ کہ روٹی کو چبا کر ان کے معدے میں ڈال دے۔ تو انہوں نے خدا کی عادت کو بالکل نہیں پہچانا۔"

جب حالت ایسی ناگفتہ بہ ہو۔ تو چاہئے تھا۔ کہ نوجوانوں کی رہنمائی کے لئے کتابیں لکھی جاتیں۔ مگر کسی نہ کسی وجہ سے اہل قلم کی توجہ اس طرف منعطف نہیں ہوئی۔ یہ سچ ہے۔ کہ کئی ایک کتابیں اخلاق اور فلسفہ اخلاق پر موجود ہیں۔ مگر ان کا مقصد بالکل الگ ہے۔ وہ صرف نظریات پر اکتفا کرتی ہیں۔ اور مثال کے مؤثر طریق کو نظر انداز کر جاتی ہیں۔ "درس حیات" میں اس طریق کو خاص اہمیت دی گئی ہے۔ اور مشاہیر کی سوانح عمریوں سے نوجوانوں کے جذبات و حسیات ابھارنے کی کوشش کی گئی ہے۔ بے شبہ مشاہیر کی سوانح عمری اندھیرے میں مشعل ہدایت بن کر چمکتی ہے۔ تجربہ شاہد ہے۔ کہ کوئی پند و نصیحت اتنی موثر نہیں ہوتی۔ جتنی بڑے آدمی کی مثال۔ اس طریق سے ہم اس چیز کو عین اپنی آنکھوں کے سامنے عملی جامہ پہنے دیکھتے ہیں۔ جس کا ہمیں وہم و گمان بھی

نہیں ہو سکتا - اور یہ مثال سمندر کے پانی کی آواز سے بلند تر آواز
میں کہہ رہی ہوتی ہے - جا تو بھی اسی طرح کر - "درس حیات" اسی
مقصد کو مد نظر رکھ کر لکھی گئی ہے - اگر حضرات اہل قلم کی توجہ
اس ضروری مضمون کی طرف مبذول ہو گئی - اور اگر یہ کتاب اسی
قسم کی اور کتابیں لکھے جانے کی محرک ہوئی - تو جو کاوش اس کی
اس کی تالیف میں کی گئی ہے - وہ رائیگاں نہ جائیگی +

یہ کتاب جن خیالات پر مبنی ہے - اگرچہ وہ اچھوتے نہیں - اور ان
میں سے کسی قسم کی جدت کا دعوی نہیں کیا جا سکتا - تاہم اردو
زبان میں یہ پہلی کتاب ہے - جو اس موضوع پر لکھی گئی ہے - اس میں
یہ کوشش کی گئی ہے - کہ انگریزی کے بہترین دماغوں سے جو خیالات
نکلے ہیں - ان کی اپنے ہموطن نوجوانوں کے حالات کے موافق تطبیق
کر کے ان کو مستفید کیا جائے +

ان کتب سے استفادہ کیا گیا ہے :-

1 - Architects of Fate	6 - مشاہیر یونان و روما
2 - The Use of Life	7 - معارف اعظم گڑھ
3 - Peace, Power and Plenty	8 - کانفرنس گزٹ علی گڑھ
4 - Todd's Students Manual	9 - حریت اسلام
5 - تصانیف شبلی	

درس حیات کا دوسرا حصہ مختلف انگریزی کتابوں سے ماخوذ و مترجم ہے
لیکن تطبیق کے طور پر کہیں کہیں تبدیلیاں کی گئی ہیں +

اخیر میں اپنے محترم دوست اور رفیق کار مسٹر احمد الدین صاحب اظہر بی - اے - بی - ٹی
کا شکر گزار ہوں - کہ وہ اپنی قیمتی رائے سے دوران تالیف میں مستفید فرماتے رہے +

محمد اکبر مراد پوری
بی - اے - بی - ٹی - ہیڈ ماسٹر
اسلامیہ ہائی سکول دسوہہ ضلع لائل پور

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پہلا حصّہ

۱۔ مقصدِ حیات

"با سکندر خضر در ظلمات گفت　　مرگ مشکل زندگی مشکل تراست" اقبال

"آدمیت اور شے ہے علم ہے کچھ اور شے
لاکھ طوطے کو پڑھایا پر وہ حیواں ہی رہا" ذوق

"انسان کو جس امر کے سیکھنے کی سب سے زیادہ ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ زندگی کیونکر بسر کرنا چاہیئے۔ زندگی سے بڑھ کر انسان کو کسی اور شے کی فکر نہیں مگر لطف یہ ہے۔ کہ انسان اس میں بے پرواہی بھی اتنی کرتا ہے۔ کہ کسی اور امر میں نہیں کرتا" لارڈ آویری

"کامیابی و مسرت و خوشحالی کا انحصار ہمارے حالات پر نہیں۔ بلکہ ہماری اپنی ذات پر ہے"

"انسان کو ہر پہلو سے اپنے ذات کی نشو و نما کرنا چاہیئے"

"ہر جاہل دو دن ہمت مدکار بن سکتا ہے۔ مگر نیکو کار بننے کے لئے عالی ہمتی درکار ہے"

"قدم در جستجوئے آدمے زن　　خدا ہم در تلاش آدمے ہست" اقبال

"بسکہ دشوار ہے ہر کام کا آساں ہونا　　آدمی کو بھی میسر نہیں انساں ہونا" غالب

ہر نوجوان کا نصب العین یہ ہونا چاہیئے۔ کہ اس کی زندگی کا مقصد مکمل انسان بننا ہے۔ تاکہ وہ زمانہ طالب علمی کے بعد جو درحقیقت عملی زندگی کے لئے تیاری کا زمانہ ہے۔ نیک۔ کامیاب۔ خوشی سے لبریز اور مفید زندگی بسر کر سکے۔ کیونکہ زندگی کے تمام مراحل میں وہ شے جس کے سیکھنے کی سب سے زیادہ ضرورت ہے یہ ہے۔ کہ زندگی کس طرح بسر کرنا چاہیئے۔ اس حقیقت کو بھی فراموش نہ کرنا چاہیئے۔ کہ زندگی کا کامیاب یا ناکامیاب ہونا۔ خوشی یا غم سے لبریز ہونا مفید یا غیر مفید ہونا۔ زیادہ تر انسان کے اپنے ہاتھ میں ہے +

مکمل انسان وہ ہے جس کا جسم تندرست اور مضبوط ہو۔ جس کا دماغ مفید معلومات سے پُر اور ذہین ہو جس کا دل نیکیوں کا خزانہ ہو۔ اور اس قدر صاف ہو کہ اگر اس کو اندر سے نکال کر باہر رکھ دیا جائے۔ تو اس پر بدی کا دھبہ تک نہ ہو ؎

تنے پیدا کن از مشتِ غبارے　　تنے محکم تر از سنگیں حصارے

درونِ او دل درد آشنائے — چو جوئے در کنارے کوہسارے

یہ امر مسلمہ ہے۔کہ جسم کی صحّت کے بغیر آدمی دنیا کی کسی نعمت سے مستفید نہیں ہو سکتا۔کیونکہ تندرستی بذات خود ہزار نعمت ہے۔لیکن یہ کس قدر افسوسناک بات ہے۔کہ ہزارہا ایسے طالب علم ہر سال ہمارے مدرسوں اور کالجوں سے فارغ التعلیم ہو کر نکلتے ہیں۔جن کے چہرے زرد۔آنکھیں ڈوبی ہوئی۔کمر جھکی ہوئی ہوتی ہے جن کے جسم اس قدر لاغر اور نحیف ہوتے ہیں۔کہ زمانے کی سختیاں برداشت کرنے کے مطلق قابل نہیں ہوتے۔وہ شخص جس کے جسم کی پوری پوری نشو و نما نہ ہوئی ہو۔آدمی نہیں۔بونا ہے۔جسم کا اثر دل و دماغ پر بہت عمیق پڑتا ہے۔ایک لاغر۔دائم المریض آدمی سے یہ توقع نہیں ہو سکتی کہ وہ اپنی اور دوسروں کی زندگی کو خوشی سے لبریز کر سکیگا اس کا دل نیکی کے لئے بہت مشکل سے ابھریگا۔برعکس اس کے ایک تندرست آدمی جس طرح خود بھی زندگی کی نعمتوں سے بہرہ اندوز ہوتا ہے۔اسی طرح دوسروں کی زندگی کو بھی مسرت آمیز بنانے میں کوشاں رہیگا۔اس کا دماغ خوب صحت اور صفائی کے ساتھ سوچ سکیگا۔

وہ بیمار آدمی کی طرح چڑچڑا نہیں ہوگا۔ جسم خدا کا مندر ہے
کیونکہ اس میں خدا کی لطیف روح رہتی ہے۔اس مندر کو
نہایت صاف اور پاکیزہ رکھنا چاہیئے۔جس قدر ممکن ہو۔اس کو
عالی شان بنانے کی کوشش کرنا چاہیئے ٭

مکمل انسان کو ایسے دماغ کی ضرورت ہے۔جس میں مفید
مطلب معلومات حاصل کرنے کی اہلیت ہو جو شہد کی مکھی کی
طرح ہر ممکن جگہ سے علم کا شہد اخذ کرکے ہر ضروری موقع
پر اُسے استعمال کرسکے۔دماغ کا محض ہر طرح کی معلومات سے پُر
ہونا اُسی طرح ہے۔جس طرح گدھے پر کتابوں کا بوجھ لدا ہو۔ ع

چار پائے بر و کتابے چند

اس میں نہ تو کتابوں کا مطلب سمجھنے کی قابلیت ہوتی ہے
اور نہ اُن کو استعمال کرنے کی صلاحیت۔طالب علم کو اپنے دماغ کی
اس طرح تربیت کرنا چاہیئے۔کہ وہ ایک وقت میں کسی خاص امر پر
توجہ کو مبذول کرسکے جب وہ کسی مسئلہ پر غور کرے۔تو اُس کی توجہ
اِدھر اُدھر آوارہ نہ گھومتی پھرے۔جس طرح آتشی شیشہ روشنی

کی کرنوں کو ایک نقطہ پر جمع کر کے اُس کو گرما بلکہ جلا دیتا ہے اسی طرح طالب علم ایک مضمون پر توجّہ کو منعطف کر کے اس کے ہر پہلو پر حاوی ہو جائے تعلیم کا ایک اہم مقصد دماغ میں سوچنے اور تدبّر کرنے کا مادہ پیدا کرنا ہے۔ طالب علم کو خوب ذہن نشین کرلینا چاہئے کہ وہ ہر شخص یا ہر کتاب کی رائے کو بغیر سوچے سمجھے صحیح نہ مان لے۔ جو کچھ وہ سنے یا پڑھے اُس پر خوب غور و خوض کر کے کسی خاص نتیجہ تک پہنچے۔ کیونکہ آج تک کوئی شخص محض اندھا دھند تقلید سے معراج ترقی پر نہیں پہنچ سکا +

اعلےٰ دماغ کی ایک اور صفت یہ ہے۔ کہ وہ صحیح فیصلہ کرنے کی استعداد رکھتا ہو۔ اچھی اور بُری کتاب میں تمیز کر سکتا ہو۔ کسی کتاب کے ضروری اور غیر ضروری حصص میں فرق کر سکتا ہو۔ نیک و بد مفید و غیر مفید امور کا آپس میں موازنہ کر کے انسان کو راہ راست پر لا سکتا ہو +

انسانی کمالیت کا سب سے آخری لیکن سب سے ضروری جزو اعلیٰ کیرکٹر ہے۔ زندگی کے ہر شعبہ میں اس کی بڑی مانگ ہے۔ مزدور۔ دوکاندار۔ زمیندار۔ ملازم۔ وکیل۔ ڈاکٹر۔ مدرس۔ یہ سب کے لئے مایۂ ناز

ہے۔ انسان کو اعلےٰ کیرکٹر ہی اِنسان بناتا ہے۔ ورنہ وہ حیوان ہے یا شیطان۔ وہ کیرکٹر جس کی تشکیل زمانۂ طالب علمی میں ہوتی ہے۔ تمام عمر آدمی سے وابستہ رہتا ہے۔ اگر کوئی طالب علم اپنے ہم جماعتوں میں ایمانداری کے لئے مشہور ہے۔ تو یقین رکھنا چاہیئے۔ کہ وہ ساکھ جو اس نے اس وقت پیدا کی ہے۔ زندگی کے تلاطم میں اس کے لیئے بمنزلۂ چٹان کے ہوگی۔ جس پر وہ طوفان میں کھڑا ہو کر پناہ لے سکیگا۔ اس کے برعکس اگر وہ اب اپنے ہمعصروں میں کسی بد اخلاقی کے باعث بدنام ہے۔ تو یہ بد اخلاقی تمام عمر اس کا پیچھا نہ چھوڑے گی - اور ہر وقت اس کی ترقی کے راستے میں حائل ہوگی۔ طالب علم کی سب سے بڑی دولت نیکنامی ہے۔ اس کو ہر جائز طریقہ سے حاصل کرنا اس کا فرض ہے +

دیو جانس کلبی کے متعلق مشہور ہے۔ کہ وہ ایک دن عین دوپہر کے وقت چراغ لے کر ایتھنز کی گلیوں میں ایماندار آدمی کی تلاش میں پھر رہا تھا۔ جب وہ چوک میں پہنچا۔ تو زور سے چلانے لگا :- "اے آدمیوں! میری بات سنو" جب ایک گروہ اس کے گرد

اکٹھا ہوگیا۔ تو اُس نے نفرت سے دھتکار کر کہا۔ میں نے آدمیوں کو بلایا ہے۔ نہ کہ بونوں کو ؎

دی شیخ با چراغ ہمے گشت گرد شہر — کز دام و دد ملولم و انسانم آرزوست

از ہمرہان سست عناصر دلم گرفت — شیرِ خدا و رستمِ دستانم آرزوست

گفتم کہ یافت مے نشود جستہ ایم ما

گفت آنکہ یافت مے نشود آنم آرزوست — رومیؒ

نوجوان طالب علم کو ہر لحظہ یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ جو الفاظ اس کی زبان سے نکلیں وہ سراپا صداقت ہوں۔ ہر وعدہ لفظ بلفظ پورا کرنے والا ہو۔ اپنی عزت کی اس طرح حفاظت کرے جس طرح خزانے کی۔ کیونکہ تمام دنیا کی آنکھیں اُس پر لگی ہوئی ہیں۔ اور دیکھ رہی ہیں۔ کہ آیا وہ جادۂ حق و صداقت پر گامزن ہے۔ یا صراطِ مستقیم سے بھٹکا بھٹکا پھر رہا ہے +

مدرسہ ہو یا کالج۔ طالبعلم کو کشمکشِ حیات کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔ وہ استقلال و اولالعزمی سے سختیوں کو برداشت کرنا سیکھے۔ عالی ہمت ہو۔ ذہانت ...

پست ہمتی کو نزدیک تک نہ آنے دے۔ یہ سبق ہر وقت پیش نظر رکھے۔ کہ وہ آپ ہی اپنی قسمت کا بنانے بگاڑنے والا ہے۔ اپنی ناکامی کو خواہ مخواہ قسمت کے سر نہ تھوپے۔ جو الفاظ اس کی زبان سے نکلیں ان سے سچائی ٹپکتی ہو۔ کسی آدمی کو اس کی صداقت کے متعلق شک کرنے تک کی جرأت نہ ہو۔ وہ وعدے کا اتنا سچا ہو۔ کہ اس کا ہر وعدہ پتھر پر لکیر سمجھا جائے۔ خود داری خود اعتمادی اس کا مابہ الامتیاز ہو۔ اور غیرت اور جرأت اس کا زیور اگر وہ اپنے آپ کو ان صفات سے متصف کر لیتا ہے۔ تو پھر اُسے بہ فکر و غم نہ ہونا چاہیئے۔ کہ وہ امیر ہے یا غریب۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے "محلات اور جاہ و جلال ضمیر مطمئنہ کے مقابلے میں خس و خاشاک برابر نہیں ہوتے۔ وہ چہرہ جو الزام لگانے والے کی آواز پر زرد نہیں پڑتا۔ وہ سینہ جو افشائے راز کے ڈر سے نہیں دھڑکتا۔ وہ دل جو باہر نکال کر رکھنے سے کوئی سیاہ داغ ظاہر نہیں کرتا۔ ظاہری مال و دولت سے ہزار درجہ بہتر ہے۔ کسی کو نقصان نہ پہنچانا۔ کسی ایسے کاغذ پر دستخط

نہ کرنا جس پر آسمان کا پاک سے پاک فرشتہ اپنی مہرِ تصدیق
ثبت نہ کر سکے۔ زندگی کے سفر میں اس طرح چلنا کہ جادۂ
حق سے سرِمو تجاوز نہ ہو۔ ہر اس چیز سے جو اپنی نہ
ہو دور رہنا اپنی خواہشات کی تکمیل میں سوائے ایمانداری
کے کسی چیز کو مددگار نہ بنانا یہی مکمل انسان بننا ہے"۔

۲۔ مشکلات کا مقابلہ

دوں ہمت مشکلات سے دب جاتے ہیں۔ لیکن عالی ہمت مشکلات

سے اور زیادہ ابھرتے ہیں" واشنگٹن ارونگ

تمنا آبرو کی ہو اگر گلزار ہستی میں
تو کانٹوں میں اُلجھ کر زندگی کرنے کی خو کر لے
اقبال

"وہ فتوحات جو آسانی سے حاصل ہوتی ہیں کم قیمت ہوتی ہیں۔
قابل قدر فتوحات وہ ہیں جو سخت کشمکش کا نتیجہ ہوں"

"باندھو کمر کہ دوری منزل کا غم نہیں، ہے بادباں درست تو ساحل کا غم نہیں
سر پہ خدا ہے پھر کسی مشکل کا غم نہیں باقی ہے وقت سعی تو حاصل کا غم نہیں

اس دل کی یہ صدا ہے کہ ہاں ہاں بڑھے چلو" دل محمد

"سعی سے اکتاتے اور محنت سے کنیاتے نہیں
جھیلتے ہیں سختیوں کو سخت جانوں کی طرح" حالی

"مرا صاحبدلے ایں نکتہ آموخت ز منزل جادۂ پیچیدہ خوشتر" اقبال

"مشکلات سے خوف زدہ ہونا گویا جوہر انسانیت کو کھو دینا ہے

مشکلات انسان کے لئے نہایت سود مند ہوتی ہیں۔ وہ اس میں جرأت

پیدا کرتی ہیں۔ اور اسے مصائب کا مقابلہ کرنے کے لئے طیار کرتی ہیں"

"وائے آں قافلہ کز دو نئے ہمت مے خواست
رہگذارے کہ درو ہیچ خطر پیدا نیست"

بہ کیش زندہ دلاں زندگی جفاطلبی است　　سفر بکعبہ نہ کردم کہ راہ بے خطر است

اقبال

رہزنِ ہمت ہوا ذوقِ تن آسانی ترا　　بحر تھا صحرا میں تو گلشن میں آیا جو ہوا

اقبال

انسان کو درجۂ کمال تک پہنچنے میں سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ بزدل آدمی اِن مصائب کا مقابلہ کرنے سے گریز کرتے ہیں۔ اور عمر بھر قعرِ گمنامی میں زندگی بسر کرکے دنیا سے بےنیل مرام رخصت ہو جاتے ہیں لیکن عالی ہمت۔ مصائب۔ تکالیف کا مردانہ وار مقابلہ کرتے ہیں۔ اور ترقی کے اعلےٰ مدارج پر پہنچ کر آنے والی نسلوں کے لئے مشعل ہدایت بن کر چمکتے ہیں۔ جتنی رکاوٹیں اُن کے راستہ میں حائل ہوتی ہیں۔ اتنی ہی محنت و کاوش سے وہ ان کو دور کرنے کی کوشش کرتے ہیں ؎

جب ڈیموستھنیز پہلے پہل تقریر کرنے کے لئے مجمع کے سامنے کھڑا ہوا۔ تو اس کی بہت بری گت بنائی گئی۔ لوگوں نے اتنا شور و غل مچایا۔ اور اُس کی ایسی ہنسی اڑائی۔ کہ وہ بہت دل شکستہ اور آزردہ ہوا۔ کیونکہ اُس کی آواز پست تھی۔ سانس بھی جلدی ٹوٹ جاتا تھا۔

اِن ہی عیوب کی وجہ سے فقرے ایسے ٹوٹے پھوٹے اور بے جوڑ نکلتے تھے ۔کہ سارا مطلب خبط ہو جاتا تھا ۔ الغرض وہ اس مجمع سے پشیماں ہو کر نکلا ۔اگر کوئی پست ہمت ہوتا تو ان مشکلات کے سامنے فن تقریر کو ہمیشہ کے لئے خیرباد کہ دیتا ۔لیکن ڈیموستھینیز نے کمرِ ہمت باندھ لی ۔اور ارادہ کر لیا کہ خواہ کچھ بھی ہو ۔میں فن تقریر میں یگانۂ روزگار ہو کر رہونگا ۔غرض اِس فن کی تعلیم کے لئے اُس نے ایک تہ خانہ تیار کرایا ۔جس میں روزمرّہ اپنی آواز اور اشارات درست کرنے کی سعی کرنے لگا ۔بعض اوقات دو دو تین تین مہینے مسلسل اسی جگہ پڑا رہتا ۔اور اپنا آدھا سر مونڈ دیتا کہ جی بھی چاہے تو شرم کی وجہ سے باہر نہ نکل سکے ۔نیز لوگوں کے شوروغل کا مقابلہ کرنے کے لئے اپنے آپ کو اس طرح تیار کرتا ۔کہ سمندر کے ساحل پر جاکر لہروں اور موجوں کے شوروغل کے روبرو تقریر کرتا ۔آواز کی پستی اور ہکلاپن کا علاج اس نے یوں کیا ۔کہ منہ میں چھوٹے چھوٹے سنگریزے رکھ کر تقریر کی مشق کی ۔آواز کے سدھارنے کی یہ تدبیر کی کہ چڑھائیوں پر چڑھتے وقت یا دوڑنے میں جب

سانس پھول جانا - تو زور زور سے شعر یا نثر پڑھنا - آخرکار یہی ڈیموستھنیز فن تقریر میں یگانۂ روزگار ہؤا +

ہزاروں نوجوان ایسے ملینگے - جو غربت و مفلسی کا عذرِ لنگ پیش کر کے اپنی قیمتی زندگی کو تباہ کر دیتے ہیں - وہ اِس امر کو فراموش کر دیتے ہیں - کہ کامیابی کے زینے پر چڑھنے کے لئے جس قدر مفلسی اور ناداری ممد و معاون ہوتی ہے - اور کوئی شے نہیں ہوتی - عالی ہمّت انسان کو مفلسی اور ناداری کامیابی حاصل کرنے سے روک نہیں سکتی - بلکہ وہ افلاس میں زیادہ مستقل مزاجی - تن دہی - اولوالعزمی سے محنت و سعی کر کے کامیابی حاصل کر لیتے ہیں +

دادا بھائی نوروجی کا باپ بچپن میں فوت ہوگیا - اُس کی ماں اتنی غریب تھی - کہ وہ اس کی مدرسہ کی فیس ادا کرنے سے بھی قاصر تھی - تاہم نوروجی مدرسہ میں داخل ہوگیا - وہاں وہ اس قدر محنت و جانفشانی سے کام کرتا تھا - کہ ہمیشہ جماعت میں اوّل رہتا - اور قریباً قریباً تمام کے تمام انعامات حاصل

کر لیتا یہی نادار نوروجی بعد ازاں مادرِ وطن کے لئے مایۂ ناز بنا۔ کیونکہ وہ پہلا ہندوستانی ہے۔ جو برطانیہ عظمیٰ کی پارلیمنٹ کا ممبر ہوا ٭

اس زمانہ میں جب نیوٹن نے نہایت عظیم الشان علمی معلومات دریافت کیں۔ وہ اس قدر مفلس تھا۔ کہ رائل سوسائٹی کی فیس بھی ادا نہیں کر سکتا تھا۔ سر شمس الہدیٰ اپنی ذاتی محنت و کاوش سے ایک غریب مدرس کی حیثیت سے ترقی کرکے بنگال کی کونسل کے صدر کے منصب جلیلہ پر فائز ہوا ٭

جب گارفیلڈ تعلیم حاصل کرنے کے لئے چیسٹر کے مدرسہ میں پہنچا۔ تو وہ سر پر کھانے پکانے کے برتنوں کا بھاری بوجھ اٹھائے ہوئے تھا۔ وہ اس قدر نادار تھا۔ کہ دوسرے طلبا کے ساتھ کھانے کا خرچ برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ اس کے کپڑے نہایت خستہ حالت میں تھے۔ اس کے پاس قریباً بیس روپے تھے۔ لیکن اس نے مفلسی اور ناداری کو عار نہیں سمجھا۔ اور نہ ان کے دباؤ سے ترقی کرنے سے رُکا۔ ادھر سکول میں تعلیم

پاتا رہا - اور ادھر فرصت کے وقت میں ایک معمار کے تختے چیرا کرتا اور اس کی اجرت سے اپنی تعلیم کے اخراجات ادا کرتا - یہی گارفیلڈ آگے چل کر امریکہ کے ممالک متحدہ کا صدر بنا +

- غرب میں بے شمار ایسی مثالیں ملتی ہیں - کہ مفلس اور نادار آدمی محض اپنی ذاتی محنت کے زور پر اعلیٰ سے اعلیٰ مدارج ترقی پر پہنچ گئے - ابراہام لنکن جس کا شمار ممالک متحدہ امریکہ کے مشہور ترین پریذیڈنٹوں میں کیا جاتا ہے - اس قدر غریب تھا - کہ وہ کسی سکول یا کالج میں تعلیم نہ پا سکا +

فریڈرک ڈگلاس کہتا ہے - کہ مجھے ایک چھوٹے سے سیاہ فام حبشی لڑکے کا حال معلوم ہے - جس کے سر سے والدین کا سایہ جب وہ چھ برس ہی کا تھا - اُٹھ گیا - وہ غلام تھا - اور اس کی کفالت کرنے والا کوئی نہ تھا - وہ جھونپڑی میں مٹی کے فرش پر سوتا تھا - سردی کے موسم میں لحاف نہ ہونے کی وجہ سے وہ ایک بورے کے تھیلے میں سر ڈال کر اور پاؤں کو گرم راکھ میں رکھ کر سو رہتا - اکثر اوقات اُسے کھانے کے لئے سوائے مکی

کے بھٹے کے اور کچھ نہ ملتا۔ اس لڑکے کو پہننے کے لئے عمدہ کپڑے میسر نہ ہوتے تھے۔ اور نہ اُسے کسی مدرسہ میں تعلیم حاصل کرنے کی توفیق تھی۔ اس کی کتابیں وہ اشتہارات تھے۔ جو دیواروں پر چسپاں کئے جاتے تھے۔ انہی اشتہارات کے ذریعے اُس نے لوگوں کی مدد سے لکھنا پڑھنا سیکھ لیا۔ اس کے بعد اُس نے وعظ کرنا شروع کر دیا۔ اور کسی قدر لوگوں میں مشہور ہوگیا۔ وہ لڑکا بعد ازاں جمہوریۂ امریکہ میں بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہوُا۔ اور اُس نے کچھ دولت بھی اکٹھی کر لی۔ وہ لڑکا میں ہوں۔ جو کچھ میں نے کیا ہے۔ تم بھی کر سکتے ہو۔ اپنے علم کو وسیع کرنے کی کوشش کرتے رہو۔ جب تک تم جہالت میں ڈوبے رہوگے۔ اس وقت تک تم بنی نوع انسان سے عزت کا خراج وصول نہیں کر سکوگے +

کسی نے کیا خوب کہا ہے۔ کہ زندگی کے رازوں میں ایک عجیب راز یہ ہے۔ کہ ذہانت جو خدا کی سب سے بڑی نعمت ہے۔ مفلسی اور ناداری کے آغوش میں پرورش پاتی ہے۔

اس کے سب سے عظیم الشان کارنامے ان ہستیوں نے پایۂ تکمیل تک پہنچائے ہیں۔ جن کے سروں پر مصائب و الم کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ ذہانت نہ تو بڑے بڑے محلوں، نہ بڑے بڑے کتب خانوں، اور نہ آرام و آسائش کے دامن میں پیدا ہوتی ہے۔ بلکہ یہ نعمت غیر مترقبہ ناداری۔ افلاس اور غربت زدہ گھروں میں جنم لے کر سختیوں اور تنگیوں کے مدرسہ میں تعلیم پاتی ہے۔ پھر گمنامی کے ظلمتکدہ سے نکل کر شہرت کے آسمان پر چمکتی ہے۔ مستقل مزاج آدمی کو کوئی مصیبت، کوئی رکاوٹ، ترقی کرنے سے روک نہیں سکتی۔ اگر اس کے راستے میں پتھر ڈالے جائیں۔ تو وہ ان پتھروں کا زینہ بنا کر ترقی کی بلندی پر پہنچ جاتا ہے۔ اگر اس کو جیلخانے میں مقید کیا جائے۔ تو وہ اس قید کو فرصت گردان کر دنیا کے سامنے "پلگرمز پروگرس" پیش کر دیتا ہے۔

جب شبلی اپنی مشہور کتاب الفاروق لکھ رہے تھے۔ تو یکایک علیل ہو گئے۔ تاہم انہوں نے اس کی تصنیف جاری رکھی۔ جس دن الفاروق کی آخری سطریں ختم ہوئیں۔ مصنف

بستر مرض پر دراز تھا۔ اور گھنٹوں تک ہوش نہ آیا۔ جب گربن تاریخ انگلشیہ کے لئے کافی مواد جمع کر چکا۔ تو وہ ایک مہلک بیماری میں مبتلا ہوگیا۔ حکیموں نے مایوسی کا اظہار کیا۔ لیکن اس ہمت کے پتلے نے معمول سے زیادہ کام کرنا شروع کر دیا۔ اس نے سوچا کہ جتنا وقت میں موت کے پنجہ سے چھین سکتا ہوں۔ اتنا مجھے اپنے کام کی تکمیل میں صرف کرنا چاہئیے۔ اس کا مرض دن بدن بڑھتا گیا۔ باایں ہمہ اس نے پانچ ہفتے میں تاریخ کو ختم کر ہی لیا۔ ڈاکٹروں کی رائے تھی۔ کہ گربن محض اپنی روحانی طاقت اور پختہ ارادے کی وجہ سے اتنا عرصہ زندہ رہ سکا۔ اس زمانے میں وہ اس قدر کمزور و ناتوان ہوگیا تھا۔ کہ قلم یا کتاب تک اٹھانے سے معذور تھا۔ وہ کتابت کراتا جاتا تھا بعض اوقات گھنٹوں سخت تکلیف اور درد کے باعث کراہتا رہتا لیکن اس حالت میں بھی اس نے کتاب کے اکثر حصوں کی کئی دفعہ تصحیح کی۔ وہ اخیر وقت تک کام کرتا رہا جب نزع کا وقت آیا۔ تو اس نے کہا "اب میں کام نہیں کر سکتا"۔

راجہ رام موہن نے دیکھا۔ کہ ہندوؤں کی حالت بہت خراب ہوگئی ہے۔ یہ اپنے ملک سے باہر جانے کو گناہ سمجھتے ہیں۔ اور اس تنگ نظری کے باعث کسی قسم کی ترقی نہیں کر سکتے۔ اس نے ہندو سوسائٹی کی اصلاح کی ٹھانی۔ لیکن اس کو ایسی تکالیف دی جاتیں۔ کہ بسا اوقات اُس کی جان معرض خطر میں رہتی۔ وہ ان مصائب و الم سے بالکل نہ دبا۔ اس نے نئی روشنی کی تعلیم لوگوں میں پھیلا دی۔ اور بالآخر اپنے ارادے میں کامیاب ہوگیا۔

آج علی گڑھ یونیورسٹی کا چپہ چپہ سر سید کی مساعی کی داد میں رطب اللسان ہے۔ لیکن جب انہوں نے پہلے پہل اپنی قوم کو خوابِ غفلت سے بیدار کرنے کے لئے ایک ایسی تعلیم گاہ کھولنی چاہی جس میں علوم شرقیہ کے ساتھ ساتھ علوم غربیہ کی بھی تعلیم ہو سکے تو طرح طرح کی رکاوٹیں ان کے راستے میں حائل کی گئیں۔ بعض تنگ دل ملاؤں نے ان کی تکفیر کے فتوے دئے۔ ہر ممکن طریق سے ان کو بے عزت کرنا چاہا۔ بعض

ناہنجاروں نے چندے کی بجائے پھٹے پرانے جوتے بھیجے۔
لیکن وہ شیر مرد اپنے ارادے سے ذرا بھی پیچھے نہ ہٹا۔
آخر کار کامیابی نے ان کے پاؤں کو چوما۔ سرسید کی حسب خواہش
یہ شعر جو ان کی زندگی کے اس پہلو کی صحیح تصویر ہے۔
آپ کی قبر پر کندہ ہے۔ ؎

تاب یک جلوہ نیاورد نہ موسیٰ و نہ طور
ایں دلم ہست کزیں گونہ ہزاراں دیداست

یہ عجیب بات ہے۔ کہ علم و فضل کے ساتھ مناسبت رکھنے
والے بزرگوں کی زندگی فقر و افلاس تہیدستی و تنگ حالی میں بسر ہوئی
ہیں۔ انگلستان کے مشہور شاعر ملٹن نے اپنی تمام عمر کی شاہ کار
"پیراڈائز لوسٹ" فقر و افلاس کی حالت میں ختم کی تھی۔ اور
اس پر طرہ یہ ہے۔ کہ وہ اس وقت نابینا بھی ہوگیا تھا۔ امام بخاریؒ
نے مدتوں تک جنگل کی بوٹیوں پر گزارا کیا۔ اور اپنی عظیم الشان
کتاب الصحیح " ناداری و تہیدستی کی وجہ سے چاند کی روشنی میں
لکھی۔ علامہ طبری کی ایک مرتبہ تنگدستی کی وجہ سے یہ حالت

ہوگئی تھی۔کہ انہیں اپنے کرتے کی دونو آستینیں کاٹ کر فروخت کرنا پڑیں۔ایک اور بزرگ کے متعلق مشہور ہے کہ جب تنگدستی کی وجہ سے انہیں پے در پے فاقے ہونے لگے۔اور بھوک نے انہیں ضعیف و معذور کر دیا۔تو وہ نانبائی کے یہاں جاکر کھانوں کی خوشبو سے اپنی طبیعت بہلایا کرتے تھے۔

"کامیابی کے مندر میں داخل ہونے کی کوئی شاہراہ نہیں۔جو کوئی اس مندر میں داخل ہونا چاہتا ہے۔وہ اپنا دروازہ آپ بناتا ہے۔جونہی وہ اندر داخل ہو جاتا ہے۔یہ دروازہ جھٹ مسدود ہو جاتا ہے۔اور اس میں سے کسی کو بھی گزرنے کی اجازت نہیں ہوتی۔حتیٰ کہ اُس کی اولاد بھی اس دروازے سے داخل نہیں ہوسکتی"۔

جب ہمارے تمام امور خوش اسلوبی سے سر انجام ہو رہے ہوں۔اور راستے میں کوئی مشکل اور رکاوٹ نہ ہو تو اس وقت بہادر بننا آسان ہے۔لیکن جب ہر طرف

سے ہمارے گرد مصائب کی گھٹائیں چھا جائیں - اور ہمیں اس بات کا ہوش نہ ہو - کہ کیا کریں - اور کدھر جائیں - تو اس وقت ہماری جرأت اور دلیری کا امتحان ہوتا ہے - اس امتحان میں ہم میں سے اکثر دون ہمتی کے باعث کشمکش سے دست بردار ہو جاتے ہیں - یا آسان ترین طریقہ اختیار کر لیتے - اور بلند ارادوں کو ترک کر دیتے ہیں - معمولی درجہ کی معیشت سے مطمئن ہو جاتے ہیں - اور ہم میں جرأت نہیں رہتی - کہ ہم اپنے مستتر قوتوں کی نشو و نما کر کے مکمل انسان بن جائیں +

۳۔ مصائب کے فوائد

"اگر خواہی حیات اندر خطر زی"۔ — اقبال

"کامیابی کا واحد راستہ ناکامی ہے"۔ — اسٹیفن

"مصیبتوں میں طبیعت محنت شعار کا — ڈالا وہ آفتوں میں کہ انساں بنا دیا" جوش

"غم جوانی کو جگا دیتا ہے لطفِ خواب سے — ساز یہ بیدار ہوتا ہے اسی مضراب سے" اقبال

"جس نے عسرت کا منہ نہ دیکھا۔ وہ زندگی کی حقیقت سے نا آشنا رہا"۔

"من ازیں دردِ گرانمایہ چہ لذت یابم — کہ باندازۂ آں صبر و ثباتم دادند" عرفی

"بانتے ہیں جب راہ تو چڑھ جاتے ہیں نالے — رکتی ہے مری طبع تو ہوتی ہے رواں اور" غالب

"جب خدا کسی پر مصائب نازل کرتا ہے۔ تو ساتھ ہی اس کی دماغی قابلیت بھی بڑھا دیتا ہے"۔ — ایمرسن

"مصیبت لیاقت کو اس جگہ سے باہر نکال لاتی ہے۔ جہاں وہ بحالتِ خوشحالی چھپی رہتی ہے"۔ — ہوریس

"جس طرح آگ میں سونا پرکھا جاتا ہے۔ اسی طرح مصیبتوں کی بھٹی میں انسان"۔

"ان آبلوں سے پاؤں کے گھبرا گیا تھا میں — جی خوش ہوا ہے راہ کو پرخار دیکھ کر" غالب

"مصیبتوں کے ظلمات میں انسان کی جبیں اس طرح روشن ہو جاتی ہے۔ ع

جس طرح تارے چمکتے ہیں اندھیری رات میں"

"خاک میں تجھ کو مقدر نے ملایا ہے اگر — تو عصا افتاد سے پیدا مثالِ دانہ کر" اقبال

"یہ ممکن ہے کہ مفلسی اور گمنامی ہماری ترقی کی راہ میں رکاوٹیں پیش کرے۔ لیکن یہ رکاوٹیں اسی طرح ہوتی ہیں۔ جس طرح دریا کے راستے میں برف کا ٹکڑا یا چٹان آکر عارضی طور پر اس کی روانی کو روک دے وہاں پانی جمع ہوتا رہتا ہے۔ اور بالآخر سخت شدت اور زور کے ساتھ رکاوٹ کو بہا کر سمندر میں لے جاتا ہے۔ ناداری و گمنامی دشوار گزار رکاوٹیں نہیں ہوتیں۔ بلکہ بسا اوقات یہ کاہلوں کو کام کرنے کے لئے ابھارتی ہیں۔ اور ان کے دل و دماغ کو مضبوط بنا دیتی ہیں"۔

جب نپولین برین کے فوجی مدرسہ میں تعلیم پاتا تھا۔ تو مفلسی اور گمنامی کی وجہ سے اس کے ہم مکتب اس کو بنظر حقارت دیکھتے تھے۔ وہ اُن کے ساتھ کھیل و کود میں شامل نہ ہو سکتا تھا۔ کیونکہ وہ اس کو اس کی مفلسی کی وجہ سے طنز آمیز کلمات کہہ کر دق کیا کرتے تھے۔ نپولین نے اس مصیبت سے تنگ آکر آخر ارادہ کر لیا کہ میں اپنے ہم مکتبوں پر ثابت کر دونگا۔ کہ اگرچہ وہ مجھ سے نفرت

کرتے ہیں۔ تاہم میں ان سے کسی طرح کم نہیں رہونگا۔ بلکہ میں ان سے اعلیٰ و ارفع ہو جاؤنگا۔ زمین کے چند قطعات مدرسے سے متعلق تھے۔ جو طلبا میں کاشت کی غرض سے تقسیم کئے جاتے تھے۔ نپولین کے قطعے کے پاس ایک اور قطعہ خالی پڑا تھا۔ نپولین نے اس پر قبضہ کر لیا۔ اور اس کے ارد گرد باڑ لگا دی۔ اس میں وہ تن تنہا بیٹھ کر مطالعہ کرتا تھا۔ نتیجہ یہ ہؤا۔ کہ تھوڑے ہی عرصے کے بعد وہ جماعت میں اوّل نمبر پر ہوگیا۔ اس مصیبت کے زمانے میں اس نے سخت محنت سے کام کرنے کی عادات حاصل کر لیں۔ جو آیندہ زندگی میں اس کی ترقی کا ذریعہ بنیں +

برک کہتا ہے۔ مصیبت سخت گیر معلم ہے جو ہماری تعلیم کے لئے خدا کی طرف سے مقرر کیا گیا ہے۔ یہ ہمارے ساتھ کشتی لڑکر ہمارے جسم کو مضبوط اور ذہن کو تیز کر دیتا ہے۔ یہ سخت گیر در اصل ہمارا معین و مددگار ہوتا ہے۔ مشکلات کے ساتھ مقابلہ کرکے ہم پر ہماری اصلی حقیقت ظاہر کر دیتا ہے +

نیر نقی نے غالب کے لڑکپن کے اشعار سُن کر اس کے متعلق

پیش گوئی کی تھی۔ کہ یہ لڑکا یا تو لاجواب شاعر بن جائیگا ورنہ مہمل بکنے لگیگا۔ اِس میں کوئی شک نہیں کہ اگر بعض صحیح الذاق دوستوں کی روک ٹوک اور نکتہ چیں معصروں کی خردہ گیری اور طعن و تعریض سدِ راہ نہ ہوتی تو میرزا غالب کا کلام گوئٹے اور ڈانٹے کے کلام کا ہم پلّہ نہ ہوتا۔

مصیبت سے انسان کی آنکھ کھل جاتی ہے۔ یہ اس کو ان طاقتوں کے استعمال کرنے پر ابھارتی ہے۔ جو بحالت دیگر اس میں پوشیدہ رہتیں۔ امام غزالی پر حصول کمال کی جدوجہد کے لئے ایک قزاق کے طعنہ نے یہی کام دیا تھا۔ آپ تحصیل علم سے فارغ ہوکر وطن کو واپس جا رہے تھے۔ کہ راہ میں ڈاکہ پڑا۔ امام صاحب کے پاس جو کچھ سامان تھا سب لٹ گیا۔ اس میں وہ سب یادداشتیں تھیں۔ جو امام صاحب نے طالب علمی کے زمانے میں لکھی تھیں۔ امام صاحب کو ان کے لٹ جانے کا نہایت صدمہ ہوا۔ چنانچہ وہ ڈاکوؤں کے سردار کے پاس گئے اور کہا کہ میں اپنے سامان میں سے صرف ان یادداشتوں کو

کو مانگتا ہوں کیونکہ میں نے انہی کے سننے اور یاد کرنے کے لئے
یہ سفر کیا تھا۔ ڈاکو ہنس پڑا۔ اور کہا۔ تم نے خاک سیکھا جب تمہاری
یہ حالت ہے۔ کہ ایک کاغذ نہ رہا تو تم کورے کے کورے رہ گئے
امام صاحب پر اس طعنہ کا بہت اثر ہوا۔ وطن پہنچ کر انہوں نے نہایت
جانفشانی سے کام کرنا شروع کیا۔ اور سب کچھ اپنے ذہن میں محفوظ کرلیا
دو بچے ہیں۔ جو زندگی میں قدم رکھتے وقت جسمانی اور دماغی
طور پر قریباً مساوی ہیں۔ ان میں سے ایک کو قدرتِ شہر کے
کسی امیر گھرانے میں رکھ دیتی ہے۔ وہ ہر وقت گود میں کھیلتا
رہتا ہے جب ذرا بڑا ہوتا ہے۔ تو ایک نوکر مقرر کر دیا جاتا ہے
کہ وہ اس کو مدرسے چھوڑ آیا کرے اس کے لئے ہر قسم کا آرام
و آسائش مہیا کیا جاتا ہے پہننے کے لئے عمدہ عمدہ کپڑے۔ کھانے
کے لئے نفیس کھانے اور خدمت کے لئے نوکر چاکر میسر ہوتے
ہیں۔ دوسرا لڑکا کسی گاؤں میں ایک کسان کے گھر رکھا جاتا ہے
مادرِ گیتی ہی اس کے لئے گود ہوتی ہے۔ اور یہی اس کے لئے
پنگوڑا۔ وہ زمانے کی سختیاں جھیلتا ہے۔ کھانے کے لئے سادہ کھانے

اور پہننے کے لئے موٹے جھوٹے کپڑے اس کو ملتے ہیں۔ تعلیم حاصل کرنے کے لئے اس کو مدرسہ میں جو اس کے گھر سے ایک دو میل کے فاصلے پر ہوتا ہے۔ ہر روز جانا پڑتا ہے۔ دونو لڑکے شہر کے مدرسہ میں پھر اکٹھے ہوتے ہیں۔ شہری لڑکا نازک اندام ہوتا ہے۔ اور وہ عمدہ لباس پہنے ہوئے اپنی شان دکھاتا ہوا گاؤں کے غریب لڑکے کو بنظر حقارت دیکھتا ہے۔ اور اس کے ساتھ بات چیت کرنا عار سمجھتا ہے۔ کیونکہ اس بیچارے کے ہاتھ سخت ہوتے ہیں۔ اور وہ جھجکتا رہتا ہے۔ تعلیم کے بعد وہ پھر کار زار حیات میں علحدہ ہو جاتے ہیں۔ اتفاق دونو کو پھر اکٹھا کرتا ہے۔ لیکن ان میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ شہری لڑکا جو عیش کی گود میں پلا تھا۔ کمزور اور نحیف البدن ہوتا ہے۔ وہ زمانے کی سختیاں جھیلنے کے قطعاً ناقابل ہوتا ہے۔ برعکس اس کے گاؤں کا لڑکا جو اپنی ذاتی ہمت سے کشمکش حیات میں کامیابی حاصل کرتا ہے۔ مضبوط۔ توانا جفاکش اور سخت جان ہوتا ہے۔ دونو میں وہی بیّن فرق ہوتا ہے۔ جو ایک نازک کشتی اور ایک مضبوط جہاز میں۔

کشتی پانی کے معمولی سے معمولی تھپیڑوں کا بھی مقابلہ نہیں کر سکتی۔ جہاں جہاز بڑے سے بڑے طوفان کو خاطر میں نہیں لاتا +

ایک بزرگ کا قول ہے۔ کہ نوجوان کو یہ جتا دینا چاہئے کہ وہ جس منزل مقصود تک پہنچنے کا خواہشمند ہے۔ وہاں تک پہنچنے کا راستہ نہایت دشوار گزار ہے۔ کوئی آدمی اس درجہ تک جس پر وہ بالکل مطمئن ہو جائے۔ بغیر مشکلات اور مایوسیوں کا سامنا کرنے کے نہیں پہنچ سکتا۔ لیکن اگر ان مصائب کا مناسب طریقہ سے مقابلہ کیا جائے۔ تو مصیبتیں رکاوٹیں نہیں رہتیں۔ بلکہ معین و مددگار ہو جاتی ہیں۔ رکاوٹوں پر فتح حاصل کرنے سے بڑھ کر دنیا میں اور کوئی مفید کام نہیں ÷

ہسپانیہ کے شہرۂ آفاق ناول نویس سروانٹیز نے اپنی تمام عمر فقر و فاقہ میں نہایت ذلت اور نکبت کے ساتھ بسر کی۔ یہانتک اس نے اپنا مشہور ناول ڈان کوکساٹ (خدائی فوجدار) میڈرڈ کے جیل خانے میں لکھا۔ وہ اتنا نادار تھا۔ کہ جب کتاب

خاتمہ کے قریب پہنچی۔تو اس کے پاس کاغذ تک نہ رہا۔اس لئے اُسے مجبوراً چمڑے کے ٹکڑوں پر لکھنا پڑا۔کسی نے ہسپانیہ کے ایک امیر سے کہا۔آپ سروینٹیز کی مدد کریں۔اس نے جواب دیا۔خدا نہ کرے کہ اس کی ضروریات پوری ہو جائیں۔اس کی یہی ناداری تو ہے۔جو دنیا کو مالا مال کر رہی ہے ✦

اکثر دیکھا گیا ہے۔کہ لائق اور کامیاب باپ کی اولاد نہائت نالائق اور ناکارہ ہوتی ہے۔اس کی اصلی وجہ دریافت کی جائے تو معلوم ہوگا۔کہ اکثر حالتوں میں باپ اوائل عمر میں غریب تھا وہ اپنی ہمت سے تعلیم حاصل کرکے دنیا میں کامیاب ہُوا۔لیکن چونکہ اس کی اولاد کے لئے کاوش کرنے کی محرک یعنی مفلسی باقی نہ رہی۔اس لئے وہ ناکارہ اور نااہل ہوگئی۔اگر ان طلبا کی حالت کو دیکھا جائے۔جو ہر سال یونیورسٹی کے امتحانات میں وظائف و امتیازات حاصل کرتے ہیں۔تو یہ حقیقت کھل جائیگی۔کہ اُن میں اکثر تعداد ان طلبا کی ہوتی ہے۔جن کے والدین نہائت غریب اور مفلس ہوتے ہیں ✦



[illegible] ست اور نکمّا ہے۔ والدین کی حین حیات میں [illegible] کرتا۔ اپنے وقت کو نہایت بیدردی سے ضائع کر دیتا ہے۔ یکایک والدین کا سایہ سر سے اُٹھ جاتا ہے۔ اس کی زندگی میں انقلاب عظیم آ جاتا ہے۔ اور وہ اپنی ہستی کو بالکل بدل دیتا ہے۔ سُستی کے بجائے اب وہ سراسر چستی بن جاتا ہے۔ سچ ہے۔ کہ نوجوان کی سب سے بڑی مدد یہ ہے۔ کہ اُس کو سختیوں کے سمندر میں پھینک دیا جائے۔ اگر وہ اس قابل ہے کہ بچ نکلے۔ تو وہ خود بخود کنارے پر محفوظ پہنچ جائیگا۔ عقاب اپنے بچوں کو جونہی کہ اُن کے پر نکل آتے ہیں۔ ٹھونگیں مار مار کر گھونسلے سے باہر نکال دیتا ہے۔ قدرت نے عقاب کے اس فعل میں یہی قانون مضمر رکھا ہے ٭

جب سکندر اعظم نے دارا کی افواج کو شکست فاش دے کر تمام ایران پر قبضہ کر لیا۔ تو اس کے رفقا کی عیش پسندیاں اور اسراف حد سے بڑھ گیا۔ سکندر نے اس کا یہ علاج کیا۔ کہ ان کو نرمی سے تنبیہ شروع کی کہ سب سے بڑی شرافت اُس کی ہے

جو سب سے زیادہ محنت اٹھا سکے۔ اور تمام صعوبتیں خندہ پیشانی سے جھیلے۔ اپنے سپہ سالاروں اور سپاہیوں کے دلوں پر سختیوں اور صعوبتوں کے فوائد نقش کرنے کے لئے اُس نے سختیاں جھیلنے اور جان جوکھوں میں ڈالنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیا۔

سمائلز کہتا ہے۔ کہ کامیابی مشکلات پر فتح حاصل کرنے کا نام ہے۔ مشکلات کا نہ ہونا کامیابی کے نہ ہونے کے مترادف ہے۔ یہی ضرورت تو ہے۔ جو ہمیں کوشش کرنے پر اُبھارتی ہے۔ اسی میں انسانی ترقی کا راز مضمر ہے۔ اسی کی بدولت زمانہ حال کی بہت سی ایجادیں معرض وجود میں آئی ہیں۔

۴- کیرکٹر

"انسانیت کا خطاب سب خطابات سے بڑھ چڑھ کر ہے"

" گدائے جلوہ رفتی بر سر طور — کہ جان تو ز خود نا محرمے ہست
قدم در جستجوئے آدمے زن — خدا ہم در تلاش آدمے ہست" اقبال

"کسی ملک کی تہذیب کا صحیح معیار نہ تو مردم شماری کے اعداد ہیں نہ بڑے بڑے شہروں کا وجود۔ نہ غلہ کی افراط بلکہ اس کا صحیح معیار صرف یہ ہے کہ وہ ملک کس قسم کے انسان پیدا کرتا ہے" ایمرسن

"نیکی مصر کے مخروطی میناروں سے پائندہ تر ہے۔ اس کی یادگار اس وقت قائم رہیگی۔ جب مصر میں ان میناروں کا نام و نشان بھی نہ رہیگا" ینگ

"کیرکٹر قوت ہے"

"نیکی اپنا معاوضہ آپ ہے"

"اپنے فرض کو ہمیشہ یاد رکھو۔ فرض کا احساس آدمیت کی جان ہے"

"دولت گئی تو کچھ نہ گیا۔ صحت گئی تو کچھ گیا۔ مگر کیرکٹر گیا۔ تو گویا سب کچھ چلا گیا"

"شریف جب وعدہ کرتا ہے۔ پورا کرتا ہے"

قرطبہ میں ایک عرب اپنے باغ کی سیر کر رہا تھا۔ اچانک ایک

ہسپانی نے اس کے پاؤں پر گر کر اس سے درخواست کی کہ مجھے
پناہ دو۔ میرے پیچھے پکڑنے والے آرہے ہیں۔کیونکہ میں نے
ایک نوجوان عرب کو قتل کر دیا ہے۔عرب نے اس کو اپنی پناہ
میں لے لینے کا وعدہ کیا۔اور اس کو ایک کمرے میں بند کر دیا
تاکہ رات کے وقت اس کو بھاگ جانے کا موقع دے۔اس سے
تھوڑے وقفہ کے بعد اس کے اکلوتے بیٹے کی لاش گھر لائی گئی۔
جب انہوں نے قاتل کا حلیہ بتایا۔تو اس نے فوراً معلوم کر لیا۔کہ
وہ ہسپانی جس کو اس نے پناہ دی ہے اس کے لڑکے کا قاتل
ہے لیکن اس نے اپنے جذبات کو قابو میں رکھا آدھی رات کے وقت
اُس نے مکان کا دروازہ کھولا۔اور کہا "اے نصرانی! جس نوجوان
کو تو نے قتل کیا ہے۔وہ میرا اکلوتا لڑکا تھا۔تمہارا جرم اتنا سخت
ہے۔کہ تم سنگین سے سنگین سزا کے مستحق ہو۔لیکن میں نے
تمہیں پناہ دی ہے۔اور تمہارے ساتھ وعدہ کیا ہے۔کہ تمہیں
چھپائے رکھونگا اور میں اس بات سے نفرت کرتا ہوں۔کہ
وعدہ خلافی کروں۔خواہ وہ وعدہ عجلت میں ایک ظالم دشمن

سے ہی کیوں نہ کیا گیا ہو"۔ پھر اس نے ایک نہایت سبک رفتار خچر پر کاٹھی ڈالی۔ اور ہسپانی کو کہا "اے نصرانی! یہ روپیہ زاد راہ ہے۔ جتنا رات کی تاریکی میں بھاگ سکتا ہے بھاگ جا۔ اگر چہ تیرے ہاتھ خوفناک قتل سے خون آلودہ ہیں۔ لیکن خدا عادل ہے میں اس کا نہایت شکر گزار ہوں کہ اس نے میرے ایمان میں کسی قسم کا خلل نہیں آنے دیا۔ میں فیصلہ کو اسی پر چھوڑتا ہوں"۔

اعلیٰ سیرت لوگوں کے دلوں میں اعتماد پیدا کر دیتی ہے۔ لوگ اپنے ذاتی یا قومی مفاد کو ایسے شخص کے سپرد کرنے میں ذرا پس و پیش نہیں کرتے۔ جس نے اپنے عمدہ چال چلن سے لوگوں کے دلوں پر تسلط بیٹھا لیا ہو۔ سچ تو یہ ہے۔ کہ آدمی کی سب سے بڑی ساکھ اعلیٰ کیرکٹر ہے۔ شمس طاکلیز ہمیشہ ایسی تجاویز سوچتا رہتا تھا۔ جس سے سارے یونان کی حکومت مدینۃ الحکماء ایتھنز کے قبضے میں آجائے۔ لیکن وہ اس بات کی کبھی پرواہ نہیں کرتا تھا۔ کہ جو وسائل وہ اختیار کرنا چاہتا۔ وہ جائز ہیں یا ناجائز۔ ایک دفعہ اس نے مجلس عام میں بیان کیا۔ کہ وطن کے فائدے

کے لئے ایک عمدہ تجویز میرے ذہن میں ہے۔مگر اس کا علانیہ ظاہر کرنا خلاف مصلحت سمجھتا ہوں۔ اس لئے تم ایک ایسے شخص کو تجویز کرو۔جس پر تمہیں اعتبار ہو۔میں اس کے رو برو اپنی تجویز پیش کرونگا۔مجلس عام نے ارستدیز کو جس پر نیکی۔دیانتداری انصاف راستی کی وجہ سے ہر شخص کو پورا بھروسا تھا متفقہ طور پر اس کام کے لئے نامزد کیا۔کہ صرف وہ طاکلیس کی تجویز سنے اور اپنی رائے سے آگاہ کرے۔جب ارستدیز کو معلوم ہوا۔کہ طاکلیس یونانیوں کے بیڑے کو آگ لگا دینے کا خواہاں ہے۔کہ پھر ملک میں کوئی ریاست ایتھنز کی مدمقابل نہ رہے۔تو اس نے مجلس میں آکر اعلان کیا۔کہ شمس طاکلیز کی تجویز کے برابر کوئی بات فائدہ مند نہیں ہوسکتی۔لیکن اس کے برابر کوئی ناانصافی بھی نہیں ہوسکتی۔یہ سُن کر شہریوں نے حکم دیا۔کہ طاکلیس اپنے ارادے سے باز آئے۔

عدل و انصاف انسانیت کا طرہ امتیاز ہیں۔وہ اشخاص حقیقت میں انسان کہلانے کے مستحق ہیں۔جن کو دوستی و

طرفداری یا ذاتی عداوت وغصہ کوئی شے بھی صراط مستقیم سے نہیں ہٹا سکتی - ایک دفعہ ارس ٹدیز چند ارکان عدالت کے ساتھ کسی ایسے شخص کی سماعت مقدمہ کر رہا تھا - جو اس کا ذاتی دشمن اور بدخواہ تھا - مقدمے کی کارروائی ختم ہوتے ہی عدالت نے فیصلہ سنانے کا ارادہ کیا - اور ملزم کی صفائی سننے سے انکار کر دیا - اس وقت ارسٹدیز مضطربانہ اپنی جگہ سے اٹھا اور ملزم کے ہم آہنگ ہو کر درخواست کی - کہ بیشک اسے اپنا قانونی حق ملنا چاہیئے - اور اسے اجازت دینی چاہیئے - کہ جو کچھ اسے کہنا ہے کہے - اسی طرح ایک مرتبہ وہ دو شخصوں کی باہمی نزاع کا فیصلہ کر رہا تھا - اثنائے تحقیقات میں ان میں سے ایک شخص نے فریق ثانی کے متعلق یاد دلایا - کہ وہ ارسٹدیز کا بھی دشمن ہے - اور اسے بھی بہت نقصان پہنچا چکا ہے - یہ سن کر ارسٹدیز کہنے لگا :-

"عزیز من ! اس وقت تو تم وہ نقصان بتاؤ - جو تمہیں پہنچا ہے - کیونکہ یہ میرا مقدمہ نہیں - تمہارا معاملہ ہے - جس کی میں سماعت کرنے بیٹھا ہوں" ؎

جب جہانگیر کو خبر پہنچی کہ نورجہاں نے ایک شامت زدہ راہ گیر کو طپنچہ سے مار ڈالا ہے۔ تو اسی وقت اُس نے ترکنوں کو حکم دیا۔ کہ بیگم کو باندھ کر مجرموں کی طرح دربار میں حاضر کریں۔ اور پھر اس کو قتل کرنے کا حکم دیا جائے۔ بیگم نے کہلا بھیجا کہ خوں بہا ادا کرنا بھی تو شریعت میں جائز ہے پھر جب بیگم نے خوں بہا ادا کر دیا۔ اور مقتول کے وارثوں نے کہا

ہم کو مقتول کا لینا نہیں منظور قصاص
قتل کا حکم جو رک جائے تو ہے مستحسن

تب جہانگیر کو یقین آیا۔ کہ اس میں کوئی حیلہ و مکر نہیں ؎

بعض خیال کرینگے۔ کہ ہمیں عدل و انصاف کی کیا ضرورت ہے۔ ہم کو نہ تو شاہنشاہی کے تخت پر بیٹھ کر رعایا کے مقدموں کا فیصلہ کرنا ہے۔ نہ ہم میں سے اکثر کو عدالت کی کرسی پر بیٹھنا ہے لیکن یاد رکھنا چاہیئے کہ ہم میں سے ہر ایک کو خواہ زندگی کے کسی شعبہ میں ہو۔ انصاف کی عادت کو راسخ کرنا چاہیئے۔ کیونکہ عدل و انصاف کی ضرورت چھوٹے چھوٹے معاملات میں بھی

اتنی ہی ہے۔جتنی بڑے اور اہم امور میں۔کیا تم اپنے بھائی بہنوں کے ساتھ منصفانہ برتاؤ کرتے ہو؟ کیا تم اپنے سے چھوٹوں پر ظلم تو نہیں کرتے؟ کیا تم اپنے ماتحتوں کے ساتھ عدل کرتے ہو؟ کیا تم کمزوروں کی حق رسی کرتے ہو؟ اگر تم ان تمام حالات میں جادۂ عدل سے منحرف ہو جاتے ہو۔تو تم اتنے ہی ظالم اور بے انصاف ہوگے۔جتنا وہ بادشاہ جو تخت شاہی پر بیٹھ کر مظلوموں کی داد رسی نہیں کرتا *

اعلےٰ کیرکٹر کے لئے ایمانداری جزو لاینفک ہے سکندر اعظم افریقہ پر یورش کر رہا تھا۔اسے ایک ایسی قوم ملی جو نہایت آرام و اطمینان سے زندگی بسر کر رہی تھی۔سکندر ان کے حاکم کے ساتھ گفتگو کر رہا تھا۔کہ دو آدمی ایک مقدمہ لے کر اس کے پاس فیصلہ کرانے کے لئے لائے۔ان میں سے ایک نے کچھ زمین دوسرے سے خریدی تھی۔بعد ازاں اس زمین میں سے خزانہ برآمد ہوا۔وہ آدمی جس نے زمین خریدی تھی۔کہتا تھا۔کہ خزانہ میرا نہیں۔کیونکہ میں نے صرف زمین کا مول دیا ہے نہ کہ خزانے کا

مگر دوسرا کہتا تھا۔ کہ جب میں نے زمین کو فروخت کیا تھا۔ تو میں نے سب کچھ مع ظاہر و پوشیدہ فوائد کے بیچ دیا تھا۔ سردار نے فیصلہ کیا۔ "تم میں سے ایک کا لڑکا ہے۔ اور دوسرے کی لڑکی۔ دونوں کی شادی کر دو اور یہ خزانہ بطور جہیز کے دے دو"۔ سکندر اس فیصلہ کو سن کر حیران ہو گیا۔ اس نے سردار کو کہا۔ اگر یہ مقدمہ ہمارے ملک میں آتا۔ تو اس کو فوراً برخاست کر دیا جاتا۔ اور یہ دولت خزانۂ شاہی میں داخل کر لی جاتی۔ سردار نے کہا۔ کیا تمہارے ملک میں سورج چمکتا ہے؟ مینہ برستا ہے؟ اور گھاس اگتی ہے؟ سکندر نے جواب دیا۔ کیوں نہیں۔ پھر سردار نے پوچھا۔ کیا وہاں حیوانات بھی ہوتے ہیں۔ سکندر نے کہا۔ ضرور۔ سردار نے کہا۔ تو پھر خداوند تعالےٰ ان بے زبانوں کی بدولت بارش کو برسنے اور گھاس کو اُگنے کی اجازت دیتا ہے ÷

اعلےٰ کیرکٹر لعل و جواہر۔ سونے چاندی۔ تخت و تاج سے بہت زیادہ قیمتی ہے۔ اور اس کی تشکیل پر جو محنت لگائی جاتی ہے۔ وہ سب سے زیادہ قابل قدر ہے ÷

پروفیسر بلیکی نے نوجوانوں کی ایک جماعت کو یوں خطاب کیا۔ دولت۔ طاقت۔ صحت۔ بلکہ آزادی بھی اتنی ضروری نہیں جتنا اعلےٰ کیرکٹر۔ عمدہ سیرت ہی تو ہے۔ جو ہمیں نجات دلاسکتی ہے۔ اور اگر ہم نے ان معنوں میں نجات حاصل نہ کی۔ تو ہم یقیناً قعر مذلت میں گر گئے۔ کسی نے سچ کہا ہے۔ کہ جب تمہیں ورثہ میں مفلسی و تنگدستی ملیں۔ تو نیکی اور شرافت کو اپنا سرمایہ بنا لو۔ امریکہ میں انقلاب عظیم واقع ہوُا۔ اس وقت کانگریس کا صدر ریڈ تھا۔ امریکہ والے انگریزوں کے ساتھ جنگ کر رہے تھے۔ انگریز کمشنروں نے صدر کو دس ہزار اشرفی بطور رشوت کے اس شرط پر پیش کی۔ کہ وہ اپنے ملک کا ساتھ چھوڑ دے۔ وہ جواب جو ریڈ نے انگریزوں کو دیا۔ سنہری حروف میں لکھنے کے قابل ہے۔ اُس نے کہا۔ صاحبو! اس میں شک نہیں۔ کہ میں بہت غریب ہوں۔ مگر تمہارے بادشاہ کے پاس اتنی دولت نہیں کہ وہ مجھے خرید سکے۔ چ

ٹھیکرے کہتا ہے۔ "قدرت نے بعض آدمیوں کی پیشانی پر اعتبار کی مہر لگائی ہوتی ہے۔ جہاں کہیں وہ جاتے ہیں۔ اُن کا

اعتبار کیا جاتا ہے۔ ہم مجبور ہوتے ہیں۔ کہ ایسے آدمیوں پر بھروسہ کریں۔ ان کی موجودگی ہی بھروسہ کے لئے کافی ہوتی ہے"

مہرشی دیندرا ناتھ ٹیگور کے والد پر بہت سا قرض تھا۔ اس نے تمام جائداد کو فرضی طور پر دوسروں کے نام لکھ کر رجسٹری کرا دی۔ تاکہ قرضخواہوں کو نالش کرنے پر کچھ نہ مل سکے۔ جب اُن کے والد کا انتقال ہو گیا۔ تو قرضخواہوں نے شور مچانا شروع کیا۔ مہرشی نے جائداد کے کاغذ نکالے۔ تو بہت حیران ہوئے۔ قرضخواہوں کو بلا کر کہا۔ "آپ لوگ قانوناً ہم سے ایک کوڑی بھی وصول نہیں کر سکتے لیکن میں ہرگز اس ناجائز کارروائی سے فائدہ نہیں اُٹھاؤنگا۔ میرا ارادہ ہے۔ کہ میں پائی پائی تک ادا کر دوں۔" یہ کہنے کی ضرورت نہیں۔ کہ مہرشی نے اپنے ارادے کو حرف بحرف پورا کیا۔

اگر تم نے اپنی دولت میں ایک روپیہ بھی ناپاک طریقہ سے شامل کیا ہے۔ تو خوب جان رکھو! کہ تم کامیاب نہیں ہو۔ اگر تمہارے مال میں غریبوں۔ ناداروں۔ یتیموں اور بیواؤں کا خون ملا ہے۔ تو تم ہرگز اپنے آپ کو کامیاب تصور نہ کرو۔ اگر تمہارے دولت

حاصل کرنے سے دوسرے غریب ہوگئے۔ تو تمہاری زندگی ناکامیاب ہے۔ اگر تم نے دولت کو ایسے پیشہ سے جمع کیا ہے۔ جس سے لوگوں کی جانیں تلف ہوئی ہیں۔ یا بیماریاں بڑھی ہیں یا لوگوں کے اخلاق تباہ ہوگئے ہیں تو یقیناً تم ناکامیاب رہے ہو۔

ایک بزرگ کا قول ہے۔ کہ ادائیگی فرض کے بغیر قوت نیکی سمجھ سچائی محبت کچھ وقعت نہیں رکھتی۔ اس کے بغیر زندگی کی تمام عمارت تباہ و برباد ہو جاتی ہے۔ اور ہم اس ویرانہ میں بیٹھ کر اپنی تنہائی و بربادی پر حیران و ششدر رہ جاتے ہیں"۔

قرض کا ادا کرنا اتنا ہی ضروری ہے جتنا کہ قرض کا ادا کرنا وہ آدمی جو اپنے فرض کو ادا کرنے سے بے پرواہ ہوتا ہے۔ اس کی اخلاقی تباہی یقینی ہے۔ فرض ایک ایسا قرض ہے جس کو سوائے اپنے اور کوئی ادا نہیں کر سکتا۔ لیکن نہایت افسوس اور شرم کا مقام ہے۔ کہ ہمارے ملک میں فرض کا ادا کرنا ضروری نہیں سمجھا جاتا۔ یہ بیماری کسی خاص طبقے تک محدود نہیں۔ خواندہ و ناخواندہ۔ امیر و غریب سب کے سب فرض کی ادائیگی میں نہایت بے پرواہی

سے کام لیتے ہیں - اور سچ پوچھو - تو ہماری قومی نکبت کا سب سے بڑا سبب یہی ہے۔ جب تک مزدور کے سر پر کام لینے والا موجود نہ ہو - وہ ہرگز اپنے فرض کو جس کے واسطے اس کو مزدوری ملتی ہے ٹھیک طرح سے نہیں نباہتا۔ وہ ادھر اُدھر گھوم گھام کر وقت ٹال دیتا ہے - ہمارے ملک میں فرض کا ادا کرنا ہمارا نصب العین نہیں ہوتا - بلکہ اس کے برعکس ہم محض فرض کے ٹالنے پر ہی اکتفا کرتے ہیں - بڑے بڑے مولوی اور پنڈت جو اپنے زہد و اتقا سے لوگوں کو حیران کر دیتے ہیں - اگر ان کو اس کسوٹی پر پرکھا جائے تو نہایت افسوس و حسرت سے ہم پر یہ حقیقت منکشف ہو جائیگی کہ وہ فرض کی ادائیگی سے بالکل بیگانہ ہوتے ہیں - جب تک ہمارے نوجوان فرض کی ادائیگی کو اپنا مطمح نظر نہ بنائینگے - اس وقت تک ملک و قوم کی حالت کا سدھرنا ناممکن ہے - ہماری سب سے پہلی اور سب سے بڑی خواہش یہ ہونی چاہئے کہ ہم فرض کو بطریق احسن ادا کریں +

ڈیوک آف ولنگٹن جس نے نپولین فاتح یورپ کو شکست

دے کر تمام دنیا میں اپنا نام روشن کیا۔ اس کی زندگی کا سب
سے بڑا اصول فرض کی ادائیگی تھا۔ جب مہاتما گاندھی پہلی دفعہ
جنوبی افریقہ میں گرفتار ہونے لگے تو انہیں خبر پہنچی۔ کہ تمہارا
لڑکا سخت بیمار ہے۔ اس لئے اگر تم اس کی زندگی کو بچانا چاہتے
ہو۔ تو فوراً گھر واپس چلے آؤ۔ مہاتما گاندھی نے یہ کہ کر جانے سے
انکار کر دیا۔ کہ میرا فرض ہے۔ کہ میں یہیں رہوں۔ اس لئے میں
اپنے بچے کو خدا کے ہاتھ سونپتا ہوں۔ اور اپنے فرض کو ادا کرتا ہوں

المنصور ولی عہد سلطنت تھا۔ تو وہ علم کی تلاش میں اِدھر اُدھر
پھرا کرتا تھا۔ ایک دن وہ ایسی جگہ اترا۔ جہاں پر ہر ایک آدمی
سے محصول لیا جاتا۔ چوکیدار نے محصول کا مطالبہ کیا۔ شہزادہ
نے اس سے اپنے شاہی خاندان کے تعلّق کی بنا پر محصول سے
معافی چاہی۔ مگر چوکیدار نے اصرار سے کہا۔ کہ میں فرض کی ادائیگی
میں شاہ و گدا عربی و عجمی کسی کا لحاظ نہیں کر سکتا۔ جب تک
آپ محصول ادا نہ کرینگے میں ہرگز آپ کو یہاں نہ ٹھہرنے دونگا
اگر کوئی پوچھے کہ فرض کی ادائیگی سے ہمیں کیا حاصل ہوگا

تو اس کا جواب یہی ہے۔ کہ اس کا سب سے بڑا معاوضہ یہی ہے کہ ہم نے اپنے فرض کو ادا کیا ہے۔ اور بس ہمیں چاہیئے۔ کہ نیکی کو صرف نیکی کی خاطر کریں۔ نہ کسی انعام کے لالچ یا سزا کے خوف سے۔ ؎

طاعت میں تا رہے نہ مے و انگبیں کی لاگ
دوزخ میں ڈال دو کوئی لے کر بہشت کو

سچائی پر کاربند رہو۔ سچائی نہایت قیمتی زیور ہے۔ جس کو انسان اپنے پاس رکھ سکتا ہے۔ صداقت کو نہ تو لالچ کی امید سے اور نہ خوف کے باعث ہاتھ سے جانے دو۔ کیونکہ در اصل وہی آدمی راستباز کہلانے کا مستحق ہے۔ جس کے قدم آزمایش کے وقت متزلزل نہیں ہوتے۔ شیخ عبدالقادرؒ کا بچپن کا زمانہ تھا۔ تحصیل علم کے لئے جو چلے تو آپ کی والدہ ماجدہ نے چالیس اشرفیاں کہیں ان کے کپڑوں میں پوشیدہ طور پر سی دیں۔ کہ راستے میں نہ کھو جائیں جس قافلے کے ساتھ آپ سفر کر رہے تھے۔ اُس پر ڈاکہ پڑا۔ ڈاکوؤں کے سردار نے آپ سے مخاطب ہو کر کہا۔ لڑکے تمہارے

پاس بھی کچھ ہے۔آپ نے فوراً جواب دیا۔ ہاں چالیس اشرفیاں ہیں۔ اور وہ میرے کپڑوں میں سی ہوئی ہیں۔ڈاکو سمجھا۔ بچہ ہی تو ہے۔ شائد خوف زدہ ہو کر یوں ہی کہتا ہے۔اس پر آپ نے جھٹ پوشیدہ جگہ سے اشرفیاں نکال کر ایک ڈاکو کے سامنے رکھ دیں۔ ڈاکو نے تعجب زدہ ہو کر پوچھا۔میاں لڑکے! تمہیں ایسی کیا پڑی تھی۔جو خواہ مخواہ اشرفیاں نکال کر ایک ڈاکو کے سامنے رکھ دیں۔آپ نے کہا۔ مجھے میری والدہ کی نصیحت ہے۔کہ میں ہمیشہ سچ بولوں۔آپ کی صداقت کا ڈاکوؤں کے سردار پر اس قدر اثر ہوا۔کہ اس نے رہزنی سے توبہ کر لی +

مہاتما گاندھی اپنی صداقت کے باعث دوست دشمن سب کے ہاں عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ان کو نہ تو ملامت کا ڈر۔ اور نہ سزا کا خوف جادۂ حق سے ہٹا سکتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ یہ بظاہر کمزور اور ناتوان ہستی کروڑوں دلوں پر بے تیر و تفنگ حکومت کرتی ہے۔ آپ کا سچائی کا معیار عوام الناس سے اعلیٰ و ارفع ہے۔آپ کا قول ہے۔کہ اگر کوئی آدمی میرے سامنے آکر جھوٹ

بولتا ہے تو میں اس کو قصور وار نہیں گردانتا۔ بلکہ سمجھتا ہوں کہ ابھی میں پورے طور پر سچائی پر کاربند نہیں ہوں۔ ورنہ یہ شخص میرے سامنے جھوٹ بولنے کی جرأت نہ کرتا +

خود ضبطی کیرکٹر کا جزو اعظم ہے۔ غصہ میں اپنے آپ پر قابو رکھنا انسانیت کا مابہ الامتیاز ہے +

لڑائی کا میدان گرم ہے۔ حضرت علیؓ کے مدمقابل ایک دشمن آتا ہے۔ آپ اس کو گرا دیتے ہیں۔ اور اس کا سر قلم کرنے کے لئے اس کے سینہ پر چڑھ جاتے ہیں۔ دشمن آپ کے منہ پر تھوک دیتا ہے۔ اس کے بعد آپ فوراً اس کے سینے سے اتر آتے ہیں۔ دشمن کہتا ہے۔ اے علی! میرے تھوکنے سے تو تم کو اور زیادہ غصہ آنا چاہئے تھا۔ یہ کیا کہ مجھے سرے سے چھوڑ دیا۔ آپ نے جواب دیا۔ پہلے دشمنی تم سے خدا کے لئے تھی۔ اور اب ذاتی غصہ کا نتیجہ ہوگی +

اعلٰے سیرت وفاداری کے بغیر نا مکمل ہے۔ خلیفہ مہدی نے ایک شخص کو اس جرم میں قید کیا۔ کہ وہ اس کو عیسٰے بن زید کا جس

کو خلیفہ قتل کرنا چاہتا تھا۔ پتہ نہیں دیتا تھا۔ اُس
نے قید خانہ کی تکالیف نہایت صبر و استقلال کے ساتھ برداشت
کیں۔ لیکن اس بے گناہ کا پتہ نہ بتایا۔ آخر ایک دن خلیفہ نے
اس کو دربار میں بلا کر دھمکی دی کہ مجھے بھیلے کا پتہ بتا دو۔ ورنہ میں
تمہیں قتل کر دونگا لیکن اس شخص نے نہایت دلیری سے جواب
دیا میں قید خانہ میں ہوں مجھے کیا معلوم کہ وہ اب کہاں ہے۔
اور اگر مجھے پتہ بھی ہوتا۔ تو بھی اس بیگناہ کا خون ہرگز اپنی گردن
پر نہ لیتا۔ چنانچہ خلیفہ کے حکم سے اس کی گردن اُڑا دی گئی۔

وفاداری بشرط استواری اصل ایماں ہے
مرے بت خانہ میں تو کعبے میں گاڑو برہمن کو

ہمیں اپنی تشکیل سیرت میں خاص احتیاط و کاوش سے کام
لینا چاہئے۔ اپنے عادات و اطوار۔ چال چلن کو اخلاق کے
نہایت اعلےٰ معیار کے مطابق بنانے کی کوشش کرنا چاہئے۔ تاکہ ہم
میں ایمان داری۔ انصاف سچائی کے پاک اوصاف پیدا ہو جائیں۔
اور ہم اپنی زندگی کو خوشی اطمینان اور سکون قلب کے ساتھ

بسر کریں - اس میں شک نہیں کہ ہم کسی بات میں مکمل نہیں ہو سکتے - لیکن پھر بھی ہمیں اپنا کیرکٹر بنانے میں یہی نصب العین پیش نظر رکھنا چاہیئے - کہ ہم مکمل چال چلن کے مالک ہو جائیں - خدا نے ہمیں ضمیر ایک ایسا رہنما عطا کیا ہے - کہ اگر ہم اس کی صلاح سے نیکی اور راستی کی راہ اختیار کرنا چاہیں - تو ہم یقیناً منزل مقصود پر پہنچ سکتے ہیں ؀

اپنے خیالات کو ہمیشہ پاک اور اعلےٰ چیزوں میں لگائے رکھو کیونکہ جس آدمی کے خیالات بلند نہیں ہوتے - وہ ناپاک اور ادنےٰ باتوں کی طرف راغب ہو جاتا ہے ؀

اعلےٰ چال چلن ایسی قوت ہے - جس کے ذریعے دلوں پر حکومت کی جا سکتی ہے - دنیا کے جتنے ریفارمر گزرے ہیں - ان کی کامیابی کا سب سے بڑا راز ان کی بے لوث زندگی تھی انھوں نے روحانی قوت سے لوگوں کے دلوں کو مسحور کر لیا - اور تن تنہا دنیا کی کایا پلٹ کر دی ؀

۵ - خودداری

"تو اگر خوددار ہے منت کشِ ساقی نہ ہو

عین دریا میں حباب آسا نگوں پیمانہ کر" اقبال

"جو اپنی عزت آپ کرتا ہے۔ دوسرے بھی اس کی عزت کرتے ہیں"

"بندگی میں بھی وہ آزادہ و خودبیں ہیں کہ ہم

اُلٹے پھر آئے درِ کعبہ اگر وا نہ ہوا" غالب

"تو قدرِ خویش ندانی بہا ز تو گیرد

وگرنہ لعلِ درخشندہ پارۂ سنگ است" اقبال

"پہاڑ کی طرح وقار پیدا کرو۔ مٹی میں مل کر اپنی عزت نہ کھوؤ"

"شنیدم کرمکِ شب تاب میگفت نہ آں مورم کہ کس نالد ز نیشم

تواں بے منتِ بیگانگاں سوخت نپنداری کہ من پروانہ کیشم

اگر شب تیرہ تر از چشمِ آہوست

خود افروزم چراغِ راہِ خویشم" اقبال

"میں نے یہ سیکھا ہے کہ خدا کی وسیع زمین پر کوئی شخص کسی دوسرے کی مدد کرنے کا خواہشمند نہیں اور نہ کوئی اس قابل ہے۔ کہ کسی دوسرے کی مدد کر سکے"

"سحر در شاخسارِ بوستانے چہ خوش مے گفت مرغِ نغمہ خوانے

برآور ہر چہ اندر سینہ داری سرودے، نالۂ، آہے، فغانے"

اقبال

"خدا ان کی مدد کرتا ہے جو اپنی مدد آپ کرتے ہیں"

"غلام ہمت آں خود پرستم | کہ با نور خودی بیند خدا را" اقبال

"جو ماں کی گدائی سے تو منزل شکست | مور بے پر! حاجتے پیش سلیماں مبر"

[illegible]

توفیق باندازۂ ہمت ہے ازل سے
آنکھوں میں ہے وہ قطرہ کہ گوہر نہ ہوا تھا — غالب

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

"ہمت عالی تو دریا بھی نہیں کرتی قبول
غنچہ ساں غافل! ترے دامن میں شبنم کب تلک" — اقبال

"ہنگامۂ زبونیٔ ہمت ہے انفعال
حاصل نہ کیجے دہر سے عبرت ہی کیوں نہ ہو"

غالب

" اپنے تئیں ہر صعوبت ہر مصیبت ہر امتحان اور ہر آزمائش میں قائم رکھنا۔ غیرت اور حمیت ہاتھ سے نہ دینا۔ اللہ پر بھروسہ رکھنا۔ ہر رنگ میں عصمت عظمت۔ وقار۔ اکرام و احترام کا خواہشمند رہنا۔۔ اور اس کی لے میں لگاتار چلے جانا۔ اور اس انہماک سے نہ گھبرانا شخصی اور قومی رنگ میں ایک خودداری ہے۔ خودی اور خودداری میں تکلیفات اور نقصانات بھی اٹھانے پڑتے ہیں۔ ان سے ڈر کر رشتہ خطمی ہو جانا خود کو بزدل ثابت کرنا ہے۔ دوسرے الفاظ میں خودی کا مفہوم مقابلہ کا مقصد وہ نہیں سمجھا گیا بلکہ تحمل بردباری اور اس کے ساتھ استقامت و طمانیت ایک مخصوص خودی ہے "۔

خوددار وہ لوگ ہیں جو تنگی فراخی ہر حالت میں عزت و آبرو سے زندگی بسر کرتے ہیں جن کا دست سوال سخت سے سخت مشکل میں بھی کسی کے آگے دراز نہیں ہوتا۔ جو استقلال کے ساتھ اپنی عزت کو سخت مصیبت میں بھی قائم رکھتے ہیں۔

ابراہیم حربی بغداد کا مشہور ادیب اور شاعر تھا۔ اس کا مکان

خلیفۂ وقت کے پاس تھا۔ مگر وہ اس قدر خود دار تھا۔ کہ عمر بھر خلیفہ کے دربار میں نہیں گیا۔ ایک دفعہ ابراہیم بیمار ہوگیا۔ گھر میں کھانے پینے کو کچھ نہ تھا۔ خلیفہ نے ایک ہزار اشرفی کا توڑا بھیجا۔ اس کی بیٹی نے باصرار کہا کہ ہم اس وقت ضرورتمند ہیں۔ اسے لے لینا چاہئے۔ لیکن اس نے یہ کہ کر اپنے سے انکار کیا۔ کہ خیرات فقیروں اور بینواؤں کے لئے ہے چونکہ ہم فقیر نہیں ہیں اس لئے اس کے مستحق نہیں ✤

ایک وہ وقت تھا۔ کہ انگلستان میں مصنفوں کی حالت نہایت قابل رحم تھی مفلسی نے ان کا ایسا ناک میں دم کیا تھا کہ ان کو دو وقت پیٹ بھر کر کھانا بھی نصیب نہیں ہوتا تھا وہ دوکانوں کے تختوں پر لیٹ کر یا بازاروں میں گھوم گھام کر رات بسر کرتے تھے۔ یہ حالت صرف معمولی درجہ کے مصنفین کی ہی نہ تھی۔ بلکہ اس زمرے میں وہ تمام مصنفین بھی شامل ہیں جن کی تصانیف آج انگریزی ادب کے لئے ایڈ تاز ہیں۔ اس زمانہ میں ایک شہیر مرد جو بعد ازاں علمی دنیا میں ڈاکٹر جونسن کے نام

سے مشہور ہوا۔ لنڈن میں آیا۔ تاکہ تصنیف سے اپنا گزارہ کرے۔ اُس نے اپنے خوددارانہ طرزِ عمل سے تصنیف و تالیف کی کایا پلٹ کردی۔ گو اُسے افلاس اور طرح طرح کی مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ لیکن اس نے خودداری کو کبھی ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ ایک دفعہ جب اُس کے پاؤں میں جوتا نہ تھا۔ تو ایک دوست جوتوں کا جوڑا اس کی غیر حاضری میں اُس کے مکان پر اس خیال سے چھوڑ گیا۔ کہ شاید جونسن اس کو استعمال میں لے آئے مگر جب جونسن کو معلوم ہوا۔ کہ کوئی شخص اُس کو مفلس سمجھ کر جوتوں کا جوڑا اس کے لئے چھوڑ گیا ہے۔ تو اُس نے فوراً اُس کو مکان سے باہر پھینک دیا۔ الغرض اس شیر مرد نے کسی حالت میں بھی خودداری کو ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ جونسن جیسے بزرگوں کے خوددارانہ طرزِ عمل کا نتیجہ ہے۔ کہ اب انگلستان میں تصنیف و تالیف کی اتنی وقعت ہے ✣

خوددار آدمی کو کسی قسم کا دنیاوی جاہ و جلال مرعوب نہیں کر سکتا۔ اس کی نظر میں شاہ و گدا سبھی ایک جیسے ہوتے ہیں۔

یونانیوں نے ایک بہت بڑا جلسہ کیا - اور اس میں سکندر کو اپنا
سپہ سالار تسلیم کیا - اس موقع پر سکندر کے پاس تمام اطراف
سے امرا و حکما آتے اور اُسے مبارکباد دیتے - مگر امید کے خلاف
حکیم دیو جانس کلبی جو کسی قریب جگہ مقیم تھا نہ آیا - سکندر خود ایک
دن اُس کے پاس گیا - اور اُسے دھوپ میں بیٹھے دیکھا -
جب بہت سی بھیڑ اُس کے ارد گرد جمع ہوگئی - تو اُس نے
بھی لیٹے لیٹے ذرا گردن اُٹھائی - اور سکندر پر نظر ڈالی - سکندر
نے محبت کے لہجے میں کہا - کہ آپ کو کسی بات کی خواہش ہو - تو
فرمائیے - دیو جانس نے جواب دیا - ہاں! میں چاہتا ہوں -
کہ آپ دھوپ چھوڑ کے ذرا علیحدہ ہو جائیں - اس جواب سے
سکندر متحیر ہو گیا - اور یہ دیکھ کر کہ اتنے بڑے فرمانروا کی یہ شخص
پرواہ نہیں کرتا - اس کی عظمت کا ایسا قائل ہوا کہ واپسی
میں اپنے ساتھیوں سے جو حکیم موصوف کی مردم آزاری
پر قہقہے اُڑا رہے تھے - کہنے لگا کہ واللہ! اگر میں سکندر
نہ ہوتا - تو دیو جانس بننے کی آرزو کرتا ؏

خودداری کے لئے لابدی ہے۔ کہ "ہم اپنی مدد آپ" کے زریں
اصول پر کاربند رہیں۔ جو شخص اپنی مدد آپ نہیں کرتا۔
بلکہ دوسروں کے سہارے جیتا ہے۔ وہ بے مدد اور بے عزت
ہو جاتا ہے۔ وہ دنیا میں کسی قسم کی اخلاقی یا مادی ترقی نہیں
کر سکتا۔ اسی طرح اگر کسی قوم کے افراد میں اپنی مدد آپ کرنے
کا جوش نہ ہو۔ تو وہ قعر ذلت میں گر جاتی ہے۔ مشرق کے "تنزل
اور مغرب کی ترقی کا راز صرف اس نکتہ میں مضمر ہے۔ کہ ہمارے
ہاں ہمیشہ دوسروں پر بھروسہ کیا جاتا ہے۔ لیکن اس کے برعکس
مغرب کی تمام قومیں اپنی مدد آپ کرتی ہیں۔ ہمارے نوجوانوں کے
سامنے امریکہ کے طلبا کا نمونہ خصوصاً قابل تقلید ہے۔ وہاں
طلبا کا بیشتر حصہ اپنی تعلیم کے مصارف کا خود متحمل ہوتا ہے۔ وہ
اس امر کو باعث ننگ نہیں سمجھتے کہ فرصت کے وقت میں کام کر کے
اپنے اخراجات کے لئے روپیہ پیدا کریں۔ بلکہ وہ اس پر فخر کرتے ہیں
مشرق میں اوّل تو ایسا شاذ ہوتا ہے۔ کہ کوئی طالب علم اپنے خرچ
کا خود ذمہ دار ہو۔ لیکن جو چند طلبا افلاس کے باعث ایسا کرتے

بھی ہیں۔ تو خود بھی اس کو عار سمجھتے ہیں۔ اور اس لئے اس امر کو چھپانے کی کوشش کرتے ہیں۔ دوسرے بھی ان کو ذلیل سمجھتے ہیں۔ اور اُن سے دُور دُور رہتے ہیں۔ حالانکہ قوم کے لئے ان باہمت نوجوانوں سے بڑھ کر اور کوئی افراد زیادہ مفید نہیں ہوتے "اپنی مدد آپ" کے اصول کو ان دو مختلف زاویۂ نگاہ سے دیکھنے کا نتیجہ بھی دنیا پر عیاں ہے۔ امریکہ دنیا کے تمام ممالک میں بہ لحاظ دولت۔ ثروت تعلیم۔ تہذیب اور ایجاد کے ممتاز ہے لیکن ہندوستان اور ایشیا کے دوسرے ممالک بہت افلاس زدہ ہیں بیشک مانگنا ایک ذلیل کام ہے۔ اور اس سے ہر ایک کو عار آنی چاہیے۔ لیکن اپنے مصارف کے لئے کام کر کے (خواہ وہ سر پر بوجھ اُٹھانے کا کام کیوں نہ ہو) روپیہ پیدا کرنا قابل فخر ہے۔ چہ جائیکہ اس میں کسی قسم کی بےعزتی ہو۔

گارفیلڈ ہیرم کے مدرسہ میں تعلیم حاصل کرنا چاہتا تھا۔ وہ بالکل نادار اور مفلس تھا۔ اس لئے ظاہرا کوئی صورت نظر نہ آتی تھی۔ جس سے وہ تعلیم کے اخراجات ادا کر سکے۔ لیکن چونکہ

اس نے اوائل عمر سے اپنی مدد آپ کرنے کا اصول سیکھ لیا تھا اس لئے جونہی وہ مجلس انتظامیہ کے روبرو حاضر ہوا۔ اس نے کہا "صاحبان! مجھے تعلیم حاصل کرنے کا بہت شوق ہے۔ میں غریب ہوں لیکن میں محنت سے اپنا گزارہ کر سکتا ہوں۔ میری تمنا ہے۔ کہ مدرسہ کی گھنٹی بجانے اور جھاڑو دینے کا کام میرے سپرد کر دیا جائے۔ تاکہ میں اس طرح اپنی تعلیم کا کچھ خرچ ادا کر سکوں۔ ایک ممبر نے کہا۔ ہم کو کیسے معلوم ہو کہ تمہارا کام ہماری مرضی کے مطابق ہوگا۔ گارفیلڈ نے کہا۔ پہلے مجھے آزما لو۔ دو ہفتے تک مجھ کو امتحاناً رکھو۔ اگر کام آپ کے حسب منشاء ہوا تو بغیر کچھ کہے سنے خود بخود چلا جاؤنگا"

دادا بھائی نوروجی اپنے بچپن کا ایک واقعہ لکھتا ہے "مجھے یاد ہے۔ کہ جب میں مدرسہ میں تھا تو امتحان میں میرے ایک ساتھی نے حساب کی کتاب کے سب سوالات رٹ لئے۔ وہ جماعت میں اوّل رہا اور انعام لے گیا۔ حالانکہ مجھے پوری توقع تھی۔ کہ میں اس انعام کو حاصل کرونگا۔ جب تقسیم

انعامات کے وقت اس سے کتاب سے باہر سوالات پوچھے گئے
تو وہ گھبرا گیا۔ اور جواب نہ دے سکا۔ میں اس موقعہ کو غنیمت
جان کر فوراً لڑکوں کی صفوں کو چیرتا ہُوا ممتحن کے پاس گیا۔
اور اس سوال کا جواب دیا۔ اسی وقت مجھے انعام دیا گیا۔

وہ نوجوان جو دوسروں کا منہ تکتے رہتے ہیں۔ اور اوروں
کے سہارے پر کھڑا ہونا چاہتے ہیں۔ دنیا میں کسی کام کے
نہیں ہوتے۔

ایک نوجوان دریا کے پل پر کھڑا ہو کر بے پرواہی سے
ماہی گیروں کو دیکھ رہا تھا۔ وہ مفلس نادار اور پژمردہ خاطر تھا۔
آخر کار اس نے ایک مچھلیوں کے بھرے ہوئے ٹوکرے کے
پاس جا کر آہ کھینچی۔ اور بصد حسرت کہا۔ اے کاش! یہ
مچھلیاں میری ہوتیں۔ تو میں اپنے آپ کو بڑا خوش نصیب تصور کرتا۔
کیونکہ پھر میں ان کو بیچ کر خوراک خرید سکتا۔ اتفاقاً مچھلیوں
کے مالک نے نوجوان کے الفاظ سن لئے۔ اس نے کہا میں
تمہیں اتنی اور ایسی ہی عمدہ مچھلیاں دونگا۔ بشرطیکہ تم

میرا تھوڑا سا کام کر دو۔ نوجوان نے کہا۔ فرمائیے۔ مالک نے
کہا کہ میں ذرا ایک پیغام پہنچانے کے لئے جا رہا ہوں میرے
واپس آنے تک ڈور کا خیال رکھنا۔ نوجوان فوراً راضی ہو گیا
بوڑھا مالک چلا گیا۔ نوجوان نے دیکھا۔ کہ مچھلیاں پھنستی جاتی
ہیں وہ مچھلیاں پکڑنے میں اس قدر مصروف ہوا کہ اس کا نظم
غلط ہو گیا۔ جب مالک واپس آیا۔ تو نوجوان نے کافی مچھلیاں
پکڑ لی تھیں۔ اور بہت۔ مالک نے اس کو سب ذخیرہ ہو کر
جمع کر مچھلیاں دیں۔ پھر نوجوان کو کہا۔ میں اپنے وعدے کو انہی
مچھلیوں سے پورا کرتا ہوں۔ جو تم نے پکڑی ہیں۔ اس سے
میرا مقصد یہ تھا۔ کہ تمہیں ایک سبق سکھلاؤں۔ جب تک
دوسروں کو وہ چیز حاصل کرتے ہوئے دیکھتے ہو جس کی تمہیں
ضرورت ہے۔ تو تمہیں ہاتھ پاؤں توڑ کر وقت ضائع نہیں کرنا
چاہئے۔ بلکہ اپنی مدد کرنے کے لئے خود اسی طرح کام شروع کر دو
جس طرح اور کرتے ہیں ٭

دنیا میں اس سے بڑھ کر اور کوئی افسوسناک نظارہ نہیں۔

کہ ایک تندرست ہٹا کٹا نوجوان ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر اوروں
کا منہ تکتا رہے۔ اور منتظر رہے۔ کہ دوسرے اس کی مدد کریں۔
ایک حکیم کا کیا عمدہ قول ہے "ہمارا کیا حق ہے۔ کہ ہم
انسان کہلائیں جب تک کہ ہم ہر ایک کام میں کامیاب نہ ہوں"
کامیابی کے لئے خود اعتمادی سے بڑھ کر اور کوئی شے نہیں۔ وہ
شخص ہمارا سب سے بڑا دشمن ہے۔ جو ہمارے اس بھروسہ
کو جو ہمیں اپنی ذات پر ہے۔ توڑ دیتا ہے کیونکہ جب
خود اعتمادی گئی تو جان رکھو۔ کہ تمہاری تمام قوت چلی گئی تمہیں
چاہئے۔ کہ اپنی طاقتوں کا خوب اندازہ لگا لو۔ پھر اپنے اوپر بھروسہ
کرکے خدا کا نام لے کر اس کام کو شروع کردو۔ جس کے
کرنے کا تم نے تہیہ کیا ہے۔ تمہارے ارادے میں تزلزل کی وجہ
صرف یہ ہے کہ تمہیں اپنی مخفی طاقتوں کا احساس نہیں ہے۔

آشنا اپنی حقیقت سے ہو اے دہقاں ذرا
دانہ تو کھیتی بھی تو باراں بھی تو حاصل بھی تو

اور سے

اپنی اصلیت سے ہو آگاہ اے غافل کہ تو
قطرہ ہے لیکن مثالِ بحرِ بے پایاں بھی ہے

نپولین اعظم اپنی فوج کو ایلپس کے دوسری طرف پہنچانا چاہتا تھا۔ لوگوں نے کہا۔ کہ راستے میں بڑا اونچا پہاڑ ہے۔ نپولین نے جواب دیا کچھ پرواہ نہیں۔ اگر ایلپس میرے راستے میں حائل ہے۔ تو یا ایلپس مجھے راستہ دیگا۔ یا میرے رستے میں نہ رہیگا ٭

اگر کچھ کرنا چاہتے ہو۔ تو پہلے اپنی ذات پہ بھروسہ کرنا سیکھو کوئی بڑا کام اس کے بغیر پایۂ تکمیل تک نہیں پہنچ سکتا۔ موجودہ تہذیب صرف ان اشخاص کی کوششوں کا نتیجہ ہے جنہیں اپنے اوپر اعتماد کلی تھا۔ کہ جو کام ہم کرنا چاہتے ہیں۔ ہم اس کے اہل ہیں۔ اگر وہ استقلال اور دل جمعی سے اس کام کو پایۂ تکمیل تک نہ پہنچاتے۔ جس کے صحیح ہونے کا انہیں یقین تھا۔ تو دنیا اتنی ترقی نہ کرتی ٭

ہمیں اس بات کی ہرگز پرواہ نہ کرنا چاہئے۔ کہ دوسرے لوگوں کو ہمارے اور ہمارے ارادوں کے متعلق کیا خیال ہے

بیشک وہ ہمیں وہمی ۔ مجنون وغیرہ خطابات سے یاد کریں
لیکن ہمیں یاد رکھنا چاہئے ۔ کہ دنیا کو ہلا دینے والی ہستیاں
بھی شوریدہ سر تو ہیں ۔ ہمیں اپنے اوپر بھروسہ رکھنا چاہئے
کیونکہ اگر ہم اعتماد نفسی کو چھوڑ دینگے ۔ تو گویا ہم اپنی
اصلیت کو کھو دینگے ۔ کوئی شخص کوئی نصیحت ہمارے اس
بھروسے کو جو ہمیں اپنی ذات پر ہے متزلزل نہ کرے ۔ ہم اپنا مال اپنی
عزت اپنی شہرت اور دوسرے لوگوں کا اعتبار کھو دیں ۔ تو کھو دیں
لیکن اگر ہم اپنے اعتماد نفسی کو ضائع نہ کریں ۔ اور مستقل مزاج رہیں
تو دنیا ایک نہ ایک دن ہمارے آگے سر تسلیم خم کر دیگی ؛

ایک دفعہ ایک سپاہی نپولین کے پاس پیغام پہنچانے
کے لئے اس سرعت سے گھوڑا دوڑاتا ہوا آیا کہ آتے ہی
گھوڑا زمین پر گر کر مرگیا ۔ نپولین نے اسی وقت خط کا
جواب لکھا اور قاصد کے حوالے کیا ۔ اور اس کو حکم دیا
کہ میرے گھوڑے پر سوار ہو کر جس قدر تیزی سے ہوسکے
منزل مقصود پر پہنچ جاؤ ؛

قاصد نے شاندار گھوڑے اور اس کے نفیس ساز و سامان کی طرف دیکھا۔ اور کہا حضور! یہ گھوڑا اتنا نفیس ہے کہ مجھ جیسے معمولی سپاہی کے شایاں نہیں ہے ٭

نپولین نے جواب دیا۔ کوئی شے ایسی عمدہ اور شاندار نہیں جو ایک فرانسیسی سپاہی کے شایان شان نہ ہو ٭

دنیا ایسے لوگوں سے بھری پڑی ہے جو اس فرانسیسی سپاہی کی طرح اپنے آپ کو بہت حقیر سمجھتے ہیں۔ وہ نہیں جانتے کہ یہ خودداری کے کتنا منافی ہے۔ کہ ہم اپنی قدر نہ پہچانیں ؎

کیوں گرفتار طلسم ہیچ مقداری ہے تو
دیکھ تو پوشیدہ تجھ میں شوکتِ طوفاں بھی ہے

انہیں چاہئے۔ کہ وہ اس طلسم کو جو انہیں اپنی قدر پہچاننے سے روکتا ہے۔ توڑ ڈالیں۔ اور اپنی شان کو پہچانیں۔ کیونکہ جیسا تم اپنے آپ کو خیال کرو گے ویسے ہی تم ہو جاؤ گے۔ اگر تم اپنے خیال میں اپنے آپ کو بونا تصور کرتے ہو۔ تو دنیا کی کوئی طاقت تمہیں دیو نہیں بنا سکتی ٭

اکثر اشخاص کو شروع سے یہ تعلیم دی جاتی ہے۔ کہ دنیا کی اعلے
چیزیں اُن کے لئے نہیں۔ بلکہ یہ نعمتیں ان چند اشخاص کا حصہ
ہیں۔ جن پر قسمت کی خاص نظرِ عنایت ہوتی ہے۔ ان کی زندگی
اسی وہم میں گزر جاتی ہے۔ کہ وہ بالکل حقیر ہیں۔ اس کا نتیجہ
یہ ہوتا ہے۔ کہ وہ واقعی حقیر بن جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر
اشخاص جن میں بڑے بڑے کام کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے
بالکل ادنےٰ اور معمولی کاموں میں لگے رہتے نہ تو ان میں اتنا
شوق تقاضا ہوتا ہے۔ کہ وہ دنیا کی نعمتوں سے اپنا حصہ طلب
کریں۔ اور نہ وہ یہ جانتے ہیں۔ کہ اپنی مستتر طاقتوں کو
اپنے اندر سے باہر نکالیں۔ ؎

تو ہی ناداں چند کلیوں پر قناعت کر گیا
ورنہ گلشن میں علاجِ تنگیٔ داماں بھی ہے

میری کوریلی کا قول ہے ؎ اگر ہم اپنی قدر و قیمت
مشتِ خاک کے برابر سمجھینگے۔ تو وہ اشخاص جو ہم سے زیادہ
من چلے ہیں۔ ہم کو مٹی کا انبار سمجھ کر پاؤں کے نیچے روند

ڈالینگے ۔

نہیں یہ شانِ خودداری چمن سے توڑ کر تجھ کو
کوئی دستار میں رکھ لے کوئی زیبِ گلو کر لے

یہ خود اعتمادی ہی تھی جس نے کولمبس کو سہارا دیا ۔ جب ہسپانیہ کے دربار نے اس کی تجویز کو حقارت سے مسترد کر دیا ۔ پھر جب سمندر میں ملاحوں نے اس کے خلاف بغاوت کی ۔ تو یہی اعتماد نفس تھا جس نے اس کو اپنے ارادے سے ہٹنے نہ دیا ۔ حالانکہ ملاح ارادہ کر چکے تھے کہ اسے سمندر میں پھینک دیں ۔ وہ ہر روز روزنامچہ میں لکھتا گیا "آج ہم نے اپنے جہاز کا رُخ مغرب کی طرف کیا ۔ اور یہی ہمارا مقصود تھا" ۔ یہی اعتماد نفس تو تھا جس نے طارق کو اندلس کے کنارے کشتیاں جلانے پر آمادہ کیا ۔ اسی نے سکندر کو سارے جہان کی فتح پر اُبھارا ۔ اسی نے سیزر کو روضۃ الکبرٰے کی مجلس کے برخلاف دریائے روبی کن کو عبور کرایا ۔ اسی نے جون آف آرک ایسی دہقان لڑکی کو آزمودہ کار دشمن پر فتح دی ۔ اسی نے شیر خاں کو معمولی

سپاہی کے درجہ سے بلند کر کے ہمایوں کے مقابلہ پر لا کھڑا کیا اور پھر شیر خاں سے شیر شاہ بنا دیا۔ یہ اعتماد نفس ہی کے کرشمے ہیں جنہوں نے نادر گڈریئے کو نادر شاہ بنا دیا۔

حضرت عمرؓ کو اپنی ذات مبارک پر پورا اعتماد تھا۔ آپ نے مسند خلافت پر بیٹھنے سے پہلے ہی یہ فرما دیا تھا "کہ اگر مجھ کو یہ امید نہ ہوتی کہ میں تم لوگوں کے لئے سب سے زیادہ کارآمد اور اہم امور کے لئے سب سے قوی بازو بنوں۔ تو میں اس منصب کو ہرگز قبول نہ کرتا"۔

خود اعتمادی کی وجہ سے تمام ایجادیں ظہور پذیر ہوتی ہیں۔ اگر موجد کو اپنے اوپر بھروسہ نہ ہو۔ تو دنیا کی طعن و تشنیع سے دل برداشتہ ہو کر وہ اس چیز کے ایجاد کرنے کا کبھی خیال نہ کرے۔ جس کو سوائے اس کے ہر ایک ناممکن قرار دیتا ہے۔

ہم میں بڑا نقص یہی ہے۔ کہ ہم اپنے آپ کو ناچیز خیال کرتے ہیں۔ کاش ہم جانتے کہ ہم میں قدرت نے کیا کیا طاقتیں ودیعت کر رکھی ہیں پھر ہم کبھی اپنے آپ کو کم مایہ نہ سمجھتے۔ ترقی اور شے

ہماری ترقی میں سدِراہ نہیں ہوتی - جتنا یہ وہم ہیچ مقداری ◆
اس جہان میں کوئی ایسی طاقت نہیں - جو کسی شخص کو اس
کام کے کرنے میں مدد دے سکے جس کو وہ بزعم خود ناممکن سمجھتا
سمجھتا ہو ◆

یاد رکھو کہ تمہاری زندگی کے تمام واقعات کا اصلی سبب
خود تمہارے اندر موجود ہے - اس لئے تمہیں اپنی قوت پر
کامل بھروسہ رکھنا چاہئے - تمہیں اس بات پر یقین رکھنا چاہئے
کہ تمہاری قسمت خود تمہارے ہاتھ میں ہے - اور یہ کہ تمہارے
اندر قدرت نے ایسی طاقت چھپا رکھی ہے - کہ اگر اس
کو بیدار کیا جائے - اور اس کی نشو و نما کی جائے - اور
اس کے ساتھ ہی ایمانداری سے محنت کی جائے - تو تم نہ
صرف ایک شریف ہستی بن جاؤ گے - بلکہ تمہاری زندگی
کامیاب اور خوشی سے لبریز ہو جائیگی ◆

یہ شک، بزدلی تکے - بزدلی اور نامردی ہے - جو ہمیں
پستی کی طرف کھینچتی ہے - اور ہمیں نہایت معمولی

باتوں میں لگائے رکھتی ہے۔ حالانکہ ہم میں بڑے بڑے کام کرنے کی اہلیت ہوتی ہے۔ اس کے برعکس اگر ہم اپنے خدا پر اور اپنی ذات پر بھروسہ رکھ کر کام کرنا شروع کردیں۔ تو یہ اعتماد ہمارے راستے سے مشکلات کے پہاڑوں کو خس و خاشاک کی طرح اُڑا دیگا۔ اور ہم نہایت شاندار طریقہ سے اپنی منزل مقصود کی طرف گامزن ہو جائینگے ؞

۶- جدّ و جہد

"انسان کو اتنا ہی ملیگا - جتنی اس نے کوشش کی"۔ القرآن

"گوہر مقصود خود ملتا ہے ہمت شرط ہے
مضطرب رہتا ہے ہر موتی ابھرنے کے لئے" جوش

"خدا ہر پرند کو خوراک دیتا ہے لیکن وہ اس خوراک کو اس کے منہ میں نہیں ڈالتا"۔

"ہوا کچھ وہی جس نے یاں کچھ کیا ہے لیا جس نے پھل بیج بو کر لیا ہے
کرو کچھ کہ کرنا ہی کچھ کیمیا ہے مثل ہے کہ کرتے ہی کی بدیا ہے
یونہی وقت سو سو کے ہیں جو گنواتے
وہ خرگوش کچھوؤں سے ہیں زک اٹھاتے" حالی

"جو کچھ ترقی میں نے کی ہے - وہ محض میری ذاتی کوشش کا نتیجہ ہے"
ہمفری ڈیوی

"میدانِ سعی میں نہ تگ و دو سے ہو گریز پڑ جائے آبلہ تو گہر ہی سمجھ اسے" دل محمد

"حرکت میں برکت ہے"۔

"ز شرر ستارہ جویم ز ستارہ آفتابے سرِ منزلے ندارم کہ بمیرم از قرارے" اقبال

"زندگی ہاتھ پاؤں ہلانے کا نام ہے"۔

"میارا بزم بر ساحل کہ آنجا نوائے زندگانی نرم خیز است
بدریا غلط و با موجش در آویز حیاتِ جاوداں اندر ستیز است" اقبال

"انسان کا کام کوشش کرنا ہے - پورا کرنا اللہ کا کام ہے"۔

"در دشتِ جنونِ من جبریل زبوں صیدے
یزداں بکمند آور اے ہمتِ مردانہ"

"جس نے کوشش کی اس نے پھل پایا"۔

"رہیگا بے پر و بالی پہ قفس میں کب تک
ہے اگر خواہش پرواز تو پر پیدا کر" سالک

"تیمور نے اک مورچہ زیر دیوار | دیکھا کہ چڑھا دانے کو لے کر سو بار
آخر سر بام سے پہنچا - تو کہا | مشکل نہیں کوئی پیش ہمت دشوار" حالی

"کوشش میں ہے شرط ابتدا انساں سے | پھر چاہیئے مانگنی مدد یزداں سے
جب تک کہ نہ کام دست و بازو سے کیا | پائی نہ نجات نوح نے طوفاں سے"

"توفیق باندازہ ہمت ہے ازل سے | آنکھوں میں ہے وہ قطرہ کہ گوہر نہ ہوا تھا"
غالب

"بجائے اس کے کہ ہم قسمت کا شکار بنیں ہم قسمت کو حسب منشا بدل سکتے ہیں"

"یہ گھڑی محشر کی ہے تو عرصۂ محشر میں ہے
پیش کر غافل! عمل کوئی اگر دفتر میں ہے" اقبال

قدرت آدمی کو پکار پکار کر کہہ رہی ہے - کام کرو ہر گھڑی اور ہر لحظہ کام کرو - اس کی مزدوری تمہیں ملے یا نہ ملے صرف اس امر کو ملحوظ رکھو - کہ تم کچھ کرتے ضرور ہو - پھر اس کا انعام تمہیں یقینی طور پر مل جائیگا - تمہیں یہ پرواہ نہ کرنی چاہیئے کہ تمہارا کام نرم ہے یا سخت کھیت میں ہل چلانا ہو - یا کرسی پر بیٹھ کر کام کرنا شرط صرف یہ ہے - کہ کام اس طرح ایمانداری سے کیا جائے کہ تمہارا ضمیر مطمئن ہو جائے - اس کا خیال نہ کرو - کہ تمہیں شکست ہوئی ہے - یا

فتح۔ کیونکہ تم فتح حاصل کرنے کے لئے پیدا ہوئے ہو۔ کسی
کام کو عمدہ طور سے سرانجام دینا بذات خود بہت بڑا معاوضہ ہے۔
کولمبس ہندوستان کی تلاش میں گھر سے نکلا۔ سمندر میں اُسے
طرح طرح کی تکالیف کا سامنا کرنا پڑا۔ خود اس کے ساتھیوں نے
بغاوت کرکے اُسے مار ڈالنے کی ٹھانی۔ مگر وہ ہمت کا پتلا
اپنے ارادے پر ڈٹا رہا۔ آخر نئی دنیا دریافت کرکے اپنے نام
کو زندہ کر گیا۔ صانع حقیقی سے محنت کی داد ضرور ملتی ہے ؎

کوئی قابل ہو تو ہم شان کئی دیتے ہیں
ڈھونڈنے والوں کو دنیا بھی نئی دیتے ہیں

کامیابی کے لئے محنت اشد ضروری ہے۔ وہ محنتی آدمی
جو ذہین نہ ہو۔ اس ذہین آدمی سے جو محنتی نہ ہو۔ یقیناً زیادہ
کامیاب ہوگا۔ ڈیموستھینز کو اپنے ہمعصروں پر جو تفوق فن
تقریر میں حاصل تھا۔ وہ صرف محنت کی طفیل تھا۔ جب
دوسرے آدمی سوتے تو وہ راتوں جاگ کر محنت کرتا۔
البیرونی تلاش علم میں بغداد سے نکل کر ہندوستان آیا۔ اور

سنسکرت سیکھنے کا ارادہ کیا۔ ہندوستانیوں کے تعصب کے باعث اس کے راستے میں طرح طرح کی رکاوٹیں حائل ہوئیں۔ لیکن وہ برابر کوشش کرتا رہا۔ حتیٰ کہ بالآخر سنسکرت کا علامہ ہوگیا۔ کمال حاصل کرنے کے لئے جان توڑ کوشش۔ ان تھک ہمت۔ عزم راسخ۔ اور ثبات و استقلال کا ہونا لابدی ہے۔ جس طرح دریائے علم ناپیدا کنار اور لامحدود ہے۔ اسی طرح سے اس کی طلب کے لئے ہمت و کوشش بھی بے پایاں اور لامتناہی درکار ہے"+

سر سریندر ناتھ بینرجی کی ترقی کا باعث ان کی ان تھک محنت اور کام میں ہمہ تن مصروفیت تھی۔ آخری عمر تک باوجود پیرانہ سالی کے نہایت محنت سے کام کرتے رہے۔ رپن کالج آپ کی ہمت محنت و کوشش کا بیّن ثبوت ہے +

جو اشخاص شہرت کے آسمان پر آفتاب ہو کر چمکے ہیں۔ ان کے سوانح کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ اپنے مقصد کے حاصل کرنے کے لئے دن رات ان تھک محنت کرتے رہے۔

لیکن وہ نوجوان جو عموماً سست اور کاہل ہوتے ہیں۔ اپنے زعم میں یہ خیال کرتے ہیں۔ کہ ان کی ترقی کا سبب ان کی وہبی ذہانت اور ذکاوت تھی۔ نہ اُن کی ذاتی کوشش۔ یہ خوب سمجھ لینا چاہئیے کہ جتنا کوئی شخص سست اور کاہل ہوگا۔ اتنا ہی وہ اس بات کا قائل ہوگا۔ کہ بڑے بڑے کام صرف ذہین اشخاص ہی کر سکتے ہیں۔ ذہانت کیا ہے؟ انتہا درجے کی کاوش کرنے کی اہلیت کا دوسرا نام ہے۔ کاش! ان سست اور کاہل نوجوانوں کو ان تکالیف۔ ان مصائب اور ان ناکامیوں کا علم ہوتا جو بڑے کام کرنے والی ہستیوں کے سد راہ ہوتے ہیں۔ تو یقیناً ان کی ڈھارس بندھ جاتی۔ اور وہ بھی کام کرنے کے لئے کمر ہمت باندھ لیتے ۔

علم ادب کے کارناموں کو سرانجام دینے کے لئے ایک ایک لفظ ایک ایک فقرے کو بار بار لکھنا پڑتا ہے ہم اس بات کا مشکل سے یقین کر سکتے ہیں۔ کہ علم ادب کے وہ انمول موتی جو آج زمانے کی دست برد سے بچ کر ہم تک پہنچے ہیں کس قدر محنت اور کاوش کا نتیجہ ہیں۔ ڈکنز جو انگریزی زبان کے ناول نویسوں میں

ممتاز حیثیت رکھتا ہے - اس قدر محنت کرتا تھا کہ اس کا جسم بہت لاغر اور نحیف ہوگیا تھا - حتیٰ کہ ایک دفعہ اس کی خادمہ نے اس کے جسم کی کمزوری دیکھ کر کہا "آپ کا چہرہ اس قدر اترا رہتا ہے - جیسے قبر سے مردہ نکل آیا ہو" گبن نے "تاریخ عروج و زوال سلطنت روم" پورے بیس سال میں ختم کی - افلاطون نے "جمہوریت" کا پہلا فقرہ نو مختلف طریقوں سے لکھا جب کہیں جاکر اس کی تسلی ہوئی - روسو جس کی تصنیف نے فرانس میں انقلاب عظیم پیدا کر دیا - کہتا ہے "میرے مسودات کے دیکھنے والے کاٹے ہوئے الفاظ سطروں کی الجھن - اس بات کی شاہد ہے - کہ میں نے ان کے لکھنے میں کتنی کاوش اور محنت سے کام لیا میرا کوئی مسودہ بھی ایسا نہیں جسے چھاپہ خانہ میں بھیجنے سے پیشتر چار یا پانچ دفعہ لکھنا نہ پڑا ہو بعض اوقات میں کئی کئی دن صرف ایک فقرے کے سوچنے میں صرف کر دیتا تھا" سرسید اپنی مشہور کتاب "خطبات احمدیہ" کی تصنیف کے متعلق یوں لکھتے ہیں - میں رات دن اس کے لکھنے میں مصروف

اٹھنا بیٹھنا، سیر سپاٹے، آنا جانا، ملاقات وغیرہ سب کچھ اس کی خاطر
ترک کر دیا تھا۔ شیخ الرئیس بوعلی سینا جب الہیات کی جانب
راغب ہوئے۔ تو کتاب "ما بعد الطبیعات" بالکل نہ سمجھ سکے
لیکن بار بار سمجھنے کے لئے انہوں نے اس کا چالیس مرتبہ مطالعہ
کیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کتاب تو انہیں ازبر ہوگئی۔ لیکن
مسئلہ پیچیدہ کا پیچیدہ ہی رہا۔ آخرکار ان کی یہ محنت
اکارت نہ گئی۔ ایک دوسرے موقع پر انہیں اپنے مقصد میں
اسی محنت کی وجہ سے خاطر خواہ کامیابی ہوئی۔ ایسے ہی الفارابی
نے ارسطو کی کتاب النفس کو سو مرتبہ پڑھا ۔

ڈاکٹر گھوش نے نہایت غریب والدین کے گھر بنگال کے
ایک گمنام گاؤں میں جنم لیا۔ لیکن اپنی محنت کی بدولت
انہوں نے بے نظیر علمی اور قانونی لیاقت حاصل کی۔ وہ اس
قدر محنت کرتے تھے کہ شاید ہی کوئی انسان کرتا ہو۔ وہ
رات کو دیر تک مطالعہ کرتے رہتے اور قریباً پچھلے پہر
تک کام میں مصروف رہتے ۔

جارج اسٹیفن سن کے والدین اس قدر نادار تھے۔ کہ وہ اس
کو مدرسہ نہیں بھیج سکتے تھے۔ لیکن اس نے اپنی ان تھک کوشش
اور لگاتار محنت سے لکھنا پڑھنا بھی سیکھ لیا۔ اور استقلال
کو کام میں لاکر باوجود تنگ دستی اور ناداری کے ریلوے انجن
کی ایجاد کرکے تمام بنی نوع انسان پر احسان کیا۔ اور اپنا نام
صفحہ تاریخ پر ہمیشہ کے لئے یادگار چھوڑ گیا *

افسوس بلکہ صد افسوس ہے۔ کہ ہمارے ملک میں اکثر افراد
کی یہ حالت ہے۔ کہ وہ سہل انگاری، دون ہمتی و دنائت کے
جال میں اس قدر پھنسے ہوئے ہیں۔ کہ کام اور کوشش کرنا تو درکنار
دوسرے سے اپنے ہر فعل اور ہر مصیبت کو قسمت۔ تقدیر
اور اتفاق پر محمول کرکے خود ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ رہتے
ہیں۔ وہ اگر کسی کو ترقی کرتے دیکھتے ہیں۔ تو ان کے دلوں
میں اُبھرنے کا ولولہ ہرگز موجزن نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ صرف
یہ کہ کر کہ فلاں شخص قسمت والا ہے۔ یا اس کی یہی ذہانت
کی تعریف کرکے خود اپاہجوں کی طرح بیٹھ کر اپنی قسمت کا رونا

روتے رہتے ہیں۔ قسمت یا تقدیر یا توکل کے غلط مفہوم نے
جس قدر ہماری قومی ترقی کی گاڑی میں روڑا اٹکایا ہے۔ وہ بیان
سے باہر ہے۔ ہزاروں نوجوان ہیں۔ جو کچھ کام نہیں کرتے لیکن صرف
یہ کہکر کہ ہم بدقسمت ہیں۔ اپنا قیمتی وقت بغیر کوشش کے ضائع کر
دیتے ہیں۔ اس میں شک نہیں۔ کہ کئی ایک امور ایسے ہیں جن میں
انسان بالکل لاچار ہے لیکن ساتھ ہی وہ ان امور کے لئے
ذمہ دار نہیں ٹھیرایا جا سکتا۔ اس کے برعکس انسان اپنے تمام
اُن افعال کا مختار ہے۔ جن کے لئے وہ جواب دہ ہوگا۔
ذرا غور کرو۔ اور بتاؤ کہ کتنے شہر صرف اتفاق سے آباد
ہوئے؟ کیا 'قسمت' نے تار برقی کو ایجاد کر کے دنیا پر
احسان کیا۔ کیا تقدیر نے ہوائی جہاز ایجاد کیا؟ کیا محض اتفاق
سے دنیا کی کوئی عمدہ کتاب لکھی گئی؟ غور و خوض سے
معلوم ہو جائیگا۔ کہ دنیا کے تمام بڑے کام جو بنی نوع انسان
کے لئے مایہ ناز ہیں۔ محض قسمت نے سرانجام نہیں دئے۔

لاریب بعض اوقات کئی عہدوں پر نالائق آدمی محض خاندانی

سفارش کے زور پر یا کسی اور وجہ سے فائز ہو جاتے ہیں۔ اور کئی عہدوں پر ایسے آدمی مامور ہیں جن کے ماتحت کام کرنے والے لیاقت میں ان سے بدرجہا بہتر ہیں۔ لیکن اس کے برعکس ہزاروں مثالیں ایسے آدمیوں کی ہیں جن کے پاس اوائل عمر میں کوئی ایسا وسیلہ نہ تھا۔ جو ان کو ترقی کے اعلے مدارج پر پہنچا دیتا۔ لیکن انہوں نے محض ان تھک کوشش لگاتار محنت حزم بالجزم سے کام لے کر ایسی ترقی کی۔ جو ان کے ساتھیوں کو باوجود خاندانی تفوق کے کبھی حاصل نہ ہوئی۔ نورو جی ایک یتیم لڑکا تھا جس کی بیوہ ماں مدرسہ کی فیس ادا کرنے سے بھی قاصر تھی لیکن اس نے محض ذاتی کوشش اور محنت سے وہ ترقی کی جس پر مادر وطن ہمیشہ کے لئے ناز کریگی۔ شمس الہدیٰ معمولی عربی مدرس کی حیثیت سے ترقی کر کے نواب سر شمس الہدیٰ ہو گئے۔ اور بنگال کی کونسل کے ڈپٹی پریذیڈنٹ کے عہدہ پر فائز ہوئے۔ گارفیلڈ ایک معمولی کسان کا لڑکا تھا۔ مگر اپنی ذاتی کاوش سے وہ جمہوریہ امریکہ کا صدر بن گیا۔ راماانجن دفتر میں معمولی محرر تھا۔ لیکن محنت سے اس نے اس معمولی حالت

ہیں بھی علم ریاضی میں اتنی مہارت پیدا کر لی کہ اس
کی شہرت انگلستان تک پھیل گئی ۔ اس نے اس علم میں
اپنی ایجادات سے ایک عالم کو دنگ کر دیا۔

یہ صرف محنت کا نتیجہ ہے کہ ڈاکٹر رمن نے آج تمام
دنیا کو اپنی ایجادات سے محوِ حیرت بنا دیا ہے۔ وہ طلبا کو نصیحت
کرتے ہوئے کہتے ہیں ایک ہی نصب العین اپنے پیش نظر رکھو
پھر ان تھک اور لگاتار محنت کرو۔ یہاں تک کہ اپنے مقصد
میں کامیاب ہو جاؤ ۔ کوئی بڑا کام تکلیف برداشت کرنے
کے بغیر نہیں ہو سکتا لیکن تکلیف برداشت کرنے کا استحقاق
بھی کسی خوش قسمت کو نصیب ہوتا ہے ۔ قدرت نے ہر ایک
آدمی میں بڑا بننے کی استعداد ودیعت کر رکھی ہے ۔ ذہانت !
ہاں ہاں یہ کچھ بھی نہیں ۔ سوائے اس سخت محنت کے جو
درست طریقے سے کی جائے ۔ تم بھی ذہین ہو سکتے ہو ۔
بشرطیکہ تم اس بات کے خواہشمند بنو ۔ زندگی کا وقت
بہت تھوڑا ہے اس لئے ہر ایک لمحہ سے فائدہ اٹھاؤ۔

ہزاروں آدمی صرف اس لئے ہاتھ پاؤں نہیں ہلاتے کہ ایسا کرنا توکل کے خلاف ہے۔ امام غزالی اس مسئلہ پر نہایت وضاحت سے روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں "بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ توکل کے یہ معنی ہیں۔ کہ اکتساب معاش کے لئے نہ ہاتھ پاؤں ہلائے جائیں۔ نہ کوئی تدبیر سوچی جائے۔ بلکہ آدمی اس طرح بیکار پڑا رہے۔ جس طرح چیتھڑا زمین پر پڑا رہتا ہے۔ یا گوشت تختہ پر رکھا ہوتا ہے۔ لیکن یہ جاہلوں کا خیال ہے۔ کیونکہ ایسا کرنا شریعت میں حرام ہے"۔ ایک اور موقع پر فرماتے ہیں۔ "اگر تم اس بات کے منتظر رہو۔ کہ خدا تم کو روٹی کے بغیر سیر کریگا۔ یا روٹی کو یہ قوت دیگا۔ کہ وہ خود تم تک چلی آئے یا کوئی فرشتہ مقرر کردیگا۔ کہ روٹی کو چبا کر تمہارے معدے میں ڈال دے۔ تو تم نے خدا کی عادت کو بالکل نہیں پہچانا"۔ لارڈ میلبورن کہتا ہے۔ کہ نوجوانوں کو سوائے اس بات کے اور کچھ بھی نہ بتانا چاہئے۔ کہ تم نے اپنا رستہ آپ بنانا ہے تمہارا فاقوں مرنا یا بافراغت زندگی بسر کرنا تم ہی پر منحصر ہے ؎

قدرت نے انسان کو ترقی کرنے کے لئے پیدا کیا ہے
نہ کہ بت کی طرح ایک ہی حالت پر قائم رہنے کے لئے۔ یہ
ہماری فطرت کے برخلاف ہے۔ کہ ہم ایک ہی حالت پر
قائم رہیں۔ یا تو ہم ترقی کرینگے یا تنزل۔ لیکن ترقی کرنے کی
خواہش اور کوشش میں ہمیں اس امر کی احتیاط کرنا چاہیے کہ
ہم اس کے لئے کون سے وسائل اختیار کرتے ہیں۔ برے وسائل
سے ترقی کرنا دراصل تنزل سے بدتر ہے۔ جب کوئی شخص غیر معمولی
طور پر کامیابی حاصل کرتا ہے۔ تو ہم سمجھتے ہیں کہ یہ بڑا قسمت
والا ہے۔ ہم اس کی کامیابی کے مختلف اسباب ڈھونڈتے ہیں
لیکن اصل اسباب کی طرف غور نہیں کرتے۔ ان کی ترقی کی اصل
وجہ ان کی کوشش ان کی علو ہمتی اور ان کا اعتماد نفس ہے
دنیا کا کوئی لطف جد و جہد کے لطف کے ہم پلہ نہیں ہو سکتا
ایک شخص نے جنرل لیڈ سے پوچھا "کہ آپ کبھی تھکے نہیں ؟"
اس نے کہا "تھکا! جب تک دنیا میں کوئی نیا کپڑا۔ ہڈی یا جرم موجود
ہے ہرگز نہیں"۔ رابرٹ بوائل کا قول ہے "کہ موت سے مجھے صرف

اس لئے خوف ہے کہ اس کے بعد مجھے تمام واقعات سے آگاہی ہو جائیگی۔ اور ایجاد کی خوشی باقی نہ رہیگی ؛

بعض اپنے آپ کو بدقسمت سمجھ لیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ فلک کج باز میرے سراسر مخالف ہے۔ ایک مرتبہ اسی قماش کا ایک شخص کہنے لگا میں ایسا قسمت کا دھنی ہوں کہ اگر میں ٹوپیاں بنا کر بیچنے لگوں تو شاید دنیا میں کل آدمی بے سر پیدا ہونے لگیں سہ

کم نصیب ایسا ہوں گر ہو خرمی کو اذن عام
ہو نہ شادی مرگ ہونے کے سوا شادی مجھے

لیکن غور سے دیکھا جائے۔ تو معلوم ہوگا۔ کہ ایسے لوگ عموماً اپنی ہی غفلت۔ بد انتظامی۔ فضول خرچی۔ کاہلی کے خمیازے بھگت رہے ہیں ؛

ڈاکٹر جونسن کا قول ہے۔ کہ دنیا کی کل شکایتیں غلط اور بیجا تہمتیں ہیں۔ میں نے کبھی کسی لائق شخص کو مخلج اور پریشان نہیں دیکھا۔ جہاں کہیں اور جب کبھی لوگ تباہ ہوتے ہیں۔ اپنی ہی کرتوتوں کی بدولت ؛

واشنگٹن اِرونگ امریکہ کا نامی مصنّف لکھتا ہے۔
"لائق شخص اور کامیاب نہ ہو۔ یہ محض جھوٹ ہے۔ اور کاہلوں اور سست آدمیوں کا ایسا کہنا یہ ان کی مکاری ہے۔ اگر وہ لائق تھے اور انہوں نے ترقی نہ کی تو وہ ضرور سست اور کاہل ہونگے۔ لائق آدمی دنیا کے بازار میں ہرگز بے خریدار نہیں رہ سکتا۔ مگر ہاں کوشش شرط ہے۔ اور یوں بے ہاتھ پاؤں ہلانے کے گھر میں بیٹھے رہنا۔ اور چھت کو متعدد بار شمار کرنے یا گلی کوچوں میں آوارہ پھرنے سے تو کچھ بھی نہیں ہوتا"٭

۷۔ کتب بینی

"کتابیں نوجوانی میں رہنما ہوتی ہیں۔ بڑھاپے میں تفریح۔ تنہائی میں رفیق۔ یہ زندگی کو گرانبار نہیں ہونے دیتیں"

"کتابیں بے یاروں کی یار ہیں"۔

"آباؤ اجداد کی کتابیں علم کے موتی ہیں"۔

"اگر دنیا کی تمام سلطنتوں کے تاج میری کتابوں اور میرے شوق مطالعہ کے عوض میں میرے پاؤں پر رکھ دئے جائیں۔ تو میں ان سب کو نفرت سے ٹھکرا دوں"۔

"وہ گھر جس میں کتابیں نہ ہوں۔ اس جسم کی طرح ہے جس میں روح نہ ہو"۔ سسرو

عمدہ کتاب حیات ہی نہیں بلکہ ایک "لافانی چیز" ہے۔ ملٹن

مطالعہ دماغ کو جلا دیتا ہے۔

کتابیں دنیا کی ان چند نعمتوں میں سے ہیں جو باوجود اس قدر قیمتی اور مفید ہونے کے تمام بنی نوع انسان کی مشترکہ وراثت ہیں۔ ان کی بدولت زمانۂ گذشتہ و زمانۂ حال کے حکما کی حکمت کے انمول موتی ادبا کے اچھوتے نکات اور شعرا کے پاکیزہ جذبات نہایت نفیس اور عمدہ الفاظ میں محفوظ رہتے ہیں۔ یہی ایک ایسی

وراثت ہے جس میں سے امیر غریب - طاقتور - کمزور سبھی باندازہ ہمت بلا امتیاز حصہ لے سکتے ہیں۔ لطف یہ ہے کہ اس وراثت میں ایک کی بہرہ یابی دوسرے کی حق تلفی نہیں ہوتی - نہ اس میں کسی قسم کی کمی واقع ہوتی ہے - کتابوں کی وساطت سے تمام روئے زمین کے بڑے بڑے مصنفوں سیاست دانوں اور فلسفیوں کی صحبت سے گھر بیٹھے بٹھائے مستفیض ہو سکتے ہیں اور ان سے مشورہ لے سکتے ہیں - اس مشورے کے لئے نہ تو ہمیں کوئی بڑی فیس ادا کرنی پڑتی ہے - اور نہ ان سے باریابی حاصل کرتے وقت کوئی دقت اٹھانی پڑتی ہے - بلکہ وہ ہر وقت اس انتظار میں رہتی ہیں کہ ہم ان کی گفتگو کو جو بہترین الفاظ میں ہوتی ہے سنیں ؛

کتابوں کو اکثر دوستوں سے تشبیہ دی جاتی ہے - لیکن سچ پوچھو تو یہ دوستوں سے بدرجہا بہتر ہیں - دوستوں کی غداری اور بیوفائی کا خوف ہر وقت دامنگیر رہتا ہے - ان کی جدائی کے صدمے سے دل کانپتا ہے - لیکن کتابیں تنگی اور

فراخی مصیبت اور خوشی تنہائی اور مصاحبت ہر حال میں
ہمارا ساتھ دیتی ہیں۔ یہ کبھی ہم سے جدا نہیں ہوتیں۔ یہاں
تک کہ موت کا زبردست ہاتھ بھی ان کو ہم سے علیحدہ کرنے کی
قدرت نہیں رکھتا۔ دوست ہم سے روٹھ جائیں۔ ہماری خوشی نو
غم سے بدل دیں۔ اور مصیبت میں ہمارا ساتھ چھوڑ دیں لیکن کتابیں
ایسی مونس و رفیق ہیں۔ جو نہایت صبر اور تحمل سے ہمارے ساتھ نباہ
کرتی ہیں مشکلات اور مصائب میں ہمیں تسلی دیتی ہیں۔ نہایت
اور اداسی کی تاریک ساعتوں کو خوشی سے مبدل کر دیتی ہیں۔
حتیٰ کہ جب پند و نصیحت سے ہماری راہنمائی کرتی ہیں۔ تو بھی
کسی قسم کی سختی یا غصے کا اظہار نہیں کرتیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ
داناؤں نے مطالعۂ کتب کو دنیا کی ہر ایک نعمت پر ترجیح
دی ہے۔ انگلستان کا مشہور ادیب لارڈ میکالے جو امارت اور مرتبہ
میں کچھ کم نہ تھا۔ کہتا ہے۔ کہ میری زندگی کے سب سے خوش کن لمحے
وہ تھے جو کتب بینی میں صرف ہوئے۔ وہ ایک خط میں لکھتا ہے۔
"اگر مجھے دنیا کا سب سے بڑا بادشاہ بنا دیا جائے۔ میرے

رہنے کے لئے نہایت خوبصورت محلات اور باغیچے ہوں کھانے
کے لئے نفیس اور لذیذ کھانے اور پہننے کے لئے خوبصورت کپڑے
مجھے ملیں سواری کے لئے اعلےٰ قسم کی بگھیاں اور خدمت کے
لئے نوکر چاکر میرے لئے مہیا کئے جائیں لیکن ساتھ
ہی یہ قید لگا دی جائے کہ میں کتابیں نہ پڑھوں تو میں اس
شرط پر بادشاہ بننے سے قطعاً انکار کر دوں گا اس بادشاہ کے
مقابلے میں جس کو مطالعہ کتب کا شوق نہ ہو ایک مفلس آدمی کی
حیثیت سے ایسی تنگ و تاریک جھونپڑی میں رہنے کو جس
میں پڑھنے کو کثرت سے کتابیں ملیں بہ جان ترجیح دیتا ہوں یہ
کتابیں ایسی نعمت بے بہا ہیں کہ دنیا کی کوئی اور نعمت ان
کا بدل نہیں ہو سکتی کیونکہ ان میں ایسی طاقت موجود ہے
جو مفلس کو مفلسی سے اور بدبخت کو بدبختی سے نجات دلا سکتی
ہے اس کے طفیل بار بردار اونٹ کی مشقت کو بیمار بیماری کی
مصیبت کو اور غمگین غم کی اذیت کو بھول جاتا ہے کتابیں
تنہا آدمی کے لئے رفیق اور مہجور کے لئے دمساز ہوتی ہیں ان کی

بدولت ناشاد کو شادمانی حاصل ہوتی ہے۔ مایوس کی مردہ آرزو زندہ ہوتی ہے شکستہ دل کی ڈھارس بندھتی ہے اور لاچار کو سہارا ملتا ہے۔ یہ ظلمت کی جگہ نور اور تاریکی کی جگہ روشنی پھیلاتی ہیں۔ کتابیں دل کو پاکیزہ خیالات اور جذبات سے بھر دیتی ہیں۔ سبق آموز سوانح عمریوں کے ذریعہ سے تشکیل سیرت پر نہایت گہرا اثر پڑتا ہے۔ اعلےٰ اعلےٰ نمونے پیش کرکے ہمارے لئے مشعل راہ بنتی ہیں۔ اپنے حکیمانہ اقوال سے ہمیں [illegible] کرنے کے لئے ابھارتی ہیں۔

کتابیں اپنا اثر صرف انفرادی زندگی پر ہی نہیں ڈالتیں بلکہ قوموں کی تاریخ کو بھی اپنی زبردست طاقت سے بدل دیتی ہیں۔ پلوٹارک کی کتاب "مشاہیر یونان و روما" نے عرب کی تمام قوموں کو قعر مذلت سے نکال کر اوج کمال پر پہنچا دیا۔ روسو اور والٹیئر کی تصانیف نے اہل فرانس کے دلوں میں حریت اور مساوات کے ایسے خیالات بھر دیئے کہ انہوں نے صدیوں کی شخصی سلطنت کو تہ و بالا کرکے ملک میں ایک عظیم انقلاب بپا کر دیا۔

جس کے اثرات یورپ کے تمام ممالک میں پھیل گئے۔
حالی اور اقبال کی شاعری نے مردہ قوم کو زندہ کرنے میں
مسیحائی کا کام کیا۔ ٹیگور کی تصانیف نے مشرق اور مغرب
کو بین الاقوامی اخوت کا ایسا سبق دیا ہے جو کبھی فراموش نہ ہوگا۔

جس طرح اعلےٰ اخلاق اور پاکیزہ سیرت بزرگوں کی صحبت
میں بیٹھنے سے طبیعت پر اچھا اثر پڑتا ہے۔ اور ناپاک آدمیوں
کے پاس بیٹھنے سے دل میں گندے خیالات جاگزین ہوتے
ہیں۔ اسی طرح اچھی اور بری کتابیں بھی اپنا اپنا اثر کئے بغیر
نہیں رہتیں۔ اس لئے انتخاب کتب میں بہت احتیاط سے
کام لینا چاہئے۔ کتابوں کتابوں میں فرق ہوتا ہے۔ بعض کتابوں
کا پڑھنا نہ صرف تضیع اوقات ہوتا ہے۔ بلکہ مخرب اخلاق بھی۔
ان کا اثر زہر قاتل کی طرح چپکے چپکے دل میں گھر کرتا جاتا ہے
اور بالآخر ہماری اخلاقی موت کا باعث ہو جاتا ہے۔ فضول
معمولی اور ادنےٰ درجے کی کتابیں پڑھنے سے طبیعت میں دناءت
پستی اور بد مذاقی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس فہرست میں تمام وہ

سوقیانہ ناول اور دیگر خرافات شامل ہیں۔ جو کتابوں کا لباس پہن کر لوگوں کے اخلاق بگاڑنے اور ان کا وقت ضائع کرنے کے لئے ہزاروں کی تعداد میں آئے دن شائع ہوتی رہتی ہیں۔

برعکس اس کے عمدہ کتابوں کے پڑھنے سے انسان کا دل بے اختیار سچے جذبات سے اُبلنے لگتا ہے۔ اُس کی طبیعت بڑے بڑے کام کرنے کے لئے ابھرتی ہے۔ اس میں استقلال اور اولوالعزمی پیدا ہوتی ہے۔ عمدہ کتاب کے مطالعہ سے انسان کی نظر دنیا و مافیہا اور اس کے مصائب و آلام کو یہیں چھوڑ کر اعلیٰ و ارفع مقامات میں پرواز کرتی ہے۔ عمدہ کتاب پڑھنے کے بعد ہم وہ نہیں رہتے جو پہلے تھے۔ ہماری ہستی تمام ہستیوں سے خوش تر اور بالاتر ہو جاتی ہے۔

مطالعہ کتب میں کوئی نہ کوئی مقصد پیش نظر رکھنا چاہئے۔ کیونکہ بغیر کسی مقصد کے پڑھنا فضول ہی نہیں مضر بھی ہے۔ جس قدر ہم بغیر کسی مقصد کے پڑھتے ہیں۔ اسی قدر ہم بامعنی مطالعہ سے دور ہو جاتے ہیں۔ بعض اشخاص محض تفریح طبع

کے لئے پڑھتے ہیں۔ اس میں شک نہیں۔ کہ بعض اوقات
دل بہلانے کے لئے اچھے ناولوں کا پڑھنا ضرر رساں نہیں
ہوتا۔ بلکہ تاش وغیرہ کھیل کر وقت ضائع کرنے کی نسبت
ہزار درجہ بہتر ہوتا ہے۔ لیکن تفریح کی خاطر پڑھنا اسی
طرح ہے جس طرح کھانے میں لذت کے لئے نمک ڈالا جاتا
ہے۔ نہ تو نمک خوراک کی جگہ لے سکتا ہے۔ اور نہ دل
بہلانا مطالعہ کا اصلی مقصد ہو سکتا ہے*

مطالعہ کا سب سے مفید اور اعلےٰ مقصد معلومات
حاصل کرنا ہے۔ جب ہم پیدا ہوتے ہیں تو دنیا کے تجربات اور
معلومات سے بالکل کورے ہوتے ہیں۔ کتابوں کے پڑھنے سے
ہم نہایت قلیل عرصے میں ان چیزوں سے واقف ہو جاتے
ہیں۔ جو انسان نے صدیوں کی کوشش کے بعد حاصل کی ہیں*

لیکن یاد رکھنا چاہیئے کہ علم کا دائرہ اس قدر وسیع ہے کہ
سب علوم میں مہارت پیدا کرنا ناممکن ہے۔ اس لئے بغیر کسی مقصد
کو مدنظر رکھنے کے پڑھنا ہمیں کسی طرح کی ترقی نہیں دلا سکتا

ہمیں علم کی کسی خاص شاخ میں جس کے حاصل کرنے کی صلاحیت ہم میں معلوم ہوئی ہو۔ مہارت پیدا کرنے کی کوشش کرنا چاہیئے ۔

مطالعہ کا ایک اہم منصب دماغ کی خوابیدہ قوتوں کو بیدار کرنا ہے۔ عمدہ کتاب کے مطالعہ سے ہم پر اپنی حقیقت منکشف ہو جاتی ہے۔ اور ہم سمجھنے لگتے ہیں۔ کہ ہم بھی کچھ کر سکتے ہیں۔ مطالعہ ان خیالات کو ہمارے دل سے باہر نکال لاتا ہے۔ جن کے متعلق ہمیں وہم وگمان بھی نہ تھا۔ کہ ہمارے اندر موجود ہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ اکثر اوقات ہم سمجھتے ہیں۔ کہ کتاب عین ہمارے ان خیالات کی ترجمانی کر رہی ہے۔ جو ہم میں پہلے سے موجود تھے۔ مگر ہم ان کے اظہار سے قاصر تھے اکثر دفعہ کسی مضمون کے متعلق سوچا جاتا ہے۔ مگر دماغ کو کچھ نہیں سوجھتا۔ اس وقت عمدہ کتاب کا مطالعہ کرنے سے خیالات متحرک ہو جاتے ہیں۔ وہ کتاب براہ راست اس مضمون سے متعلق ہو یا نہ ہو۔

کتاب کا پڑھنا دماغ کے ساتھ وہی کام کرتا ہے - جو چنگاری بارود کے ساتھ ۔

یاد رکھنا چاہیئے - کہ کتابوں کا کثرت سے پڑھنا کچھ زیادہ مفید نہیں ہوتا - جو کچھ پڑھا جائے - اس کو اس طرح قابو کرنا چاہیئے - کہ وہ دماغ کا جزو بن جائے - کتابیں دماغ کے ساتھ وہی تعلق رکھتی ہیں - جو ورزش کے آلات جسم کے ساتھ - ورزش کرنے کے بعد ان آلات کو اٹھا کر ہر جگہ نہیں لے جا سکتے - بلکہ وہ طاقت اور قوت جو جسم حاصل کر لیتا ہے - ہمارے ساتھ رہتی ہے - اسی طرح کتابیں بھی دل و دماغ کو ایک طاقت بخشتی ہیں - لیکن ان سے اس طرح مستفید ہونا چاہیئے - کہ ان کو ہر ایک جگہ ساتھ لے جانا نہ پڑے ۔

وقت کا استعمال

"وقت ... جواہر سے زیادہ گرانمایہ ہے"
"بیکار آدمی کے لئے بیکاری زندہ درگور ہونا ہے" [illegible]
"کھوئی ہوئی دولت محنت سے پیدا کی جاسکتی ہے۔ تباہ شدہ
تندرستی پرہیز ... سے حاصل ہوسکتی ہے۔ کھویا ہوا علم مطالعہ سے
بار ہو سکتا ہے لیکن کون ہے جو ضائع شدہ وقت کو واپس لاسکے"

"... وقت غنیمت است اللہ سے جز وقت
آں نیز را از دست دہد ... "

"وقت ہی ایک ایسی دولت ہے جو شاہ و گدا امیر و غریب
طاقتور اور کمزور سب کو یکساں ملتی ہے"
"بیکاری برائی کی مترادف ہے"
"مشغولیت ہی انسانی زندگی کی محافظ ہے" ایمرسن
"نگہبان ... را تنگ کہ خرد ... خزانہ اندر ضمیر روزگار است" اقبال
"بیکار آدمی کا دل شیطان کی کارگاہ ہے"

"... کہ خار از پا کشم محمل نہاں شد از نظر
یک لحظہ غافل بودم و صد سالہ راہم دور شد"

اگر ... وقت ... [illegible]
[illegible] ... لاپرواہی سے اس کو ضائع ... [illegible]

کسی اور شے کو نہیں کیا جاتا۔ سنیکا کا قول ہے۔ کہ ہم سب شکایت تو کرتے رہتے ہیں۔ کہ زندگی کا وقت بہت تھوڑا ہے۔ لیکن ہماری بے اعتنائی سے بہت سا وقت یونہی گزر جاتا ہے۔ اور ہم نہیں جانتے کہ اس کو کس طرح صرف کریں۔ ہماری تمام زندگی گزر جاتی ہے۔ لیکن یا تو ہم سے کوئی کام ہی نہیں کرتے۔ یا کرتے ہیں۔ تو مفید مطلب نہیں ہوتا۔ یوں تو ہم شاکی رہتے ہیں۔ کہ ہمیں اتنی مختصر سی عمر دی گئی ہے۔ کہ کام کے لئے وقت نہیں ملتا۔ لیکن اس کے برعکس ہم وقت اس بے پرواہی سے ضائع کرتے ہیں۔ کہ گویا ہماری زندگی کبھی ختم ہی نہیں ہونے کی۔

بعض آدمی وقت کو دولت سے تشبیہ دیتے ہیں۔ مگر حقیقت میں یہ بیش بہا چیز دولت سے بھی کہیں بڑھ چڑھ کر ہے۔ وقت کو اچھی طرح سے استعمال کرنا ترقی کا زینہ اور نیک چلنی کی بنا ہے۔ وہ گھنٹے جو کاہلی اور واہیات کاموں میں ضائع کئے جاتے ہیں۔ اگر ان کو اچھی طرح سے استعمال کیا جائے

تو ان کی بدولت چند برسوں میں جاہل عالم اور بے وقوف عقلمند بن سکتا ہے۔ دنیا میں اور بھی قیمتی چیزیں ہیں۔ لیکن وقت ان سب میں ممتاز ہے۔ کیونکہ اگر اور چیزیں گم ہو جائیں۔ تو اُن کی کم و بیش تلافی ہو سکتی ہے۔ اور عموماً وہ واپس لائی جا سکتی ہیں۔ لیکن گذرا ہوا وقت کبھی واپس نہیں آتا۔ جو وقت گیا۔ وہ ہمیشہ کے لئے گیا۔ آسمان اور زمین کی کوئی طاقت اُسے واپس نہیں لا سکتی ؛

[illegible] افسوسناک بات ہے۔ کہ ہمارے ملک میں من حیث القوم وقت کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہم نہ صرف اپنا وقت بے دردی سے ضائع کرتے ہیں۔ بلکہ دوسروں کے وقت کا بھی خون کرتے ہیں۔ اور ہمیں مطلق خیال نہیں آتا۔ کہ ہم کسی قسم کی برائی کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ اس سے بڑھ کر ملک کی اور کیا بدقسمتی ہو سکتی ہے۔ کہ تعلیم یافتہ جماعت میں بھی ابھی تک یہ احساس پیدا نہیں ہوا۔ کہ وقت ایک قیمتی شے ہے جس کا صحیح استعمال [illegible] مجموعی طور پر ملک کے لئے رحمت ہے اور ملک کی

نجات اس میں ہے۔ کہ ہم سب کے سب اپنے وقت کی
اور دوسروں کے وقت کی بھی قدر کریں۔ اور قوم کے تمام
افراد اپنے اپنے وقت پر مشین کے پرزوں کی طرح باقاعدگی اور
انضباط کے ساتھ کام کریں۔ مدرسوں اور کالجوں میں جس سبق
کے سیکھنے کی سب سے زیادہ ضرورت ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ
اس بیش بہا نعمت کو جو ہمیں خدا کی طرف سے امانت کے
طور پر ملی ہے۔ ہم نہایت عمدگی سے استعمال کریں۔ تاکہ جب
خدا کے سامنے اس کا ہمیں حساب دینا پڑے۔ تو ہم شرمسار نہ ہوں؟
افسوس ہم نے وقت کی قیمت کما حقہٗ نہیں پہچانی۔ چونکہ ہم
دولت کی قدر کرتے ہیں۔ اس لئے جب ہماری دولت ضائع ہونے
لگے۔ تو ہمیں افسوس آتا ہے۔ اور نہ صرف یہ کہ ہم اپنی دولت کو
ضائع نہیں کرتے۔ بلکہ غیروں کی دولت کا بھی احترام کرتے ہیں
لیکن ہمیں کبھی افسوس نہیں آتا جب ہمارا قیمتی وقت ضائع
ہو رہا ہو۔ یا ہم دوسروں کا قیمتی وقت ضائع کر رہے ہوں۔
کیسے کیسے بیش بہا گھنٹے گزر ... ہمیشے ... سال اپنی آنکھوں

کے سامنے ضائع ہوتے دیکھتے ہیں۔ اور ہم غفلت کی نیند پڑے سوتے ہیں ؎

ہزاروں ایسے دیانتدار آدمی موجود ہیں۔ جو اوروں کا کوڑی تک کا استعمال کرنا روا نہیں رکھتے۔ اور اگر ان کے دل میں بھولے سے بھی یہ خیال آجائے۔ کہ کسی کی کوڑی کی خیانت کر رہے ہیں۔ تو اس خیال سے پیشتر اپنے ہاتھوں کو کاٹ ڈالیں۔ لیکن یہی ایماندار آدمی وقت جیسی بیش بہا چیز کی چوری کرتے ہیں۔ مگر ان کو ذرا خیال نہیں آتا۔ کہ وہ کسی اخلاقی جرم کا ارتکاب کر رہے ہیں۔ حالانکہ اگر ہم کسی کا مالی نقصان کریں۔ تو کسی حد تک اس کی تلافی کر سکتے ہیں لیکن اگر ہم کسی کا وقت ضائع کریں۔ تو اس کی تلافی کبھی ہو ہی نہیں سکتی۔ ایک سکاچ ادیب کا مقولہ تھا۔ کہ کاروباری آدمیوں کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی مصیبت نہیں ہوتی۔ کہ چند نکمے آدمی ملاقات کے لئے آکر ان کا وقت ضائع کر دیں ؎

بیکاری سے بڑھ کر وقت کو تباہ کرنے والی اور کوئی شے نہیں

یہ ایک ایسی لعنت ہے جو ہزاروں عیبوں کا ایک عیب ہے۔ ایک بوڑھے پادری نے کسی سے پوچھا۔ کہ فلاں آدمی میں کون سے عیوب ہیں۔ جواب ملا کہ اس میں سب سے بڑا عیب یہ ہے۔ کہ وہ پرلے درجے کا سست آدمی ہے۔ یہ جواب سن کر بوڑھا پادری چلا اُٹھا "بس ٹھیر جائیے! اس میں سبھی قسم کے گناہ تو شامل ہیں"۔ سچ ہے شیطان سب آدمیوں کو ورغلاتا ہے۔ لیکن بیکار آدمی خود شیطان کو ورغلاتا ہے۔

مارکس کیٹو نے اپنے نوکروں کو حکم دے رکھا تھا۔ کہ یا تو کچھ کام کرتے رہیں یا سو جایا کریں۔ کیٹو بیکار جاگنے والوں پر سونے والوں کو ترجیح دیتا تھا۔ کیونکہ بیکار رہنے سے بڑھ کر اور کوئی لعنت نہیں ہو سکتی۔ اس لئے حکما نے کہا ہے۔ کہ ہمیشہ کچھ نہ کچھ کرتے رہو ؎

بیکار مباش کچھ کیا کر کپڑے ہی اُدھیڑ کر سیا کر

ایک شخص سے کسی نے پوچھا۔ کہ تمہارے بھائی کی موت کا کیا باعث ہوا؟ اس نے جواب دیا۔ "بیکاری"۔

جب یہ جواب ایک فوجی جرنیل نے سُنا۔ تو اُس نے آہ بھر کر کہا۔ واقعی بیکاری ایسا مہلک مرض ہے۔ جو بہادر سے بہادر جرنیل کو مار ڈالنے کے لئے کافی ہے +

ایک فرانسیسی مجرم کے دائیں بازو پر یہ الفاظ لکھے ہوئے تھے "زمانہ گذشتہ نے مجھے دھوکا دیا ہے۔ زمانہ حال مجھے ستاتا ہے۔ اور مستقبل سے میں خوف زدہ ہوں" اس شخص نے تمام عمر بیکاری میں گزاری تھی۔ اور اس لئے وہ ایسا مجرم بن گیا تھا۔ جو ناقابل اصلاح تھا +

یاد رکھو۔ جو اپنے بچپن کو سستی اور بیکاری میں ضائع کرتے ہیں۔ وہ نوجوانی میں بھی انہی عادات کی غلامی کرینگے۔ اور جو جوانی میں سست اور بیکار رہتے ہیں۔ وہ بوڑھے ہوکر بھی اسی لعنت میں گرفتار رہینگے۔ وہ آدمی جو دونو ہاتھ اپنی جیبوں میں ڈال کر قیمتی وقت ضائع کرتا ہے۔ جب دوسرے کام کر رہے ہوں۔ تو وہ بہت جلد اپنے ہاتھ دوسروں کی جیب میں ڈالیگا +

سُست آدمی ایسا ہی بیکار ہے۔ جیسے گوشت کا
لوتھڑا۔ اتنی بات ضرور ہے۔ کہ وہ جگہ زیادہ گھیرتا ہے۔ جو شخص
اس بات کا انتظار کرتا رہتا ہے۔ کہ کوئی اچھا موقع ملے۔ تو پھر
کام شروع کروں۔ یہ سمجھ رکھو۔ کہ وہ جیل خانے میں جانے کی
تیاری کر رہا ہے۔ جیریمی ٹیلر کا قول ہے "کبھی بیکار نہ رہو۔
اپنے تمام اوقات کو مفید اور عمدہ مشاغل میں گزارو۔ کیونکہ
بدی بڑی آسانی سے اس روح میں اُتر آتی ہے۔ جو شغل سے
خالی ہو۔ یہ ناممکن ہے۔ کہ ایک تندرست مگر سُست آدمی
نیک رہ سکے۔ جب لغزشیں ہر طرف سے انسان پر حملہ آور
ہوں۔ تو سب شغلوں سے بہترین شغل جسمانی مشقت ہے۔
یہ شغل شیطان کو بھگانے میں بڑا کارآمد ہوتا ہے"

ہر نوجوان کو اپنے کمرے میں وقت ضائع کرنے والوں کی
فہرست لگا دینی چاہئے۔ دیر تک سوتے رہنا ایک ایسی مرض ہے
جس سے ہر ایک شخص کو بچنا چاہئے۔ کیونکہ اگر اس کو ترک نہ کیا
جائے۔ تو یہ زبردست عادت بن جاتی ہے۔ جس سے پیچھا

پھر اٹھنا مشکل ہو جاتا ہے۔ دیر تک سوئے رہنے سے طبیعت
میں پریشانی پیدا ہو جاتی ہے۔ اور کوئی کام دلجمعی سے نہیں
ہو سکتا۔ سہل انگاری سے روح زنگ آلودہ ہو جاتی ہے۔ بعض
لوگ سستی میں وقت ضائع کرنے کو سستانا سمجھتے ہیں۔ حالانکہ
سُست رہنے سے ہم بہ نسبت کام کرنے کے زیادہ تھک جاتے
ہیں۔ اسی طرح آوارہ گردی کرنا۔ بے توجہی اور بے التفاتی سے
کام کرنا۔ دیر سے اٹھنا۔ بے فائدہ ملاقاتیں کرنا۔ اپنی بساط سے
زیادہ کام کرنے کی کوشش کرنا۔ تھکاوٹ کے وقت مطالعہ کرنا
تاش جیسی لچر کھیلیں کھیلنا۔ جو طبیعت کی تقویت یا صحت
کے منافی ہیں۔ وہم میں سرگرداں رہنا۔ شیخ چلی کے سے
خیالی پلاؤ پکاتے رہنا۔ بیہودہ گفتگو کرنا۔ بازاری کتابیں پڑھنا
ادھورے کام کرنا۔ یہ سب وقت کے چور ہیں۔ ان سے
ہر شخص کو ہوشیار رہنا چاہئے ◆

پابندی اوقات سے بہت سا وقت بچ جاتا ہے۔ اور
ہر ایک کام نہایت عمدہ طور سے سرانجام پاتا ہے۔ اگر ہم

روزانہ کام کے لئے دستور العمل بنا کر اس کے مطابق کام کریں
تو ہم اس طرح وقت کا بہترین استعمال کر سکتے ہیں ۔ مگر
افسوس ہے۔کہ ہمارے ملک میں وقت کی پابندی ضروری نہیں
سمجھی جاتی ۔ ہمارے بڑے بڑے جلسے پروگرام کے مطابق شروع
نہیں ہوتے ۔ اگر کوئی اعتراض کر بیٹھے۔کہ بھائی ! وقت ہوگیا
ہے۔لیکن ابھی تک جلسہ شروع نہیں ہوا ۔ تو اس کو وہ
جواب ملتا ہے جس سے ہر ایک ہندوستانی کو شرم آنی چاہیے
"بھائی تم نہیں جانتے۔کہ دیسی ٹائم ہے" غضب یہ ہے۔
کہ ہم اس نامعقول جواب سے مطمئن ہو جاتے ہیں۔اور چونکہ
ہر ایک یہی سمجھتا ہے۔کہ دیسی ٹائم ہے ۔ اس لئے کوئی بھی
وقت پر آنے کی تکلیف گوارا نہیں کرتا ۔ اس سے ایک تو
قومی اخلاق بگڑ جاتا ہے ۔ دوسرے جو اصحاب پہلی دفعہ وقت
پر آتے ہیں۔ وہ بھی یہی سمجھ لیتے ہیں۔کہ اس سے ہمارا نقصان
ہوتا ہے ۔ اور آئندہ مقررہ وقت سے ایک گھنٹہ بعد گھر سے
نکلتے ہیں ۔ہمارے ملک کو اس ملعون مرض کے برخلاف جہاد

کرنا چاہئے۔ تاکہ ہماری قومی اصلاح ہو۔

پابندئ اوقات کوئی مشکل کام نہیں۔ ہر ایک آدمی اگر چاہے۔ تو یہ عادت پیدا کر سکتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ انسان فطرتاً سست واقع ہوا ہے۔ لیکن اگر ہم ذرا کوشش کریں۔ تو ہر ایک کام کو عین وقت پر کر سکتے ہیں۔

ہر ایک کام وقت پر اور ہر ایک وقت میں ایک ہی کام کرنے سے بہت سا وقت بچ جاتا ہے۔ وقت کی پابندی سے کیرکٹر تقویت پکڑتا ہے۔ اور اس سے اعتبار بڑھ جاتا ہے نیلسن کا قول ہے۔ کہ "میری کامیابی کا راز صرف اس بات میں مضمر ہے کہ میں ہر ایک کام کے لئے پندرہ منٹ پہلے ہی تیار ہو جاتا ہوں"۔ اگر ہم روزانہ اپنے اوقات کو تقسیم کر کے ہر ایک کام کے لئے وقت مقرر کریں۔ تو اس طرح ہم سب فرائض کو بغیر کسی قسم کی تکلیف کے سر انجام دے سکینگے۔ نیز ہمیں چاہئے۔ کہ اپنا وقت صرف ان کاموں میں صرف کریں۔ جو ہمارے فرائض منصبی ہیں۔ روضۃ الکبریٰ کا ظالم بادشاہ نیرو تمام سلطنت میں جابجا

دنیا پھرتا تھا۔ کہ کوئی میرے ساتھ بانسری بجانے میں
مقابلہ کرے۔ لیکن باوجود اس کمال کے وہ دنیا کے
نہایت ناکامیاب اور ظالم حکمرانوں میں گنا جاتا ہے ۔

ہر ایک کام کو وقت پر کرنے سے انسان تمام قسم
کے مشاغل کے لئے وقت نکال سکتا ہے۔ فرانس کے
ایک وزیر سے جو اپنے فرائض منصبی کو نہایت باقاعدگی اور
عمدگی سے سرانجام دیتا تھا۔ اور ساتھ ہی تفریح طبع کے لئے
بھی کافی وقت نکال لیتا تھا جب لوگوں نے پوچھا۔ تمہیں ان
دونوں کاموں کے لئے کس طرح وقت مل جاتا ہے۔ تو اس نے
جواب دیا۔ اس لئے کہ میں آج کا کام کل پر نہیں چھوڑتا یہی وجہ
ہے۔ کہ تفریح میرے فرائض منصبی میں مخل نہیں ہوسکتی۔ سر والٹر اسکاٹ
نے ایک نوجوان کو خط لکھا کہ اپنے وقت کو کبھی رائگاں نہ جانے
دینا۔ جو کام کرنا ہو۔ اُسے فوراً ہی کر لینا چاہیئے۔ اپنے کاموں
سے فرصت پا چکنے کے بعد چین اور آرام لینا چاہیئے۔ کام کرنے
سے پہلے ہی آرام اور تن آسانی کے خیال میں پڑے رہنا

گویا اس کام سے دستبردار ہونا ہے۔ اس کا نتیجہ کف افسوس ملنے کے سوا اور کچھ نہ ہوگا *

وقت کی قید انسان کو وقت پر کام کرنے کا عادی بنا دیتی ہے۔ وقت کا لحاظ اور وقت پر کام کرنا بادشاہوں کے لئے محمودہ صفت ہے۔ اور شریف آدمیوں کے لئے فرض لیکن عام آدمیوں کے لئے ایک امر ناگزیر ہے۔ وقت کی پابندی سے انسان کا چال چلن نہایت عمدہ ہو جاتا ہے۔ کیونکہ پابندی اوقات بھی ایک قسم کی دیانتداری ہے۔ کسی سے ایک خاص وقت پر ملاقات کرنے کا وعدہ کرنا یہ بھی ایک معاہدہ ہے۔ جو شخص اس عہد کو توڑتا ہے۔ وہ لاریب خائن ہے۔ اور دیانتدار کہلانے کا مستحق نہیں۔ وہ شخص جو وقت کا پابند نہیں ہرگز اس قابل نہیں کہ ذمہ داری کا کوئی کام اس کے سپرد کیا جائے۔ واشنگٹن کا سکرٹری ایک دفعہ دفتر میں وقت مقررہ سے بعد پہنچا۔ جب واشنگٹن نے اس سے تاخیر کی وجہ پوچھی۔ تو اس نے جواب دیا کہ میری گھڑی کی چال غلط ہو گئی تھی اس لئے

مجھے وقت کا ٹھیک پتہ نہ لگ سکا۔ واشنگٹن نے جواب دیا
یا تو تم نئی گھڑی مول لے لو۔ یا مجھے نیا سکرٹری رکھنا پڑیگا۔

جس طالب علم کو اپنے وقت کا خیال اور پابندی نہیں
اس کے ہر کام میں بے قاعدگی اور بے ضبطی پائی جائیگی۔ وہ
مکتب میں دیر سے پہنچیگا۔ کھیل کے میدان میں ساتھی اس
کا بے فائدہ انتظار کرینگے۔ اگر اس کے ہمجولیوں کو سیر کے
لئے کہیں باہر جانا ہو۔ تو وہ اُن کو انتظار میں رکھ کر پریشان
کریگا۔ وہ ریلوے سٹیشن پر اس وقت پہنچیگا۔ جب گاڑی چل
دی ہوگی۔ ڈاک خانہ میں ڈاک کے روانہ ہو جانے کے بعد خط
لے جائیگا۔ وہ خود اور جس شخص کو اس سے کچھ بھی تعلق ہوگا۔
ہمیشہ رنجیدہ اور پریشان رہیگا۔ ایسے آدمیوں سے کسی قسم
کی امید رکھنا بے سود ہے۔ بعض اشخاص سستی اور تساہل سے
جو کام آج کرنے کا ہے۔ اس کو کل پر اُٹھا رکھتے ہیں لیکن
وہ کل کبھی نہیں آتا۔ اس لئے وہ کام یونہی ناتمام رہ جاتا ہے
یہی وجہ ہے۔ کہ بہت سے کام وقت پر نہ کرنے سے ایسے

بگڑ جاتے ہیں۔ کہ پھر اُن کا سنورنا محال ہو جاتا ہے۔
ہزاروں طالب علم اپنا وقت لہو و لعب میں بے پروائی
سے ضائع کر دیتے ہیں۔ امتحان کے نزدیک آ کر وہ حد
سے زیادہ محنت کرتے ہیں لیکن یہ بے وقت محنت ان
کو چنداں فائدہ نہیں دیتی۔ وہ امتحان میں ناکام رہتے
ہیں۔ اور عجز کی حد سے زیادہ بیمار ہو جاتی ہیں +

کیریکٹر کی آزمایش کا سب سے بڑا وقت وہ ہوتا
ہے جب انسان اپنے فرائض منصبی کے ادا کرنے کے بعد فارغ
ہوتا ہے۔ اس وقت اس پر کوئی دباؤ نہیں ہوتا کہ وہ فرصت کے
وقت کو کسی خاص کام میں صرف کرے۔ رخصتوں کے دن فراغت
کے لیے یہی ہمیں آسمان پر پہنچا دیتے ہیں۔ یا تحت الثریٰ
میں پھینک کر ہمیں اسفل السافلین میں پہنچا دیتے ہیں۔
جب طلبا رخصت کے دنوں میں سکول یا کالج نہیں جاتے
اور فرصت کے وقت کا استعمال کلی طور پر ان کے بس میں
ہوتا ہے۔ اُس وقت ان کے چال چلن کا سخت امتحان ہوتا

ہے۔ اگر کوئی شخص فرصت کے وقت کو بیکاری۔ یا وہ گوئی
لہو و لعب یا دیگر بیہودہ مشاغل میں گزار دیتا ہے۔ تو
اس کا کیرکٹر پختہ نہیں بلکہ خام ہے۔ وہ ترقی نہیں کرسکیگا
اور حقیقی مسرت سے محروم رہیگا۔ وہ اپنی زندگی کے قیمتی وقت
کا ایک حصہ یونہی رائگاں گنوا دیگا +

ہر طالب علم کو ایک ایسا شغل اختیار کرنا چاہئے جس
میں وہ فرصت کے وقت کو تفریح کے طور پر صرف کر سکے۔
انگلستان میں ہر ایک طالب علم تعلیم کے ساتھ ساتھ ایک نہ
ایک دستکاری سیکھ لیتا ہے۔ جب کبھی اس کو فرصت ملتی
ہے۔ تو وہ جھٹ اس شغل میں لگ جاتا ہے بعض طالب علم
نجاری سیکھ لیتے ہیں۔ فرصت کے وقت میں وہ میز۔ کرسی۔
قلمدان وغیرہ بنانے میں منہمک ہو جاتے ہیں۔ یہی وقت
اُن کے لئے سب سے زیادہ خوش کن ہوتا ہے۔ بعض طالبعلم
باغبانی میں اپنا فرصت کا وقت گذارتے ہیں۔ بیل بوٹے لگا
کر اُن کی آبپاشی اور نلائی کرتے رہتے ہیں بعض فرصت

کے وقت میں مصوری یا خیاطت میں مشغول رہتے ہیں۔
اور اس طرح کام کرنے سے اُن کو ایک گونہ مسرت حاصل
ہوتی ہے۔اُن کا وقت نہایت اچھی طرح سے گذر جاتا ہے
اور وہ ایک مفید کام بھی سیکھ لیتے ہیں۔اور چونکہ وہ بیکار
نہیں رہتے اس لئے اُن کے راستے میں لغزشیں حائل
نہیں ہوتیں۔

اس کے برعکس ہمارے ملک کے طلبا فرصت کے وقت
کا نہایت بیرحمی اور بیدردی سے خون کر دیتے ہیں۔وہ
تمام دن تاش کھیلنے، گپیں ہانکنے، چارپائی پر دراز رہنے
اور بیکاری میں مکھیاں مارنے میں گذار دیتے ہیں۔ نہ تو
اُن کے دلوں میں کام کرنے کا ولولہ اُٹھتا ہے۔اور نہ
وہ کوئی تدبیر سوچتے ہیں۔جس سے اپنے وقت کو مفید طریقے
سے استعمال کرسکیں۔یہ بالکل شاذ ہوتا ہے۔کہ نوجوان چھٹی
کے دن ٹولیاں بنا کر یا اپنے طور پر مکتب سے دور نکل جائیں
اور وہاں جاکر آزادی سے کھلی ہوا میں کھیل کود کر اپنے

وقت کو گذاریں - دریا - پہاڑ - جنگل - تاریخی مقامات
باغات - صبح و شام کے نظارے - یہ ایسی چیزیں
ہیں - جن کے دیکھنے میں اگر کبھی کبھی رخصت کے
دن کو صرف کیا جائے - تو یہ رائگاں نہیں جاتا ؞

۹۔ زر کا اِستعمال

"کھاؤ پیو۔ مگر فضول خرچی نہ کرو۔" القرآن

"بزر خود را مسنج اے بندۂ زر — کہ زر از گوشۂ چشم تو زر شد" اقبال

"کفایت شعاری سے زندگی کی نصف مہم سر ہو جاتی ہے۔"

"وہ روپیہ جو جلدی جلدی جمع کیا جاتا ہے۔ کم ہوتا جائیگا۔ لیکن وہ روپیہ جو زورِ بازو سے تھوڑا تھوڑا کر کے جمع کیا جاتا ہے بڑھتا جائیگا۔" گرے ٹا

"معمولی معمولی فضول خرچیوں سے بچتے رہو۔ چھوٹا سا سوراخ بڑے سے بڑے جہاز کو ڈبو دیتا ہے۔" فرینکلن

"فراہم کردہ از شیراں تراج — گشتہ روباہ را ان، احتیاج" اقبال

"قرض لینے سے بھوکا رہنا بدرجہا بہتر ہے۔"

"قرض ایک قفس ہے۔ اس میں داخل ہونا آسان ہے لیکن اس میں سے باہر نکلنا مشکل ہے۔"

"کفایت شعاری غریب آدمی کے لئے بمنزلۂ ٹکسال کے ہے۔"

"کفایت شعاری بذاتِ خود ایک بڑی آمدنی ہے۔" — سرو

اکثر آدمی روپیہ کما سکتے ہیں۔ بیدردی سے خرچ کر سکتے ہیں یا زمین میں دفن کر سکتے ہیں۔ لیکن صرف چند افراد ایسے ہیں۔ جو زر کا صحیح استعمال جانتے ہیں۔ روپیہ کا صحیح مصرف نہایت ضروری ہے۔ کیونکہ اس پر زندگی کی کامیابی اور مسرت کا دار و مدار ہے ٭

بعض اشخاص نہ صرف فضولخرچی کرتے ہیں۔ بلکہ الٹا اس پر فخر کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ روپیہ ایک قابل مذمت شے ہے۔ یہ سراسر غلط فہمی پر مبنی ہے۔ زر بذات خود بُری شے نہیں۔ زر پرستی البتہ بُری ہے۔ کیونکہ اس سے انسان بندۂ حرص و ہوا بن جاتا ہے۔ اس کے برعکس اگر زر کا استعمال صحیح طور پر کیا جائے۔ تو ہم بہت سے ایسے نیک کام کر سکتے ہیں۔ جو اس کے بغیر پایۂ تکمیل تک نہیں پہنچ سکتے۔ مدرسے چلانا، غریبوں کو کھانا کھلانا، کپڑے پہنانا وغیرہ یہ نیکیاں صرف دولتمندوں کا حصہ ہیں ٭

زر ایک طاقت ہے۔ جس کا اور چیزوں کی طرح اچھا اور

برا استعمال ہوسکتا ہے۔ اس کے ذریعے غریبوں کا خون چوسا جاسکتا ہے۔ اور ان پر طرح طرح کے مظالم توڑے جاسکتے ہیں۔ لیکن اسی سے بیواؤں۔ یتیموں اور بیکسوں کی مدد بھی کی جا سکتی ہے۔ یہ زر والے پر منحصر ہے۔ کہ اس سے خود بہرہ اندوز ہوں۔ اور دوسروں کو بھی فائدہ پہنچائے +

ہر جائز طریقے سے روپیہ جمع کرنا قابل ستائش ہے۔ موجودہ زمانے میں کوئی قوم روپیہ کے بغیر شاہراہِ ترقی پر گامزن نہیں ہوسکتی۔ علم حاصل کرنے کے لئے روپیہ کی ضرورت ہے سیر و سیاحت روپیہ کے بغیر نہیں ہوسکتی۔ کتابیں صرف روپیہ سے خریدی جاسکتی ہیں۔ دوستوں کی مدد بھی ہم روپیہ سے ہی کر سکتے ہیں۔ الغرض ہر کام میں روپے کی اشد ضرورت ہے۔ اس لئے وہ اشخاص جو دنیا کی نعمتوں سے لطف اٹھانا چاہتے ہیں۔ ان کو چاہئے کہ کفایت شعاری سے روپیہ جمع کریں +

روپیہ جمع کرنے کے لئے کفایت شعاری نہایت ضروری

ہے۔کفایت شعاری۔بخل اور اسراف کے بین بین چلنے کا نام ہے۔زر کو ضرورت کے موقع پر صرف نہ کرنا بخل ہے۔ اور اس کو بے ضرورت صرف کرنا اسراف ہے۔ اور اپنی آمدنی کے مطابق سوچ سمجھ کر (اور اس امر کو مدِ نظر رکھ کر کہ کچھ نہ کچھ ضروری بچایا جائے) صرف ضرورت کے موقع پر مال کو صرف کرنا کفایت شعاری ہے۔لاریب مال کو مال کی خاطر عزت و آبرو' ناموس صلہ رحم' وغیرہ کے مقابلہ میں عزیز جاننا' اور اپنا اور اپنے بال بچوں کا پیٹ کاٹ کر جمع کرنا' نہایت مذموم فعل ہے لیکن زر کو بیدردی سے خرچ کرنا اُس سے بھی مذموم تر ہے۔کیونکہ پہلی صورت میں بخیل روپیہ جمع کرکے کم از کم اپنی قوم کی دولت میں تو اضافہ کرتا ہے لیکن دوسری صورت میں مسرف آدمی کے اسراف سے قوم اتنی ہی مفلس ہو جاتی ہے

اب دیکھنا یہ ہے کہ ضرورت کا معیار کیا ہے۔یاد رکھنا چاہئے۔کہ یہ اشخاص اور حالات کے لحاظ سے مختلف ہوتا رہتا ہے۔جن چیزوں کا مہیا کرنا ایک آدمی کے لئے ضروری ہے

انہیں کا مہیا کرنا دوسرے کے لئے اسراف میں داخل ہو سکتا
ہے۔ ایک امیر آدمی گرمی کے موسم میں اگر برف اور شربت
وغیرہ پر بیس پچیس روپیہ خرچ کر دے تو بھی وہ مسرف
خیال نہ کیا جائیگا۔ لیکن اگر ایک غریب آدمی اسی شئے پر دو
تین روپیہ خرچ کر دے۔ تو وہ یقیناً مسرف تصور کیا جائیگا
اسی طرح اگر کوئی امیر آدمی کسی حاجتمند کو دو چار پیسے دیدے
تو وہ سخی کہلانے کا مستحق نہیں ہو سکتا۔ بلکہ بخیل امیر کو
بھی اتنا تھوڑا خرچ کرنا گراں نہیں گزرتا۔ برعکس اس کے
ایک غریب آدمی کے لئے دو چار پیسے کی خیرات کرنا بھی
مشکل ہے۔ اور وہ اتنی تھوڑی سی مقدار میں خیرات کرکے
سخی کہلانے کا حقدار ہو سکتا ہے۔ اسی طرح کسی عزیز کی
شادی وغیرہ کا انتظام کراتے وقت بعض حالات میں اپنی
حیثیت سے زیادہ خرچ کرنا کسی شخص کے نزدیک بھی
اسراف میں داخل نہیں ہوگا۔ بلکہ ایسے موقع پر خرچ نہ کرنا
بخل میں شمار ہو سکتا ہے +

کسی دانا کا مقولہ ہے۔ کہ اُس بات کا فیصلہ کہ آیا تم امیر ہوگے یا غریب۔ یہ بات نہیں کر سکتی کہ تم کتنا کمانے ہو بلکہ یہ کہ تم کتنا خرچ کرتے ہو۔" کفایت شعاری کے بغیر امیر ہونا ناممکن ہے۔ اور جو کفایت شعار ہے۔ وہ غریب نہیں ہو سکتا۔

دو خواتین ایک امیر آدمی کے پاس خیرات کے کام کے لئے چندہ مانگنے گئیں۔ وہ اس وقت دو موم بتیوں کی روشنی میں کچھ لکھ رہا تھا۔ جونہی وہ کمرے میں داخل ہوئیں۔ اُس نے ایک موم بتی بجھا دی۔ جب انہوں نے اس کی یہ حرکت دیکھی تو وہ آپس میں سرگوشیاں کرنے لگیں۔ کہ ایسے آدمی سے اُنہیں کچھ چندہ وصول نہ ہوگا۔ مگر جب انھوں نے اپیل کی۔ تو اُس نے بیس اشرفیاں بطور چندہ کے دیں۔ ایک خاتون نے اس کو کہا۔ میں آپ سے چندہ لے کر خوش بھی ہوئی ہوں اور حیران بھی۔ کیونکہ مجھے آپ سے ایک کوڑی ملنے کی بھی توقع نہ تھی۔ امیر آدمی نے پوچھا کیوں! انہوں نے کہا۔ کہ آپ نے ہماری آمد پر جو بتی بجھا دی۔ تو ہم نے خیال کیا۔ کہ یہاں سے ہمیں کچھ وصول نہ ہوگا

اُس نے کہا یہی سبب ہے۔ کہ میں آپ کو اتنی رقم خیرات کے طور پر دینے کے قابل ہوگیا ہوں میں کفایت شعاری پر عمل پیرا ہونے سے روپیہ بچاتا ہوں تاکہ نیک کاموں میں صرف کرسکوں۔ باتیں کرنے کے لئے ایک ہی موم بتی کی روشنی کافی ہے

اسی طرح ایک امیر کتب فروش کے متعلق مشہور ہے۔ کہ وہ بہت کنجوس تھا۔ ایک دفعہ ایک اور کنجوس اس کے پاس آیا کتب فروش نے ایک موم بتی روشن کی۔ اور اس کو پوچھا کیا کام ہے۔ کنجوس نے جواب دیا۔ کہ میں آپ کے پاس اس غرض سے آیا ہوں۔ کہ آپ کے ساتھ کفایت شعاری کے متعلق گفتگو کروں۔ جب کتب فروش نے یہ بات سُنی۔ تو اُس نے یہ کہہ کر کہ یہ کام تو اندھیرے میں بھی ہو سکتا ہے۔ فوراً موم بتی کو بجھا دیا۔ جب کنجوس نے یہ دیکھا تو اُس نے کہا تم اس فن میں میرے استاد ہو۔ مجھے اب زیادہ سوال کرنے کی ضرورت نہیں۔ میں نے راز معلوم کر لیا ہے ۔

اس میں شک نہیں۔ کہ بخل اور کفایت شعاری میں بین

و آسمان کا فرق ہے بخیل زر کو زر کی خاطر چاہتا ہے ۔اس لئے
زر اس کو نفع اور آرام پہنچانے کے بجائے اس کے لئے وبالِ
جان بن جاتا ہے بخیل حرص اور لالچ کی وجہ سے خرچ نہیں
کرتا ۔اور جائز آرام بھی جو روپیہ سے حاصل ہو سکتے ہیں نہیں
لیتا ۔لیکن پھر بھی بخیل آدمی فضول خرچ کے مقابلے میں بدرجہا
بہتر ہے ۔ در اصل بخل اور فضول خرچی دونو ہی برائیاں ہیں
اور اگر ان کو اعتدال سے بڑھایا جائے تو کبر کبر تباہ ہو جاتا ہے
وہ شخص کبھی ترقی نہیں کر سکتا جو جتنا کمائے ۔اتنا ہی خرچ
کر ڈالے ۔لیکن وہ شخص جو جتنا کمائے اس سے بھی زیادہ خرچ
کر ڈالے ۔ضرور بالضرور قعر مذلت میں گر جاتا ہے ۔کیونکہ
فضول خرچی کا لازمی نتیجہ قرض ہے ۔اور قرض وہ بلا ہے جس کے ذریعے
دولتمند قرضداروں کو غلامی کی زنجیروں میں اس طرح جکڑ لیتا ہے
کہ اس کے پنجے سے رہائی پانا ناممکن ہو جاتا ہے ۔مقروض قوم
سے وہ تمام صفات حمیدہ جو انسان کا طرۂ امتیاز ہیں
مفقود ہو جاتی ہیں ۔نہ اُس میں خودداری باقی رہتی ہے

اور نہ ترقی کرنے کے لئے اس کے افراد کے دل ابھر سکتے ہیں اس سے صداقت اور ایفائے عہد کے پاک صفات چھن جاتے ہیں ۔

ہر ایک آدمی کو اپنی آمدنی سے کچھ نہ کچھ بچانا چاہئے۔ خواہ یہ نہایت قلیل مقدار میں کیوں نہ ہو بعض یہ خیال کرتے ہیں۔ کہ ایک یا دو پیسے بچانے سے کیا فائدہ ہو سکتا ہے۔ لیکن یاد رکھنا چاہئے کہ جو پیسوں کے متعلق بے پرواہ ہوتے ہیں۔ وہ روپوں کا بھی اسی بے پرواہی سے استعمال کرتے ہیں۔ ایک مشہور ادیب کہتا ہے۔ کہ اگر ایک آدمی کی سالانہ آمدنی چھ سو روپے ہو۔ اور سالانہ خرچ پانسو ننانوے روپے پندرہ آنے چھ پائی ہو۔ تو وہ یقیناً اس آدمی کے مقابلے میں زیادہ خوشحال ہوگا۔ جس کی سالانہ آمدنی چھ سو روپے ہو اور سالانہ خرچ چھ سو روپیہ اور چھ پائی ہو۔ حالانکہ دونوں صورتوں میں فرق صرف ایک آنہ کا ہے ۔

ایک حکیم کا مقولہ ہے۔ "میری خواہش ہے کہ میں تمام آسمان کی فضا میں بڑے بڑے سنہری حرفوں میں سیونگ بنک لکھ دوں ۔

کچھ نہ کچھ بچانا ایک ایسا زریں اصول ہے کہ اگر ہم اس پر عمل پیرا ہو جائیں۔ تو آج قوم قرض کی خوفناک بیماری سے نجات پا سکتی ہے۔ اگر کوئی قوم اقتصادی آزادی حاصل کرنا چاہتی ہے۔ تو اس کو شروع سے اپنے بچوں کے دلوں میں قرض کا ایسا خوف بٹھانا چاہئے۔ کہ بچے بھوکا رہنے کو ادھار کھانے پر ترجیح دیں۔ ہمیں چاہئے۔ کہ گھروں میں۔ مدرسہ اور کالج کے کمروں میں اس قسم کے مقولے لکھ کر [illegible] دیں۔ [illegible] پیش نظر رہنے سے ہم قرض سے نفرت پکڑیں مثلاً "قرض غلامی ہے"۔ "فضول خرچی کرنے والے [illegible] ان [illegible] سالی میں"

جو قرض لیتا ہے۔ وہ غم مول لیتا ہے"۔

کوئی اخلاقی۔ مذہبی۔ سیاسی اور اقتصادی گناہ ایسا نہیں ہے۔ جس میں قرض کی بدولت آدمی پھنس نہیں جاتا۔ کونسی ذلت ہے۔ جو قرض سے انسان پر نہیں آن پڑتی۔ یہ آدمی کی آزادی اور خودداری کو چھین لیتا ہے۔ اور اس کو ذلیل اور بے عزت کر دیتا ہے۔ اگر نہایت اشد ضرورت کے بغیر

کوئی شخص ایک روپیہ بھی قرض لیتا ہے۔ درآنحالیکہ وہ اس کو ادا کرنے کی اہلیت نہیں رکھتا تو سمجھنا چاہئے کہ اس نے وہ روپیہ چوری کیا ہے۔ اگر ترقی کرنا چاہتے ہو۔ تو اپنے آپ کے کلی طور پر مالک رہو۔ لیکن اگر تم کسی کے قرضدار ہوگے۔ تو تمہارا کچھ حصہ قرضدار کی ملکیت نہ ہوگا۔ سوائے گناہ کے اور کوئی شے کسی نوجوان کی ترقی میں اتنی سنگ راہ نہیں ہوتی جتنا قرض کسی نے کیا خوب کہا ہے۔ کہ فاقہ، پھٹے پرانے کپڑے، سخت محنت، حقارت بے انصافی یہ سب بہت ہی ناخوشگوار ہیں۔ لیکن قرض ان سب سے بدترین ہے۔ سچ ہے۔ قرض نے بڑوں بڑوں کو تباہ و برباد کر دیا ہے +

دولت بڑھانے کے دو اور صرف دو طریقے ہیں۔ زیادہ پیدا کرنا یا کم خرچ کرنا۔ اس لئے جو آدمی بے سوچے سمجھے روپیہ خرچ کر ڈالتا ہے۔ وہ ہمیشہ محتاج رہتا ہے۔ کسی شے کو خواہ کتنی ہی سستی کیوں نہ بکتی ہو۔ بے ضرورت ہرگز نہ خریدنا چاہئے کسی شے کو محض سستا ہونے کی وجہ سے خریدنا بھی فضول خرچی

کے راستہ پر ڈال دیتا ہے۔ اور پھر واپس آنا مشکل ہو جاتا ہے یہی وجہ ہے۔ کہ بعض قومیں باوجود نہایت محنتی ہونے کے ہمیشہ نادار اور قرض میں مبتلا رہتی ہیں۔ اوائل عمر سے ہمیں خواہشات پر قابو پانے کا سبق سیکھنا چاہئے۔ اگر ہم کسی چیز کی قیمت (خواہ ہماری طبیعت اس پر آئی ہو) ادا نہیں کر سکتے ہمیں جرأت ہونی چاہئے۔ کہ اس کے خریدنے سے باز رہیں۔ سٹریکلین کا قول ہے۔ کہ اکثر آدمی دوسروں کی تعریف حاصل کرنے کی خواہش میں زر کو فضول خرچ کر کے خود تباہ ہو جاتے ہیں ٭

ہر ایک آدمی کو اپنی آمدنی سے کچھ نہ کچھ ضرور بچانا چاہئے کیونکہ ایک وقت ایسا آن پڑتا ہے جب انسان کمانے سے معذور ہو جاتا ہے۔ مثلاً کام سے برخاست ہونا۔ بیمار پڑ جانا وغیرہ۔ یا بالخصت کوئی غیر معمولی خرچ آ پڑتا ہے۔ اس وقت اگر کچھ پس انداختہ نہ ہو تو بال بچے فاقوں مرینگے۔ دوا کے لئے اور ڈاکٹر کی فیس کے لئے پیسہ تک پاس نہیں ہوگا۔ زر کو زر کی خاطر بچانا اور جمع کرنا واقعی رذیل کام ہے لیکن اوروں کی حاجت روائی

کے لئے بچانا عین انسانیت ہے ؂

ہر شخص کو چاہئے کہ آمد و خرچ کا باقاعدہ حساب رکھے اور اس میں روزانہ خرچ کو تفصیل وار درج کرے یعنی اکثر خرچ کرنے کے بعد چیزیں پشیمان رہتے ہیں کہ آمدنی کا کچھ پتا نہیں چلتا۔ کہ کہاں جاتی ہے۔ اگر حساب باقاعدہ درج ہوگا تو پشیمانی دور ہو جائیگی۔ ایک اور فائدہ یہ ہے کہ روزانہ حساب رکھنے سے کوئی فضول خرچی کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا جب کبھی کوئی فضول خرچی میں مبتلا ہونے لگتا ہے۔ تو وہ پہلے پہل اپنی آمدنی اور خرچ کی طرف سے آنکھیں بند کر لیتا ہے۔ اور پھر تباہی کے عمیق گڑھے میں گر جاتا ہے۔ اگر ہم خرچ کی حساب رکھنے میں باقاعدگی کرینگے۔ تو ہمیں سمجھنا چاہئے کہ ہم نے بہت حد تک کفایت شعاری سیکھ لی ہے ؂

فضول خرچی اور بخل کے درمیان رہو۔ روپیہ بچانے کے لئے روح کو بھوکا نہ رکھو۔ کفایت شعاری کا راز یہ ہے کہ تمہاری آنکھوں میں چیزوں کی قدر و قیمت بڑھ جائے

صرف اعلیٰ قویٰ کی نشو و نما کے لئے خرچ کرو۔ جسم کے لئے نہیں بلکہ روح کی تقویت کے لئے خرچ کرنا چاہیئے۔ عیش و عشرت کے لئے نہیں۔ بلکہ تربیت کے لئے۔ بعض نوجوان ضرورت کی چیزوں کو بھی نہیں خریدتے۔ جو مناسب خرچ سے احتراز کرتے ہیں۔ اُن کے دل غریب ہو جاتے ہیں۔ اپنا اور اپنے بال بچوں کا پیٹ کاٹ کر نہ بچاؤ۔

اگر تم دولت سے لطف اُٹھانا چاہتے ہو۔ تو اس پر دل نہ لگاؤ۔ شیخ سعدی کا قول ہے کہ صرف اتنا مال رکھو جس سے تمہارا گذارہ بخوبی ہو سکے۔ اگر اس سے زیادہ ہوگا تو وہ تمہارے لئے وبال جان بن جائیگا ؎

نہ بر اشترے سوارم نہ چو اشتر زیر بارم ۔ نہ خداوند رعیت نہ غلام شہر یارم
غم موجود و پریشانئ معدوم ندارم ۔ نفسے میزنم آسودہ و عمرے بسر آرم

زر و مال کی تلاش میں ہر وقت سرگرداں رہنا عقل و خرد سے بعید ہے۔ زندگی کا یہ مقصد نہیں ہونا چاہئے۔ کہ دولت اکٹھی کی جائے۔ دولت اِس لئے ہے۔ کہ اس سے زندگی

آسودہ حالی میں گذرے۔ اگر کوئی شخص ایمان داری سے محنت کرتا ہے۔ اور پھر بھی وہ غریب ہے۔ تو اُسے ہرگز پریشان نہ ہونا چاہیئے۔ کیونکہ "خدا کی بادشاہت غریبوں کے لئے ہے"۔

یہ نادانی ہے کہ زر و مال جمع کیا جائے۔ اور اس سے حظ نہ اٹھایا جائے۔ ایسے شخص کے متعلق کہا گیا ہے۔ کہ وہ "دولت جمع کرتا ہے۔ لیکن نہیں جانتا۔ کہ وہ کس کے حصّہ میں آئیگی"۔ زر و مال کی محبّت ہمیشہ تباہ کرتی ہے۔ زر ہمارے لئے ہے۔ نہ کہ ہم زر کے لئے "اگر ایک آدمی دنیا کا تمام زر و مال اکٹھا کرے۔ مگر اپنی روح کو کھو دے۔ تو اس کو کچھ فائدہ نہیں ہوگا"۔

۱۰۔ تربیتِ جسم

"تنے بیدا کن از ہستیِ غبارے تنے محکم تر از سنگیں حصارے" اقبال

"جسم خدا کا مندر ہے۔ جس میں اس کی لطیف روح رہتی ہے" ۔

"جس کا جسم توانا ہوگا۔ اس کا دماغ بھی صحیح ہوگا" ۔

تندرستی ہزار نعمت ہے۔ ہماری زندگی کی خوشی کا دار و مدار اور ہماری تمام امیدیں اس کے ساتھ وابستہ ہیں۔ اگر جسم غلطی یا کوتاہ فہمی کے باعث کسی صورت میں خراب ہو جائے۔ تو اس کا اثر دل و دماغ پر بھی پڑتا ہے ۔

طالب علم کو اپنے جسم کی تربیت کا خاص خیال رکھنا چاہیئے۔ کیونکہ اور پیشوں میں جسم کی کچھ نہ کچھ ورزش ہوتی رہتی ہے اور اگر کسی کی صحت خراب بھی ہو جائے۔ تو اس کے کام میں اتنا حرج واقع نہ ہوگا۔ جتنا طالب علم کو اپنے جسم کے خراب ہونے سے ہوتا ہے۔ بعض دفعہ نہایت ذہین طالب علم جو کوتاہ فہمی سے اپنے جسم کا خیال نہیں رکھتے ۔ اور ورزش کے وقت میں

بھی مطالعہ میں لگے رہتے ہیں۔ یک لخت امتحان کے نزدیک
آکر بیمار ہو جاتے ہیں۔ اور بعض اوقات امتحان میں بھی شامل
نہیں ہو سکتے۔ اور اس طرح ان کے سارے سال کی محنت
اکارت جاتی ہے۔ اور اُن کی تمام امیدوں کا خون ہو جاتا ہے۔
ایک طالب علم باوجود افلاس اور تنگدستی کے محنت کر کے
ترقی کے زینہ پر چڑھ سکتا ہے۔ لیکن اگر اس کی صحت بگڑ
جائے۔ تو وہ بالکل بے دست و پا ہو جاتا ہے۔ جسم کی صحت
کے بغیر کسی کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانا قریباً ناممکن ہے۔ بیشمار
ایسے نوجوان ملتے ہیں۔ جو باوجود نہایت ذہین ہونے کے صرف
صحت کی خرابی کے باعث ترقی نہیں کر سکتے۔ بلکہ بعض تو قریباً
اندھے ہو جاتے ہیں۔ اکثر کو بدہضمی کی شکایت رہتی ہے۔ اور
اکثر دائم المریض رہتے ہیں۔ یہ سب کچھ صرف اس لئے ہوتا
ہے۔ کہ وہ اپنے جسم کی تربیت کا خاطر خواہ لحاظ نہیں رکھتے۔
یاد رکھنا چاہئے۔ کہ نوجوان طالب علم اپنے آپ کو
زندگی کے لئے طیار کرتا ہے۔ اس لئے اگر وہ اپنے جسم کی تربیت

اور اپنی صحت کا لحاظ کئے بغیر ہر وقت کتابوں کے مطالعہ میں منہمک رہتا ہے۔ تو وہ یقیناً اپنے تمام قوائے طالبعلمی کے زمانہ میں ہی خرچ کر ڈالیگا۔ اور آیندہ زندگی میں بالکل بیکار ہو جائیگا۔ بیمار آدمی زندگی کی نعمتوں سے بہرہ اندوز نہیں ہو سکتا۔ اسے اپنی زندگی بوجھل معلوم ہوتی ہے۔ اس کے برعکس ایک تندرست آدمی ہر وقت ہشاش بشاش رہتا ہے۔

جسمانی تربیت کے لئے ورزش سب سے ضروری شئے ہے

جس طرح خوراک کے بغیر زندہ رہنا ناممکن ہے۔ اسی طرح ورزش کے بغیر جسم کی پوری پوری نشوونما نہیں ہو سکتی۔ ورزش بچوں نوجوانوں۔ بوڑھوں سب کے لئے نہایت ضروری ہے ہمارے ہاں ورزش کو کماحقہٗ اہمیت نہیں دی جاتی۔ ملک میں ورزش کا شوق قریباً مفقود ہے۔ اور جو چند افراد شوق رکھتے ہیں۔ وہ بے قاعدہ اور بے ضابطہ ورزش کرتے ہیں۔ بعض جاہل ورزش کرنے کو متانت اور سنجیدگی کے منافی سمجھتے ہیں۔ یہاں تک کہ اگر کوئی شریف آدمی ورزش کرتا ہوا دکھائی دے۔ تو اس کو عجیب

بات خیال کیا جاتا ہے۔اس کے برعکس مغرب کی تمام قومیں
ورزش کا نہایت اہتمام سے انتظام کرتی ہیں۔ مدرسوں اور
کالجوں کے کھیلنے کے میدانوں کے علاوہ ہر شہر میں
پبلک کے کھیلنے کے لئے میدان مہیا کئے جاتے ہیں۔یہی وجہ
ہے۔کہ ان لوگوں کے جسم مضبوط اور ان کی عمر دراز ہوتی ہے*

طلبا بالعموم ورزش سے کتراتے ہیں۔چونکہ طالب علمی
کے زمانہ میں وہ نوجوان اور تندرست ہوتے ہیں۔اس لئے
اس وقت وہ ورزش کی ضرورت محسوس نہیں کرتے لیکن
ان کو یاد رکھنا چاہئے۔کہ اگرچہ وہ تھوڑے عرصہ کے لئے
ورزش کے بغیر صحت کو برقرار رکھ سکتے ہیں لیکن آخرکار
ورزش سے پہلوتہی کرنے کا خمیازہ اٹھانا ہی پڑتا ہے کیونکہ
جب صحت بگڑ جاتی ہے۔تو اس وقت ورزش سے بھی
کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔اس لئے شروع ہی سے ورزش
کی عادت ڈالنا چاہئے۔ورنہ زندگی کی تمام امیدیں
اور آرزوئیں خاک میں مل جائینگی *

بعض طالب علم خیال کرتے ہیں۔ کہ ہمیں ورزش کرنے کے لئے اسباق وغیرہ کے مطالعہ سے فرصت نہیں ملتی اور اس پر طرہ یہ کہ وہ اس وقت کو جو ورزش میں صرف کیا جاتا ہے ضائع شدہ سمجھتے ہیں۔ لیکن یہ سراسر حماقت ہے جس طرح کاریگر کا وہ وقت جو وہ ہتھیاروں کو تیز کرنے میں لگاتا ہے۔ ضائع نہیں سمجھا جا سکتا۔ اسی طرح وہ وقت جو جسم کی ترتیب کے لئے ورزش کرنے میں صرف کیا جاتا ہے۔ رائیگاں نہیں جاتا۔ تجربہ سے دیکھا گیا ہے۔ کہ وہ طالب علم جو باقاعدہ ورزش کرتے ہیں۔ اپنے اسباق کو بھی نہایت اچھی طرح سے یاد کر سکتے ہیں۔ کیونکہ ایک تو جسم کی نشو و نما ہوتی ہے۔ اور دوسرے جسم کی صحت کے ساتھ ساتھ دماغ بھی خوب کام کرنے کے لائق ہو جاتا ہے۔

ورزش دو طرح سے کی جاسکتی ہے۔ انفرادی یا اجتماعی طور پر۔ پہلی قسم میں دوڑنا۔ کشتی لڑنا۔ ڈنڈ پیلنا۔ مگدر ہلانا۔ سیر کرنا۔ تیرنا۔ گھوڑے کی سواری کرنا۔ کشتی کھیلنا۔

اُٹھک بیٹھک کرنا وغیرہ شامل ہیں۔ دوسری قسم کبڈی۔ ہاکی
فٹ بال۔کرکٹ۔ٹینس۔والی بال وغیرہ پر مشتمل ہے۔جہاں
کہیں اور جب کبھی اجتماعی کھیل کا بندوبست نہ ہو سکے۔
وہاں انفرادی طور پر ورزش کرنا لازمی ہے۔خصوصاً صبح وشام
کی سیر نہایت مفید اور دل خوش کن ہوتی ہے۔گرمی کے
موسم میں تیرنا بڑی اعلےٰ ورزش ہے۔اس سے نہ صرف جسم
کے تمام اعضا کی ورزش ہو جاتی ہے۔بلکہ تیرنے کے بعد
طبیعت بھی شگفتہ ہو جاتی ہے۔اور کسی قسم کی تھکان معلوم
نہیں ہوتی۔ اس میں شک نہیں۔کہ الگ الگ ورزش کرنے
سے بھی جسم کے تمام پٹھے مضبوط ہو جاتے ہیں۔ اور اس
کے لئے کوئی اہتمام بھی نہیں کرنا پڑتا۔لیکن اس طرح جو
اجتماعی کھیل سے فائدہ متصوّر ہوتا ہے۔حاصل نہیں ہوتا۔
نہ تو اس میں تفریح ہوتی ہے۔اور نہ اخلاقی فوائد حاصل ہوتے
ہیں۔کیونکہ انفرادی کھیل میں ایک کھلاڑی کی ذمہ داری کی
بات ہوتی ہے۔اور اس میں خاص طور پر دلچسپی پیدا نہیں

ہوسکتی۔ ڈنٹر پیلتے وقت ہم اس [illegible] ہوتے۔ جس طرح کوئی مزدور محنتِ شاقہ کرتا ہے [illegible] سوائے ورزش کے نہ کوئی خاص مقصد ہوتا ہے۔ اور نہ کسی قسم کا مقابلہ ۔

اس کے برعکس اجتماعی کھیلوں میں ٹولی کے ہر ایک آدمی کو اجتماعی فتح کا خیال دامنگیر رہتا ہے۔ دوسری ٹولی کے مقابلہ کے خیال سے ہم اپنے آپ کو کھیل میں مستغرق کر دیتے ہیں۔ اور ہم مل کر کام کرکے دوسری ٹولی کے ساتھ مقابلہ کرنے کے لئے اپنے انفرادی مفاد کو ٹولی کے مفاد کے ماتحت کر دیتے ہیں۔ اس سے اکٹھا کام کرنے کی عادت پڑ جاتی ہے۔ معمولی معمولی باتوں سے چشم پوشی کرنا سیکھ لیتے ہیں۔ اس سے قواعد اور ضوابط کے ماتحت کام کرنے کا ڈھنگ آجاتا ہے۔ کھیلوں سے اخلاقی اور جسمانی دونوں قسم کی تربیت ہو جاتی ہے۔ ان سے جرأت۔ جوانمردی ہمت بڑھ جاتی ہے۔ فٹ بال۔ ہاکی وغیرہ کھیلنے سے ہم تکالیف

اور مصائب کا مقابلہ کرنا سیکھ جاتے ہیں۔ خود ضبطی اور خوش طبعی صرف اجتماعی کھیل کھیلنے سے حاصل ہوتی ہے شکست کو خندہ پیشانی سے برداشت کرنا انہی کھیلوں کی بدولت حاصل ہوتا ہے۔ کتابیں پڑھنے سے کبھی یہ بات حاصل نہیں ہوسکتی ڈیوک آف ولنگٹن کے اس قول میں ذرا بھی مبالغہ نہیں کہ واٹرلو کے جنگ کو میدان کارزار میں نہیں۔ بلکہ ایٹن کے کھیل کے میدان میں جیتا گیا۔ ہاکی کے کھیل میں ہم اس قدر منہمک ہو جاتے ہیں۔ کہ دنیا و مافیہا کی خبر نہیں رہتی۔ اس وقت افکار سے کلی طور پر نجات مل جاتی ہے۔

اجتماعی کھیلیں ہمیں یہ سکھلاتی ہیں کہ سب سے ضروری بات یہ ہے۔ کہ ہم اپنی ٹولی کے مفاد کو مدنظر رکھ کر کھیلیں۔ نہ کہ اپنے ذاتی مفاد کو۔

وہ ورزش سب سے اچھی ہے جو باقاعدہ ہو۔ اور کھلی ہوا میں کی جائے جس طرح ہر روز کھانا کھانا ضروری ہے۔ اسی طرح ورزش بھی۔ طالب علم اپنے سبق میں ناغہ کر دیں تو کر دیں۔ لیکن

ورزش میں کبھی ناغہ نہ کریں۔ نیز ورزش کا بڑا مقصد یہ بھی ہے
کہ دماغ کو تفریح ملے۔ اس لئے وہ کھیلیں کھیلنی چاہئیں جن میں
دلچسپی ہو۔ اور جو خوشگوار ہوں۔ ہاں کھیل کو کھیل کی حیثیت پر
ہی رکھنا چاہیئے۔ یہ نہ ہو۔ کہ ان کو زندگی کا مقصد ہی بنا لیا جائے ‌‌؂

جسم کی صحیح تربیت کے لئے غذا کا خاص خیال رکھنا چاہیئے۔
عام طور پر لوگ یہ سمجھتے ہیں۔ کہ مقوی اور مرغن غذاؤں
سے عمدہ صحت حاصل ہو سکتی ہے۔ حالانکہ یہ غلط ہے۔ نیز تکلّف
کھانوں کی وجہ سے معدہ ہر وقت مصروف رہتا ہے۔ اور
آرام نہ ملنے سے صحت بگڑ جاتی ہے چنانچہ یہ ایک مشہور مقولہ ہے
کہ بہت سے انسان خود اپنے دانتوں سے اپنی قبر کھودتے ہیں۔
یعنی طرح طرح کے کھانے کھا کر اپنی صحت کو برباد کرتے اور
انجام کار ہلاک ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح بعض غلطی سے سمجھتے
ہیں کہ کھانے کی زیادہ مقدار زیادہ قوت پیدا کرتی ہے۔ حالانکہ
غذا کا جتنا حصہ عمدگی سے ہضم ہو کر جزوِ بدن ہو جاتا ہے صرف
وہی جسم کو قوت پہنچاتا ہے۔ اور ضرورت سے زیادہ جس قدر زیادہ غذا معدہ

میں ہوتی ہے۔ اس کے ہضم کرنے میں جسم کی زیادہ قوت صرف ہو جاتی ہے۔ جس سے وہ کمزور ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ بعض بسیار خور اشخاص نہایت کمزور۔ نحیف اور پتلے ہوتے ہیں۔ ایک اور غلطی کھانے کے متعلق یہ کی جاتی ہے کہ اکثر اشخاص کھانے کے کوئی مقررہ اوقات نہیں رکھتے۔ بلکہ ہر وقت اسی تاک میں رہتے ہیں کہ کسی نہ کسی صورت سے خوش ذائقہ چیزوں سے پیٹ بھریں۔ کھانے کے زیادہ سے زیادہ اوقات تین ہونے چاہئیں۔ اور ان کے لئے مقررہ وقت ہو۔ اس وقت کے علاوہ مطلق کوئی چیز معدہ میں نہ ڈالنی چاہئے۔ کھانے کے وقت مقررہ کر دینے سے صحت اچھی رہتی ہے۔ بھوک خوب لگتی ہے۔ اور معدہ خوب کام کرتا ہے اس ضمن میں یہ بات بھی یاد رکھنی چاہئے کہ بازاری مٹھائیاں کھانے سے سوائے نقصان کے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ اور دام دے کر بیماری مول لی جاتی ہے۔

کھانا کھانے میں نہ تو بہت سا وقت لگانا چاہئے اور

نہ جلدی جلدی نگلنا چاہیئے۔ ابھی تھوڑی بھوک باقی ہو۔ تو
کھانا چھوڑ دینا چاہیئے۔ کھانا زندگی کو قائم رکھنے کے لئے
ہے۔ نہ کہ زندگی کھانا کھانے کے لئے۔ لیکن افسوس ہے
کہ آج کل کی تہذیب میں لوگوں کا مقصد زندگی یہ معلوم
ہوتا ہے کہ کس طرح کھائیں، کیا کھائیں، کہاں کھائیں، کب
کھائیں، اور کتنا کھائیں۔ کھانے پینے میں اس قدر انہاک
کے سبب سے لوگوں کی صحتیں بگڑ جاتی ہیں۔ اور وہ طرح
طرح کی بیماریوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں ؞

اس کے برعکس جب کبھی کھانے میں بے اعتدالی کی
وجہ سے صحت خراب ہو جائے۔ تو اس وقت روزہ رکھنا یا فاقہ
کرنا صحت کے لئے نہایت مفید ہوتا ہے۔ حسب ضرورت
دو چار روز کے لئے روزہ رکھنا یا فاقہ کرنا دوائی کا کام دیتا
ہے۔ ایک امیر آدمی جس نے کھانے میں بے اعتدالی سے کام
لے کر اپنی صحت کا ستیاناس کر دیا تھا۔ ایک مشہور ڈاکٹر کے
پاس معالجہ کے لئے گیا۔ جب ڈاکٹر نے اس کی بیماری کا حال سنا

تو وہ فوراً تاڑ گیا۔ کہ یہ سب کچھ بسیار خوری کا نتیجہ ہے۔ڈاکٹر نے مریض کو کہا کہ میں تمہارا علاج کر سکتا ہوں بشرطیکہ تم میری نصیحت پر عمل کرو۔ جب مریض اس کا اقرار کر چکا تو ڈاکٹر نے اس کو کہا۔ کہ کہیں سے ایک گھوڑا چراؤ۔ مریض نے کہا ہیں! کیا میں گھوڑے کی چوری کروں "ڈاکٹر نے کہا ہاں۔ تم ضرور گھوڑے کی چوری کرو۔ کیونکہ پھر تم گرفتار کئے جاؤگے اور جرم کے ثابت ہونے پر جیل بھیجے جاؤگے۔ وہاں تمہیں اس قسم کی خوراک ملیگی جس سے تمہاری صحت بہت جلد درست ہو جائیگی +

روزہ رکھنا یا فاقہ کرنا تو بہت مفید ہے۔ لیکن روزہ کے بعد خوراک میں زیادتی کرنے سے یا ثقیل غذائیں کھانے سے بجائے نفع کے نقصان ہوتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے۔ کہ روزہ کے بعد نہایت سادہ اور زود ہضم غذا کھائی جائے زمانہ سلف میں جب زندگی سادہ ہوتی تھی۔ لوگوں کی صحت بھی عمدہ رہتی تھی۔ ہندوستان میں جب طلبا

پھل سے اور سبزی پر گذارہ کرکے اپنے گرد سے علم حاصل کرتے تھے۔ تو ان میں بڑے بڑے جوانمرد پیدا ہوتے تھے۔ روم کے عروج کے وقت رومی عہدہ دار نہایت سادہ طریقے سے رہتے تھے۔ ان کے بڑے بڑے مدبر جب اپنے کام سے فراغت پاتے۔ تو روم سے باہر اپنے اپنے گاؤں میں جاکر ہل جوت کر اور موٹا جھوٹا کھانا کھا کر گذارہ کرتے تھے۔ قرونِ اولے کے مسلمان فتح پر فتح پاتے تھے۔ اور اُن کی فتح کا سیلاب سب کو بہا کر لے جاتا تھا۔ اس کی ایک بڑی وجہ یہ تھی کہ ان کی زندگی سادہ اور تکلفات سے پاک ہوتی تھی۔ کھجوریں اور جو کی روٹی اُن کی خوراک تھی اور موٹے جھوٹے کپڑے ان کا لباس۔ لیکن جونہی رومیوں اور ایرانیوں کا اثر اُن پر پڑا۔ اور ان کی زندگی میں عیش و عشرت داخل ہوگئی۔ تو وہ سب خوبیاں اِن سے چلی گئیں ۔

عمدہ صحت کا انحصار اس پر ہے۔ کہ جسم کو اندرونی اور بیرونی غلاظتوں سے پاک رکھا جائے۔ اس لئے ورزش

اور سادہ خوراک کی طرح صفائی بھی جسم کی تربیت کے لئے نہایت ضروری ہے۔ سچ ہے۔ کہ صفائی بھی اتنی ہی ضروری ہے جتنی پرہیزگاری۔ بیشمار بیماریاں ایسی ہیں۔ جو صرف صفائی کے نہ ہونے کی وجہ سے پیدا ہو جاتی ہیں اور فروغ پاتی ہیں۔ ہیضہ۔ طاعون۔ چیچک وغیرہ خود بخود پیدا نہیں ہوتیں۔ بلکہ اُن کے جراثیم جسم میں گھس جاتے ہیں۔ اور پھر تباہی پیدا کرتے ہیں۔ اس لئے فقط اتنا ہی کافی نہیں کہ ہم اپنے جسم کی صفائی کر کے مطمئن رہیں۔ بلکہ اپنے گھروں کی، اپنی خوراک کی، کپڑوں کی، پینے کے پانی کی اور میوہ کی صفائی ضروری ہے ÷

جسم کو صاف رکھنے کے لئے ہر روز کم ازکم ایک بار ضرور بالضرور نہانا چاہئیے۔ جوان۔ آدمیوں کے لئے بہترین چیز سرد پانی ہے۔ جو جسم کو نہایت قوت بخشنے والا ہے۔ البتہ تکان دور کرنے کے لئے گرم پانی سے نہانا چاہئے گرمیوں کے موسم میں جتنی بار نہائیں۔ اس سے طبیعت خوش

ہوتی ہے۔ بعض سمجھتے ہیں کہ سردی کے موسم میں نہانا مضر ہے۔ اور اس لئے وہ نہانے سے ڈرتے ہیں۔ لیکن جن کی روزانہ نہانے کی عادت ہے۔ وہ خوب جانتے ہیں۔ کہ سردیوں کے موسم میں بھی نہانے سے طبیعت اتنی ہی خوش ہوتی ہے۔ جنتی اور مہ [illegible] سردی میں بھی تازہ پانی سے نہانا مفید ہے۔ لیکن اگر زیادہ سردی کے وقت نیم گرم پانی سے نہا لیا جائے۔ تو کوئی حرج نہیں۔ صرف یہ احتیاط کرنی چاہیئے۔ کہ نہانے کے بعد فوراً کھلی ہوا میں نہ آئیں نہانے کے بعد جلد کو ہاتھوں سے رگڑنا نہایت مفید ہے۔ جسم کے تمام حصّوں کو ملنے سے جسم میں خوب حرارت پیدا ہوتی ہے۔ جو نہایت خوشگوار اور مفید ہوتی ہے۔ اسی طرح کسی ٹھنڈے وقت میں تمام جسم کو سرد ہوا میں کھول دینا چاہیئے۔ تاکہ تمام جسم کو سرد ہوا لگ جائے۔ اور اس حالت میں اگر ورزش کی جائے۔ تو بہت مناسب ہے۔ پانی اور ہوا کے غسل کے علاوہ تیسرا غسل دھوپ کا ہے۔

تمام جلد پر دن میں ایک بار بالخصوص صبح کے وقت دھوپ ڈالنی چاہیئے۔ یہ عمل سردی اور گرمی دونو موسموں میں مفید ہوتا ہے۔ اسی ضمن میں یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ منہ اور دانتوں کی صفائی بھی صحت کے لئے نہایت ضروری ہے۔ غذا جو جسم میں داخل ہوتی ہے۔ اس کا دروازہ منہ ہے۔ اس لئے اگر یہ صاف نہ ہوگا۔ اور اس میں کسی قسم کی غلاظت اور بدبو ہوگی۔ تو غذا کے ساتھ حلق میں اتر جائیگی۔ اور معدہ میں جاکر کثیف خون پیدا کریگی۔ اور صحت بگڑ جائیگی۔ اس لئے دانتوں کو ہر روز کم از کم ایک دفعہ مسواک یا برش سے خوب صاف کرنا چاہیئے۔

جسم کی صفائی کی طرح کپڑوں کی صفائی بھی نہایت ضروری ہے یہ ضروری نہیں کہ کپڑے بیش قیمت ہوں لیکن یہ نہایت ضروری ہے۔ کہ وہ صاف ستھرے اور اُجلے ہوں۔ جو اپنے کپڑوں کو دھوبی سے دھلانے کی استطاعت نہیں رکھتے وہ خود اپنے کپڑوں کو دھولیں۔ تو اس میں کوئی بےعزتی

اور شرم کی بات نہیں - گرم کپڑوں کو دھوپ میں رکھنا ضروری ہے - اور اپنے مکان کو بھی صاف رکھنا اپنی صحت کے لئے لابدی ہے +

صاف ہوا ' پاکیزہ پانی اور خوراک میں اعتدال سے ہم صحت اور طاقت حاصل کر کے خوشی کی زندگی بسر کر سکتے ہیں - اور کافی عرصہ تک جوان رہ سکتے ہیں - لیکن یاد رکھنا چاہئے - کہ صحت کا تعلّق صرف جسم کے ساتھ ہی نہیں - غصہ - نفرت - رنج اور ڈر یہ ایسی چیزیں ہیں - جن سے زندگی تباہ ہو جاتی ہے - اس کے بر عکس خوش باشی - خوش طبعی اور اطمینان قلب سے صحت بہت تقویت حاصل کرتی ہے +

۱۱۔ نصب العین

"عمدہ زندگی کے لئے اعلےٰ نصب العین رکھنا اور پھر اس تک پہنچنے کے لئے عزم و استقلال سے کام لینا نہایت ضروری ہے"

گوئٹے

"وہ شخص جو دوسروں کے پیچھے دوڑتا ہے آگے کبھی نہیں بڑھ سکتا"

"دو دلا آدمی ہر کام میں متزلزل رہتا ہے"

"کوئی اگر کامیاب ہونا چاہتا ہے تو اسے چاہئے کہ پہلے یہ معلوم کرے کہ قدرت نے کس کام اور کس پیشے کے لئے اس کو بنایا ہے۔ اور پھر اس پر جمعیت سے ڈٹا رہے" فرینکلن

"اگر تم وہ کام کرو جس کے لئے قدرت نے تمہیں پیدا کیا ہے۔ تو تم یقیناً کامیاب ہو جاؤ گے اور اگر تم اس کے برعکس کوئی اور کام کرو۔ تو کام نہ کرنے سے بھی بدتر ہو جاؤ گے" سڈنی سمتھ

"جس نے کسی پیشے میں کمال کر لیا اس نے گویا ریاست حاصل کر لی"

"قدرت نے اپنے تمام بچوں میں ایک نہ ایک کام کے لئے صلاحیت ودیعت کر رکھی ہے"

"نصب العین اعلےٰ ہونا چاہئے۔ کیونکہ جو آدمی آسمان پر تیر پہنچانے کی کوشش کرتا ہے۔ وہ کم از کم اونچے سے اونچے درخت کی چوٹی تک تو

پہنچانے میں ضرور کامیاب ہوگا"۔

مشہور عالم سنگ تراش میکائیل انجلو سے ایک دوست نے پوچھا۔ کہ تم اس طرح تنہائی کی زندگی کیوں بسر کرتے ہو۔ اُس نے جواب دیا کہ فن ایک حاسد معشوقہ ہے۔ جو چاہتی ہے کہ آدمی ہمہ تن اُس کے پیچھے لگا رہے۔ جب وہ ایک گرجے میں کام کر رہا تھا۔ تو اُس نے سب آدمیوں سے قطع تعلق کر لیا۔ حتےٰ کہ ایسے اپنے گھر پر بھی کسی کو نہ ملتا تھا۔

دلآرامے کہ داری دل درو بند دگر چشم از ہمہ عالم فرو بند

ایک ہی منتہائے نظر رکھنے والا آدمی معجزات کر سکتا ہے اور تمام دنیا کی حالت کو بدل سکتا ہے۔ انبیائے کرام مصلحانِ قوم ان سب کے سامنے ایک ہی مقصد تھا۔ اس لئے انہوں نے تن تنہا لوگوں کی حالت کو اس طرح بدل دیا۔ کہ صدیوں کے توہمات جو ان کی گھٹی میں پڑے تھے وہ بھی انہوں نے یک قلم چھوڑ دئے۔

کامیابی کے لئے نہایت ضروری ہے۔ کہ ہمارے پیش نظر

واحد مقصد ہو۔ ہم اپنی ساری طاقت اس کے حاصل کرنے
میں لگا دیں۔ ہمارا ارادہ اس قدر پکا ہو۔ کہ تخت یا تختہ۔ ہر ایک
امر جو ہمیں اس مقصد سے دور لے جانے والا ہو۔ اس کو نہایت
سختی سے دبا دیں۔ سکندر اعظم نے اوائل عمر سے تہیہ کر لیا تھا۔
[illegible] روئے زمین کو فتح [illegible] کے اپنے زیر فرمان کر لونگا
اس مقصد [illegible] اس کو ہر طرح کی مشکلات برداشت کرنی
پڑیں لیکن نہ تو مصائب کا سامنا اور نہ عیش و عشرت کی پری
اس کو اپنے ارادے سے ہٹا سکی۔ نپولین اعظم نے اپنے سامنے
یہ مقصد رکھا تھا۔ کہ میں یورپ کی قسمت کو پلٹ دونگا۔ اس
نے مصمم ارادہ کر لیا۔ کہ خواہ کچھ ہو میں ضرور بالضرور اپنے
مقصد کو حاصل کرونگا۔ وہ یہ سوچنے کبھی نہیں بیٹھا تھا۔
کہ فتح اغلب ہے یا شکست۔ وہ سیدھے راستے سے نہ
ادھر بھٹکا نہ اُدھر۔ اور نہ ہی اُس نے ہوائی قلعے تعمیر کرنے
میں وقت ضائع کیا۔ بلکہ اس کے پیش نظر صرف ایک ہی مقصد
تھا۔ اور بس۔ اور اسی کے حاصل کرنے میں اُس نے

اپنی ساری طاقت لگا دی ۔

دنیا میں صرف وہ شخص امتیاز حاصل کرتے ہیں۔ جو ایک ہی مقصد کے پیچھے لگتے ہیں۔ وہ شخص جس میں ایک کام کرنے کی اہلیت ہوتی ہے۔ اور جو اسی کام کو منتہائے نظر بناتا ہے۔ اس آدمی کی نسبت زیادہ کامیاب ہوتا ہے۔ جس میں کئی کام کرنے کی اہلیت ہو۔ مگر اس کو یہ معلوم نہ ہو کہ اُن میں سے کس کام کے پیچھے لگے۔ ایک کمزور سے کمزور شخص جو اپنی تمام طاقتوں کو ایک نقطہ پر مبذول کر دیتا ہے۔ بہت کام کر سکتا ہے۔ اور طاقتور سے طاقتور شخص جو بہت کاموں کے پیچھے لگتا ہے کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ جب کسی چٹان پر قطرہ قطرہ لگاتار گرتا ہے۔ تو وہ اسی میں اپنا راستہ نکال لیتا ہے۔ اس کے برعکس بڑا خوفناک طوفان جو اس پر سے نہایت ہی جلد ہی گذر جاتا ہے۔ اس پر کوئی نشان نہیں چھوڑتا ۔

ایک ہی مقصد اور ایک ہی خیال والا آدمی مصائب کے

باوجود دنیا میں کامیابی حاصل کرلیتا ہے۔ بیشمار اشخاص ایسے
ہیں جن کی قابلیت میں کوئی شک وشبہ نہیں ہوتا۔ مگر وہ
کامیاب نہیں ہوتے۔ کیونکہ ان کا ایک نصب العین نہیں ہوتا۔
یہی وجہ ہے کہ بعض نوجوان جو زمانۂ طالب علمی میں جماعت کی
چوٹی کے لڑکوں کے ہم پلہ نہیں ہوتے۔ دنیا کی کشمکش میں
ان ذہین اور ذکی ہمجماعتوں سے بہت آگے نکل جاتے ہیں ٭

بعض آدمی ایک مقصد اور ایک خیال رکھنے والوں کا
مضحکہ اڑاتے ہیں۔ ان کو وہمی اور مجنون قرار دیتے ہیں۔
لیکن یہی آدمی دنیا کی کایا پلٹ دیتے ہیں۔ دنیا خود بخود
ان کے آگے راہ صاف کر دیتی ہے ٭

وہ شخص جو کامیاب ہونا چاہتا ہے۔ اپنے لئے ایک
دستور العمل بنالیتا ہے۔ اور اپنے لئے ایک راستہ تجویز
کر لیتا ہے۔ اور پھر اس سے سرمو تجاوز نہیں کرتا۔ وہ اپنے
لئے تجاویز سوچتا ہے۔ اور پھر ان پر عمل پیرا ہو جاتا ہے۔ وہ
منزل مقصود کی طرف سیدھا چلا جاتا ہے۔ وہ مشکلات جو

اوروں کے لئے سنگِ راہ ہوتی ہیں۔اُس کو راستے سے
دائیں بائیں نہیں کر سکتیں۔ اگر وہ ان کے اوپر سے
نہیں گذر سکتا۔ تو وہ ان کو چیر کر گذر جاتا ہے ؂
وہ زندگی جس کا مقصد کچھ بھی نہ ہو۔ رائگاں جاتی
ہے۔ اگر وہ کوئی خاص مقصد پیش نظر رکھ لے تو یہ اس
کی ہزارہا بیماریوں کا علاج ہے۔ یہ زندگی میں نئی روح ڈال
دیتا ہے۔ اور تکالیف کو تکالیف نہیں رہنے دیتا۔وہ کام جو
پہلے بد دلی سے کیا جاتا ہے۔جب اس کو زندگی کا مقصد
بنا لیا جائے۔تو پھر اس کام میں نہایت خوشی ہوتی ہے
نصب العین ایک کام کو ابدی بنا دیتا ہے۔صرف قوت
اور کوشش کافی نہیں۔بلکہ ان کو ایک غیر متزلزل نصب
العین پر لگانا چاہئے ؂

ایک نوجوان کو جو پیرس تعلیم حاصل کرنے کے لئے جا رہا تھا
اس کی ماں نے محبت آمیز لہجہ میں کہا کہ کچھ بن کر گھر واپس آنا
یہ نوجوان غریب و نادار تھا۔اس کے کپڑے خستہ حالت میں

تھے - مگر اُسے کچھ پرواہ نہ تھی۔ اس نے ارادہ کیا تھا کہ
میں دنیا میں کچھ ہو کے رہونگا - وہ سال بسال قانون کی
کتابوں کا مطالعہ کرتا رہا - آخر وہ وقت آگیا جب اُسے
اپنی محنت کا پھل ملا - ایک مشہور وکیل کے پاس ایک بہت
اہم مقدمہ تھا - مگر وہ بیمار تھا - اس لئے اُس نے اس نوجوان کو
مقدمہ دے دیا - حالانکہ وہ بالکل غیر معروف تھا - اور ظاہر شکل و شباہت
سے بالکل گنوار معلوم ہوتا تھا - لیکن وہ نوجوان کئی سالوں سے
اسی موقعہ کی طیاری کر رہا تھا - اسی وقت اس نے اپنی قابلیت کا
سکہ لوگوں کے دلوں پر بٹھا دیا - اس کی وہ تقریر فرانس کے اعلےٰ
مقرروں کے ہم پلہ تھی - اسی رات اخبارات میں اس کی شہرت
ہوگئی - اور وہ گنوار نوجوان فرانس کی ممتاز ترین ہستیوں میں شمار
ہونے لگا - لیکن اس سے یہ نہ سمجھنا چاہئے - کہ اس کی کامیابی
قسمت یا اتفاق پر محمول تھی - وہ کئی سالوں سے مستقل مزاجی
اور مستعدی سے اس موقعہ کی تلاش کر رہا تھا - اس لئے
وہ اس وقت ایک ہی تقریر سے لیڈر بن گیا - اور بعد ازاں

جمہور فرانس کے لئے اُس نے بڑے بڑے کام سرانجام دئے ۔
یہ ایک عظیم الشان اور عجیب نظارہ ہے جب ایک نوجوان اپنے مقصد کو حاصل کرنے کا عزم بالجزم کرتا ہے۔ وہ یقینی طور پر کامیاب ہو جاتا ہے۔ دنیا ایک طرف ہو جاتی ہے تاکہ وہ منزلِ مقصود کی طرف بلا روک ٹوک چلا جائے ۔ اس کے برعکس وہ نوجوان جس کا کوئی مستقل ارادہ نہیں ہوتا۔ طرح طرح کی مہمیں اس کی سدّ راہ ہوتی ہیں جن کو وہ کسی طرح عبور نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اس کی قوت سُست ہو جاتی ہے۔ جب نوجوان سیدھا منزلِ مقصود کی طرف جاتا ہے۔ تو وہ مشکلات کو چیرتا چلا جاتا ہے۔ اور ان رکاوٹوں پر جو دوسروں کے لئے سنگِ راہ بن جاتی ہیں۔ اس طرح قابو پا لیتا ہے۔ کہ وہ اس کے لئے زینے کا کام دیتی ہیں۔ یہانتک کہ ناکامی بھی اس میں نئی روح پھونک دیتی ہے۔ اگر کوئی رکاوٹ اس کے راستے میں حائل ہو۔ تو وہ کوشش کو دُگنا کر دیتا ہے خطرات اس کی دلیری کو دُگنا کر دیتے ہیں۔ خواہ اس پر بیماری۔ افلاس

یا کوئی اور مصیبت حملہ آور ہو - وہ اپنے مقصد کی طرف سے کبھی
منہ نہیں موڑتا ؛

افسوس ہے کہ ہمارے ملک کے نوجوانوں کے سامنے کوئی
نصب العین نہیں ہوتا - وہ شتر بے مہار کی طرح منزل کا پتہ لگائے
بغیر چلے جاتے ہیں - اسلئے جونہی طالبعلمی سے فارغ ہوکر میدان عمل
میں داخل ہوتے ہیں - وہ بالکل نہیں جانتے کہ کیا کریں یا یہ کہ
وہ کونسا کام کرنے کے لائق ہیں - چونکہ زمانہ طالب علمی میں اُن
کے پیش نظر کوئی مقصد نہیں ہوتا - اس لئے جونہی وہ عملی زندگی
میں داخل ہوتے ہیں - وہ اپنے آپ کو بے دست و پا پاتے
ہیں - زمانہ طالب علمی میں ان کے سامنے صرف یہ مقصد
ہوتا ہے - کہ وہ کسی نہ کسی طرح امتحان پاس کریں اور بس
ہر ایک طالب علم کو اس امر کا فیصلہ کر لینا چاہئے - کہ قدرت
نے اس کو کس کام کے واسطے پیدا کیا ہے - پھر اس کام کے
مطابق وہ اپنی تربیت کرے - جب ہر انسان کو کسی نہ کسی طرح
روزی کمانی ہی ہے - تو اس کے لئے ضروری ہے - کہ وہ اس

کے لائق بھی ہو۔

یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ وہ آدمی جس کو کئی فن آتے ہوں۔ مگر وہ ان میں سے کسی میں بھی کامل نہ ہو۔ بھوکوں مریگا۔ اس کے برعکس وہ آدمی جو ایک فن جانتا ہے۔ (خواہ یہ فن نہایت ہی معمولی کیوں نہ ہو) لیکن اس میں وہ کمال حاصل کر لیتا ہے تو امیر بھی بن جائیگا۔ اور مشہور بھی ہو جائیگا۔ اس ضرب المثل کے صحیح ہونے میں ذرا شک نہیں۔ کہ وہ شخص جو ایک ہی فن میں کمال رکھتا ہو۔ اپنی عورت اور بال بچوں کو پال سکتا ہے لیکن وہ آدمی جو کئی فن جانتا ہے۔ اپنا گذارہ بھی نہیں کر سکتا۔

جو شخص بار بار پیشے کو تبدیل کرتا ہے ہرگز کامیاب نہیں ہو سکتا۔ پہلے وہ کچھ عرصہ ایک کام میں لگا رہتا ہے پھر یہ خیال کر کے کہ یہ کام میری طبع کے موزوں نہیں اس کو بدل دیتا ہے۔ اب وہ تجربہ جو اس نے پہلے کام میں حاصل کیا تھا دوسرے کام میں کسی طرح مفید نہیں ہوتا۔ اسی طرح وہ پیشوں کو بدلتا رہتا ہے۔ اور اپنی عزیز عمر کا گرانمایہ وقت یونہی ضائع کر دیتا ہے

وہ کام جو ادھورے طور پر سیکھے جاتے ہیں۔ خواہ اُن کی تعداد کتنی بڑی کیوں نہ ہو۔ کسی کو ہرگز اس قابل نہیں بنا سکتے۔ کہ وہ اپنی روزی عزت سے کما سکے۔ اور نہ ہی کسی کام میں کمال حاصل کر سکتا ہے ؛

بیشمار نوجوان ایسے ہوتے ہیں۔ جو ایک کام کو جونہی کہ وہ اس کام میں کمال حاصل کرنے کے قریب ہوتے ہیں چھوڑ کر دوسرے کام میں لگ جاتے ہیں اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ پیشہ جس میں اِنسان خود کام کرتا ہے۔ اور پیشوں کے مقابلے میں حقیر معلوم ہوتا ہے۔ جہاں اپنے پیشے میں اُس کو کانٹے ہی کانٹے دکھائی دیتے ہیں۔ وہاں دوسروں کے پیشے میں گل ہی گل دیکھتا ہے۔ تاجر سمجھتا ہے۔ کہ میری زندگی تو بالکل نکمی ہے۔ ڈاکٹر کو دیکھو کس رعب داب سے رہتا ہے۔ اور کس شان سے موٹر میں بیٹھ کر عیش اُڑاتا ہے۔ اس کے برعکس ڈاکٹر سمجھتا ہے۔ کہ میری زندگی ہر وقت بیماروں کے تعفن میں گذرتی ہے۔ وکیل کو دیکھو کس قدر آزادی اور شان

سے زندگی بسر کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ ہر ایک اپنے سے
غیر مطمئن رہتا ہے۔ اس لئے پہلے ہی سوچ سمجھ کر پیشہ اختیار کرنا
چاہیئے۔ اور پھر جو تکالیف اُس میں اُٹھانی پڑیں۔ اُن کو خندہ
پیشانی سے مردانہ وار برداشت کرنا چاہیئے جب کسی کام میں
کمال حاصل ہو جاتا ہے تو پھر اس کے رطب و یابس سبھی کچھ
دلچسپ ہو جاتے ہیں جتنا کسی پیشے میں کمال ہوتا ہے۔ اتنا
ہی ہم اس سے حظ اُٹھاتے ہیں۔ بات اصل میں یہ ہے۔ کہ
وہ آدمی جو اپنے پیشے کو معلوم کر لیتا ہے۔ وہ ہرگز اپنے پیشے
کو بدلنے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ خواہ وہ نجار ہو یا لوہار۔ اور
اس کے عوض میں اس کو کسی صوبہ کی گورنری کیوں نہ ملتی
ہو۔ کامیاب ہونے کے لئے ضروری ہے۔ کہ ہم وہ کام معلوم
کریں جس کے لئے قدرت نے ہمیں پیدا کیا ہے۔ پھر اس
میں ہمہ تن مشغول ہو کر کمال پیدا کریں ؎

پیشے کے انتخاب میں اس امر کا لحاظ رکھنا چاہیئے۔ کہ
اس میں پاک صاف ہوا ملتی رہے۔ اور صحت کو اس میں کسی

قسم کا ضرر نہ ہو۔ اگر پیشہ میں صحت کے خراب ہونے کا احتمال تک بھی ہو۔ تو خواہ اس میں کتنا روپیہ ملنے کی امید کیوں نہ ہو۔ پھر بھی اس کو اختیار نہیں کرنا چاہیے۔ نیز وہ پیشہ بھی بڑا خطرناک ہوتا ہے۔ جس میں بے قاعدہ طور پر کبھی کبھی بہت زیادہ محنت کرنی پڑتی ہے۔ ایک حکیم کا قول ہے۔ کہ "بعض اوقات تم ایک پہلو سے فائدہ حاصل کرتے ہو۔ مگر اس وقت دوسرے پہلو سے اتنا ہی نقصان ہو جاتا ہے۔ تم سونے کو بہت مہنگا خریدتے ہو۔ اگر تمہیں اس کو حاصل کرنے کے لئے اپنی صحت کو قربان کرنا پڑے۔ اور اگر تم اس کو حاصل کرنے کے لئے اپنی آزادی کو قربان کرو۔ تو گویا تم موتی دے کر حباب خریدتے ہو۔ لیکن اگر تم اس کے بدل اپنی روح' اپنی خودداری' اپنا اطمینانِ قلب' اپنی جوانی' اور اپنا کیرکٹر نثار کر دیتے ہو تو تم اس زر کی قیمت حد سے زیادہ ادا کرتے ہو"۔

ایک صاف ستھرا اور باعزت پیشہ اختیار کرو۔ اگر تمہیں اس میں ان امور کے متعلق ذرا بھی شک ہو۔ تو اس کو فوراً چھوڑ دو

کیونکہ جب تم پیشے میں داخل ہو جاؤ گے۔ تو پھر تمہیں اس کی برائیاں معلوم نہ ہونگی۔ ایسا پیشہ اختیار کرو جس میں ترقی کی گنجایش ہو۔ جس سے تمہاری نشو و نما ہو۔ جو تمہیں اعلیٰ و ارفع بنا دے ممکن ہے کہ تم ایسے پیشے میں زیادہ روپیہ نہ کما سکو۔ لیکن پھر بھی تم بہتر انسان بن جاؤ گے۔ انسانیت مال و زر سے بدرجہا افضل ہے۔ اور کیرکٹر بڑے سے بڑے عہدے سے بھی بہتر ہے

ایک حکیم کا قول ہے۔ کہ اپنے آپ کا خوب مطالعہ کرو۔ اور سب سے زیادہ ضروری یہ ہے۔ کہ تم یہ معلوم کرو۔ کہ تمہیں قدرت نے کس کام میں ترقی کرنے کے لئے بنایا ہے۔ ایک اور حکیم کہتا ہے۔ کہ اگر ان اسباب کو معلوم کیا جائے۔ جو عام انسانوں کی ناکامیابی کا سبب ہوتے ہیں۔ تو معلوم ہو جائیگا۔ کہ وہ اس کام میں لگے ہوتے ہیں جس کی ان میں اہلیت نہیں ہوتی۔ بعض دفعہ ہمیں یہ معلوم کرنے کے لئے کہ ہم کس کام کے لائق ہیں پہلے تلخ تجربہ سے یہ معلوم کرنا پڑتا ہے۔ کہ ہم کس کام کے لائق نہیں یہ سچ ہے۔ کہ یہ طریقہ ٹھیک نہیں۔ لیکن اکثر

اوقات اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں ہوتا - اکثر آدمی وکالت یا ڈاکٹری کو اور پیشوں پر اس لئے ترجیح دیتے ہیں - کہ یہ شریف اور آزاد پیشے ہیں - نتیجہ یہ ہوتا ہے - کہ وہ نہایت نکمے وکیل یا ڈاکٹر ہوتے ہیں - اور اپنی زندگی کو تباہ کر لیتے ہیں لیکن اگر یہی آدمی کسان یا تاجر بنتے تو ضرور ترقی کرتے - وکیل یا ڈاکٹر بنتے وقت انہوں نے یہ خیال کیا تھا - کہ ہم خوب شہرت اور عزت حاصل کرینگے - مگر نتیجہ یہ ہوتا ہے - کہ ان پیشوں میں ان کی کم لیاقتی اور ناقابلیت خوب نمایاں ہو جاتی ہے - اسی طرح بعض آدمی کسی پیشے کا اس لئے انتخاب کرتے ہیں - کہ اُن کا باپ یا بھائی یا کوئی اور رشتہ دار چاہتا ہے - کہ وہ اس پیشہ کو اختیار کریں - لیکن یہ سراسر حماقت ہے - بہت سے نوجوان اپنی زندگی کو صرف اس لئے تباہ کر لیتے ہیں کہ وہ ایسا پیشہ اختیار کرنا چاہتے ہیں - جس میں اُنہیں کسی قسم کی تکلیف برداشت نہ کرنی پڑے - اور اُنہیں معزز کام مل جائے +

جب ہم وہ کام کرتے ہیں جس کے ہم اہل نہیں ہوتے

تو ہم اپنے قویٰ کا استعمال نہیں کرتے۔ ہماری قوت ارادی اور ہمارا جوش ٹھنڈا پڑ جاتا ہے۔ ہم ادھورا کام کرتے ہیں۔ اور اپنی خود اعتمادی کو کھو دیتے ہیں۔ پھر ہم اس نتیجہ پر پہنچ جاتے ہیں۔ کہ ہم جاہلِ مطلق ہیں۔ کیونکہ ہم وہ کام نہیں کر سکتے۔ جو دوسرے کرتے ہیں۔ تمام زندگی بے لطف ہو جاتی ہے۔ صرف اس لئے کہ ہم اس کام میں نہیں لگتے۔ جس کے واسطے قدرت نے ہمیں پیدا کیا ہے۔ اگر ہم اوائل عمر سے پیشے کا صحیح انتخاب کرلیں۔ تو کامیابی یقینی ہو جاتی ہے۔ کیونکہ نوجوانی میں طبیعت اُمنگوں اور ولولوں سے بھری ہوئی ہوتی ہے۔ اگر اس وقت ہم منتخب کردہ پیشہ کے لئے تیاری کرنا شروع کر دیں۔ تو ہم محسوس کرتے ہیں۔ کہ ہر روز ہم اپنی منزل مقصود کی طرف قدم بڑھا رہے ہیں۔ اس سے جو خوشی حاصل ہوتی ہے۔ وہ زندگی کو خوشگوار بنا دیتی ہے ۔

وہ اشخاص جو زندگی میں ناکام رہتے ہیں۔ اکثر ایسے اشخاص ہوتے ہیں جو مناسب کام میں نہیں لگے ہوتے۔ وہ آدمی جو

صحیح کام میں نہیں لگا ہوتا آدھا آدمی ہوتا ہے۔ وہ اپنی فطرت کے برخلاف کام کرتا ہے۔ گویا وہ زندگی کے دریا کے بہاؤ کے خلاف جانے کی کوشش کرتا ہے۔ ایسے شخص کی ناکامیابی یقینی ہے۔ کیونکہ جب اس کی طاقت زائل ہو جائیگی۔ تو دریا بہا کر اس کو نیچے لے جائیگا۔ وہ آدمی کس طرح کامیاب ہوسکتا ہے۔ جس کی فطرت ہر وقت اس کو اس کام کے خلاف ابھارتی رہتی ہے۔ جس میں وہ لگا ہے۔ کامیاب ہونے کے لئے ضروری ہے۔ کہ اس کے تمام قوے باہم ایک دوسرے کے ساتھ مل کر ایک ہی مقصد کے لئے کام کریں +

نوجوان کو ایسا پیشہ ہرگز اختیار نہ کرنا چاہئے جس میں جھوٹ، دھوکا، دغا وغیرہ سے کام لینا پڑے۔ کیونکہ اس سے وہ انسانیت نہیں بلکہ حیوانیت سیکھیگا۔ اس سے وہ بنی نوع انسان کی خدمت کرنے کی بجائے غریبوں کے گلے پر الٹی چھری پھیریگا۔ اور غرور اور نخوت کی نشو ونما کریگا +

ہر ایک طالب علم کا فرض ہے۔ کہ وہ اپنے لئے کوئی پیشہ

تجویز کرنے سے پیشتر اپنے استادوں اور والدین سے مشورہ لے
چونکہ ان کا تجربہ وسیع ہوتا ہے ۔ اور وہ اس بات سے بخوبی [illegible]
اچھی طرح سے جانتے ہیں ۔ اس لئے ان کا مشورہ [illegible]
اس کے لئے نہایت مفید ہوگا ۔ اور اس کی زندگی کو کامیاب
بنا دیگا ۔ جب کوئی شخص ٹھیک وقت پر اپنے پیشے کے متعلق ٹھیک
فیصلہ کر لیتا ہے ۔ تو وہ اپنے ارادے میں آسانی سے کامیاب
ہو جاتا ہے ۔ اس کو بعد میں مختلف تجربوں سے یہ معلوم نہیں کرنا
پڑتا کہ وہ کس کام کے لائق ہے وہ بغیر بھٹکنے کے سیدھا [illegible]
پر لگ جاتا ہے ۔ اور نہایت سرعت سے منزل مقصود پر پہنچ جاتا
ہے ۔ لیکن یاد رکھو جب ایک دفعہ تم پیشے کا انتخاب کر چکو
پھر اور کسی طرف مڑ کر نہ دیکھنا چاہئے اپنی تمام قوت مستقل مزاجی
سے اس کے ساتھ وابستہ رہو ۔ اور کوئی شے بھی تمہیں اپنے
مقصد سے بال بھر ادھر اُدھر نہ کر سکے ۔ وہ کانٹے جو تمہیں اپنے
پیشے میں نظر آتے ہیں ۔ وہ مایوسیاں جو ہر ایک کام میں ہوتی
ہیں تمہیں اپنے ارادے سے نہ ہٹا سکیں ۔ تم اس وقت

تک کامیاب نہیں ہو سکتے۔ جب تک تم اپنے کام کے متعلق یہ سمجھتے رہو۔ کہ تمہیں مشقت کرنی پڑتی ہے۔ اور یہ کہ اگر تم کسی اور کام میں ہوتے۔ تو موجودہ کام کی نسبت زیادہ کامیاب ہوتے پختہ ارادہ ہی ایک ایسی شے ہے جو ان مشکلات پر جو ہر کام اور ہر پیشے میں سدراہ ہوتی ہیں۔ فتح حاصل کراتی ہے۔ دنیا بھی اسی کا ساتھ دیتی ہے۔ جو ایک ہی کام میں لگا رہتا ہے۔ اور اس آدمی کی نسبت جو آئے دن پیشہ بدلتا رہتا ہے۔ اس پر زیادہ اعتبار کرتی ہے۔ ہر ایک جانتا ہے کہ مستقل مزاج آدمی کبھی ناکام نہیں رہتا۔

یہ سچ ہے۔ کہ دنیا تمہیں یہ نہیں کہتی۔ کہ یہ کرو یا وہ کرو ہاں دنیا تم سے یہ ضرور تقاضا کرتی ہے۔ کہ تم کچھ کرو سہی۔ اور یہ کہ تم اس کام میں ماہر ہو جاؤ۔ اپنے کام کا انتخاب کر کے اپنی ساری خوشی کو اس میں لگا دو۔ تاکہ تم کمالیت حاصل کرو۔ نہ زر کی ضرورت ہے نہ اعلیٰ عہدے کی۔ لیکن اس امر کی ضرورت ہے۔ کہ ہم قوت حاصل کریں۔ کیرکٹر ہر ایک

پیشے سے اعلےٰ و ارفع ہے ۔

کسی پیشے کا انتخاب کرنے سے پیشتر اُن اشخاص کا مطالعہ کرنا بھی ضروری ہے ۔ جو اس پیشے میں لگے ہوئے ہیں اگر اُن کے عادات و اطوار ۔ اُن کے اخلاق و آداب عمدہ ہیں ۔ تو تم بھی اس میں داخل ہو کر اپنے آپ کو اعلےٰ بنا سکتے ہو ۔ لیکن اگر وہ تنگ دل اور تنگ نظر ہیں ۔ اور سوائے زر و مال کے اکٹھا کرنے کے اور طرح سے ان کی زندگی قوم و ملک کے لئے بالکل غیر مفید ہے ۔ تو ایسے پیشے کو خیر باد کر دینا چاہیے یہ نہ خیال کرنا چاہئے ۔ کہ اگر میں اس پیشہ کو اختیار کرونگا ۔ تو میں ان رذیل باتوں سے بالاتر ہو جاؤنگا ۔ یہ خیال خام ہے ۔ جب ہم کسی پیشے میں داخل ہو جاتے ہیں ۔ تو ہم اس کے ہر پہلو کی طرح طرح کی تاویل نکال لیتے ہیں ۔ اور بعد ازاں محسوس بھی نہیں کرتے ۔ کہ ہماری زندگی میں اس پیشہ کے سبب سے کوئی نقص واقع ہو گیا ہے ۔ ہماری طبیعت برائی کے ساتھ گھل مل جاتی ہے ۔ اور اپنے آپ کو اس سے مطلق علحدہ نہیں

کر سکتے ہیں۔ یہ سچ ہے کہ بعض اوقات کئی نوجوان جو ایام طالب علمی
میں نہایت شریف اور فیاض ہوتے ہیں۔ اور جن کا مطمح نظر
نہایت وسیع ہوتا ہے۔ وہ جب ایسے پیشے کو اختیار کرتے ہیں
تو نہایت رذیل۔ لالچی۔ تنگ دل اور تنگ نظر ہو جاتے ہیں
ان کو سوائے روپیہ جمع کرنے کے اور کچھ بھی نہیں سوجھتا ٭

ہمارے اکثر نوجوانوں میں یہ نقص ہوتا ہے۔ کہ وہ شروع ہی
سے اس بات کے خواہشمند ہوتے ہیں۔ کہ ان کو کوئی بڑا عہدہ
مل جائے۔ لیکن وہ اس امر کو بھول جاتے ہیں۔ کہ چوٹی پر
پہنچنے کے لئے پہلے سطح سے اوپر چڑھنا پڑتا ہے۔ اس
تجربے سے وہ اس کام کی ہر ایک چھوٹی بڑی تفصیل سے واقف
ہو جاتے ہیں۔ اور پھر جب وہ بتدریج اعلیٰ عہدوں پر فائز
ہوتے ہیں۔ تو ان کو ناکام ہونے کی فکر نہیں رہتی ٭

آجکل اکثر دیکھا گیا ہے کہ تعلیم یافتہ نوجوانوں کے سر پر نوکری
کا بھوت اس طرح سوار ہوتا ہے کہ وہ بعض اوقات نہایت رذیل
نوکریوں پر رضامند ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ اگر وہ ہاتھ سے کوئی آزاد کام

کرتے تو وہ اپنی صحت اور اپنی عزت کی بھی حفاظت کر سکتے
اور روپیہ بھی) زیادہ کما لیتے۔ غضب ہے۔ کہ دفتر میں چند
روپوں پر سارا سارا دن کام کرنے اور دوسروں کی ہما و بیجا
حکومت اُٹھانے میں تو عزت سمجھی جائے۔ اور ہاتھ سے تیشہ چلانا
ہل چلانا یا تجارت کرنا وغیرہ معیوب ہو۔ جب تک تعلیم یافتہ گروہ
کے سر سے نوکری کا یہ جنون نہ اُتریگا اور وہ کاشتکاری
تجارت صنعت و حرفت میں نہ لگ جائینگے۔ ملک ہرگز ہرگز
ترقی نہیں کر سکیگا۔ اور بیکاری زیادہ بڑھتی جائیگی کس قدر
شرم کی بات ہے۔ کہ ایک بے ہنر مزدور تو ایک دو روپیہ روزانہ
کما کر اپنی خودداری کو قائم رکھے اور ایک گریجویٹ دربدر
خاک چھانتا پھرے۔ اور اس کو کوئی ملازمت نہ ملے۔ ذرا سوچو تو
ہاتھ سے کام کرنے میں کیا ذلت ہے۔ جو تمہارا وقار کھوئے دیتی
ہے۔ روم کے مدبر عظمت و شان کے وقت جب ملکی کام سے
فارغ ہو جاتے تھے۔ تو باہر جاکر اپنی زمین پر کاشت کرتے تھے
اور وہی اُن کی ترقی کے معراج کا زمانہ تھا۔ تمام دن ہندسے

لکھنا اور اُن کو جمع کرنا۔ یا ہر روز دوسروں کے مقدمے سننا۔ بھلا اس میں کونسی دلچسپی اور عزت ہے۔ الغرض نوجوانوں کو چاہیئے کہ وہ صرف ملازمت کو اپنا مطمح نظر نہ رکھیں۔ اگر کسی ملازمت میں خودداری اور عزّت قائم رہ سکتی ہے۔ اور ساتھ ہی اگر اور پیشوں کی نسبت اس میں زیادہ کما سکتے ہیں۔ تو فبہا۔ ورنہ ہمیں کسی اور پیشہ کو اختیار کرنے میں جس میں شہرت عزت وغیرہ حاصل ہو۔ ذرا پس و پیش نہیں کرنا چاہیئے ۔

افلاطون کا قول ہے۔ کہ خواہ انسان کامیاب ہو یا ناکام۔ خواہ فاتح ہو یا مفتوح اسے اپنا فرض ادا کرنا چاہیئے۔ اور پھر ہر طرح سے تسلّی رکھنی چاہیئے ۔

نہ کوئی پیشہ بذاتہٖ خود معیوب ہے اور نہ کوئی معزز۔ یہ ہمارے اپنے اختیار میں ہے۔ کہ ہم اپنی عزت پیدا کریں۔ جو عزت پیدا کرنے والے اور کامیاب ہونے والے ہیں۔ وہ خواہ کسی پیشے میں کیوں نہ ہوں ضرور کامیاب ہو کے رہتے ہیں۔ اکثر آدمی اپنی لیاقت اور اخلاق سے اُن پیشوں کو جن میں وہ لگے ہوتے ہیں معزز بنا دیتے ہیں۔ لیکن آج تک کوئی پیشہ کسی آدمی کو باعزت نہیں بنا سکا۔

۱۲ - خوشی

"خوشی ہمیشہ خوشی پیدا کرتی ہے" ÷

"دوسروں کو خوش کرنے کی کوشش کرو۔ تم خود خوشی حاصل کر لوگے"

"خوشی کے وقت دوسروں کو مقدم رکھو" ÷

"ہمیشہ زندگی کا روشن پہلو پیشِ نظر رکھو" ÷

"قناعت سب سے بڑی دولت ہے" ÷ — سسرو

"تندرست جسم سے بڑھ کر اور کوئی نعمت نہیں۔ اور اطمینانِ قلب سے بڑھ کر کوئی خوشی نہیں" ÷

"جو تھوڑے پر قناعت کرتا ہے۔ وہ سب سے زیادہ امیر ہے کیونکہ قناعت خدا کی دی ہوئی دولت ہے" ÷ — سقراط

"جسے خود اپنی ذات میں راحت حاصل نہ ہو۔ تو اس کا راحت کے لئے اور جگہ تلاش کرنا لاحاصل ہے" ÷

"راستبازی سے بڑھ کر اور کوئی خوشی نہیں" ÷ — بیکن

"حالانکہ حقیقی خوشی بڑی سستی خریدی جا سکتی ہے۔ تاہم ہم جھوٹی خوشی کو بہت گراں قیمت پر خریدتے ہیں" ÷

"میرا دل میرے لئے بمنزلہ ایک سلطنت کے ہے" ÷

"خوشی کسی امر کو پسند کرنے اور اُسے باحسن وجوہ انجام دینے میں ہے" ÷

"دنیا آئینہ کی مانند ہے۔ اگر تم ہنسوگے تو یہ بھی ہنسیگی اور اگر
تم ماتھے پر تیوری چڑھاؤگے تو یہ بھی اسی طرح دکھائی دیگی"۔
"خوش کن امور کے متعلق گفتگو کرو۔ تمہارے غم کے علاوہ دنیا
میں اور غم کیا تھوڑے ہیں"۔
"خوش طبعی عطیۂ الٰہی ہے ہر ایک کو اس سے بہرہ ور ہونا چاہئے"۔

تمام انسان اسی ٹوہ میں رہتے ہیں۔ کہ وہ خوشی حاصل کریں
بعض اس کو دولت میں تلاش کرتے ہیں۔ بعض سمجھتے ہیں۔ کہ
خوشی تمام خواہشات کے پورا ہونے کا نام ہے۔ کچھ ایسے بھی
ہیں۔ جو اس کو شہرت کا مترادف سمجھتے ہیں۔ بعض اقتدار
حاصل کرنے کو ہی خوشی خیال کرتے ہیں۔ ڈھونڈتے تو اس کو
تمام ہیں۔ لیکن بالکل تھوڑے ہیں۔ جو اُس کو پاتے ہیں۔
کیونکہ اکثر آدمی اس کی تلاش غلط طریقہ سے اور غلط جگہ میں
کرتے ہیں۔ اور جس چیز کے وہ اس لئے متلاشی ہیں۔ کہ وہ
خوشی ہے۔ جب اس کو حاصل کرتے ہیں۔ تو ان کو معلوم
ہوتا ہے۔ کہ وہ خوشی نہیں بلکہ غم ہے۔ اس لئے۔ ع

چو بے عقلاں مرو دنبالِ آں شادی کہ غم گردد

ایک شریف آدمی سے کسی نے پوچھا کہ تمہاری زندگی میں
وہ کونسا کام ہے۔ جس نے تمہیں سب سے زیادہ خوشی دی
ہو۔ اس نے جواب دیا کہ ایک دفعہ ایک بوڑھی عورت کا اسباب
مکان کا کرایہ ادا نہ ہونے کے باعث نیلام ہونے والا تھا۔ میں
نے کرایہ ادا کر دیا۔ اور اس کے اسباب کو نیلام نہ ہونے دیا
اور اس بوڑھی عورت کی دعائیں لیں۔ اس وقت مجھے از حد خوشی
ہوئی۔ دوسروں کو خوشی پہنچانے سے زیادہ دنیا میں اور کوئی
کام خوشگوار نہیں ہے۔ انسان عجیب الخلقت ہے۔ یہ اِدھر
اُدھر خوشی کی تلاش کرتا پھرتا ہے۔ حالانکہ اس کے گرد و پیش
نہیں بلکہ خود اس کے اندر خوشی موجود ہے۔ اور وہ اس کو
نہیں پاتا۔ یہ خواہشمند تو اس بات کا ہے۔ کہ اس کو خوشی حاصل
ہو۔ لیکن کام ایسے کرتا ہے۔ جو بالکل اس کے منافی ہیں یہ نادانی
ہے اور غلط کاریوں سے خوشی کو تباہ کر دیتا ہے بیشتر اس سے
کہ وہ اس سے بہرہ اندوز ہو۔ وہ خوب جانتا ہے۔ کہ خودغرضی
خود پسندی۔ زود رنجی اپنا خیال رکھنے اور دوسروں کا خیال

مطلق نہ کرنے سے یہ خوشی سے کوسوں دور ہوتا جاتا ہے۔ اور رنج و الم میں پھنس جاتا ہے۔ لیکن پھر بھی یہ ان سے باز نہیں آتا۔ انسان یہ بھی جانتا ہے۔ کہ اس کی کئی ایک خواہشات ایسی ہیں۔ جو کبھی پوری نہیں ہو سکتیں۔ مگر پھر بھی یہ ان کے پورا نہ ہونے کے باعث کبیدہ خاطر رہتا ہے۔ وہ خوشی کی تلاش میں ادھر اُدھر سرگرداں رہتا ہے۔ حالانکہ خوشی خود اس کے اندر موجود ہے۔

ایک بادشاہ ہمیشہ کبیدہ خاطر رہتا تھا۔ اس نے نجومیوں سے مشورہ لیا کہ میں کیا کروں۔ تاکہ ہمیشہ خوش رہ سکوں۔ انہوں نے کہا۔ اگر تم کسی ایسے آدمی کی قمیص پہنو جو بالکل خوش ہو۔ تو تم بھی خوشی حاصل کر لوگے جب ایسے آدمی کی تلاش امیر گھرانوں میں کی گئی۔ تو کوئی بھی ایسا آدمی نہ ملا جو بالکل خوش ہو۔ آخرکار ایک معمولی مزدور ملا۔ جو ان سب شرائط کو پورا کرتا تھا۔ کیونکہ وہ ہر طرح سے خوش تھا۔ لیکن افسوس کہ اب بھی بادشاہ کی مراد پوری نہ ہوئی۔ کیونکہ اس آدمی کی سر سے

کوئی قمیص تھی ہی نہیں ۔

سرسری نظر سے دیکھنے والوں کے نزدیک دولت ایک ایسی شے ہے۔ جو انسان کے لئے خوشی پیدا کرسکتی ہے۔ سب جانتے ہیں۔ کہ اکثر آدمی جن کے پاس مال و دولت کی افراط ہوتی ہے۔ خوشی سے بالکل بہرہ ور نہیں ہوتے۔ یہ شاذ ہوتا ہے۔ کہ دولت مند آدمی کی زندگی خوشی سے لبریز ہو۔ کیونکہ دولت میں یہ طاقت نہیں کہ وہ خوشی کو پیدا کرسکے دولت لالچ پیدا کرتی ہے۔ اور آدمی سے قناعت جیسی نعمت کو چھین لیتی ہے۔ اور اس کے دل میں طرح طرح کے وسوسے پیدا کرتی ہے۔ دولت صرف اس آدمی کو خوشی دے سکتی ہے۔ جس کے اندر اس کی صلاحیت ہو۔ ورنہ سب زمانوں میں انسان نے یہ آزما لیا ہے۔ کہ مال و دولت سے خوشی حاصل نہیں ہوسکتی ۔

زندگی کی صحیح نشو و نما کے لیے خوشی لابدی ہے جس طرح سورج کی روشنی پھلوں پھولوں کے بڑھنے اور پھیلنے

کے لئے ضروری ہے۔ اسی طرح زندگی کے لئے خوشی۔ وہ زندگی جو ہر وقت افسردہ رہے۔ اور جو اپنے آپ سے بیگانہ رہے ادھوری رہتی ہے۔ بعض آدمی ہر وقت بڑبڑاتے رہتے ہیں۔ اگر ان کو بہشت میں بھی رکھا جائے۔ تو وہ اس میں بھی ضرور کچھ نہ کچھ نقص نکالینگے۔ اور اپنے آپ کو رنجیدہ خاطر بنا لینگے۔ اگر مینہ برسے تو وہ اس بات کے شاکی ہو جاتے ہیں۔ کہ اس سے اُن کے مکان کو نقصان پہنچتا ہے۔ یا یہ کہ مینہ کے باعث راستے کیچڑ سے اٹ جاتے ہیں۔ یا یہ کہ وہ مینہ میں باہر نکل نہیں سکتے۔ لیکن اگر مینہ نہ برسے۔ تو بھی وہ دھوپ سے تنگ آجاتے ہیں۔ یا گرد اُن کو آلودہ کر دیتی ہے۔ الغرض ہر دو ممکن حالتوں میں وہ شاکی رہتے ہیں۔ اس کے برعکس بعض آدمی ایسے ہیں۔ کہ خواہ وہ کسی حالت میں ہوں۔ وہ ہمیشہ خوش رہتے ہیں۔ اگر وہ چھت سے گر پڑیں۔ اور ان کی ٹانگ ٹوٹ جائے تو وہ اس لئے خدا کے شکر گذار ہوتے ہیں۔ کہ اُن کی گردن تو بچ گئی۔ ورنہ وہ بالکل نکمے

ہو جاتے ہیں ؎

شیخ سعدی فرماتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ میں سفر کر رہا تھا۔ اور درانحالیکہ میں پاؤں سے ننگا تھا۔ اس لئے میں اپنے دل ہی دل میں کہ رہا تھا۔ کہ خدا نے اوروں کو اتنی نعمتیں دی ہیں۔ مگر ایک میں ہوں جس کے پاؤں میں جوتا تک نہیں۔ اسی اثنا میں میں ایک ایسے آدمی کو ملا جس کا ایک پاؤں ہی نہ تھا۔ پھر تو میں نے خدا کا شکر ادا کیا کہ میرے پاؤں تو سلامت ہیں ؎

جب تم کسی آدمی کو پالکی میں سوار جاتے دیکھو۔ جبکہ اس کو کہار اُٹھائے جا رہے ہوں۔ تو تم پالکی میں بیٹھے ہوئے آدمی کو نہ دیکھو بلکہ اُن کو دیکھو جو اس کو اُٹھائے جا رہے ہوں۔ اور پھر خدا کا شکریہ ادا کرو۔ کہ کم از کم تم ان سے تو بہتر حالت میں ہو ؎

اپنی ہی ذات کے آرام و آسائش کے متعلق نہ سوچتے رہو۔ دنیا میں صرف تم ہی نہیں رہتے۔ بلکہ اور بھی رہتے

ہیں۔ اگر تم اپنے متعلق سوچو گے۔ تو تم ہمیشہ غمگین رہو گے۔ دوسروں کی خوشی اور دوسروں کے آرام کے متعلق سوچو۔ تو تم خوش رہو گے۔ اپنی ذات کو فراموش کرنا بعض حالات میں نہایت فائدہ مند ہوتا ہے۔ غور کرنے سے معلوم ہو جائیگا کہ وہ شخص جو اپنی خوشی کو دوسروں کی خوشی پر مقدم رکھتا ہے۔ اور جو ہر حال میں اپنی ہی خوشی کا خیال رکھتا ہے۔ کبھی خوش نہیں رہ سکتا۔ لیکن وہ آدمی جو اپنے فرض کو ادا کرتا ہے۔ اور دوسروں کو خوش رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ ہمیشہ خوش رہتا ہے ✣

اس امر کی توقع رکھنا کہ ہم مصیبت اور غم سے کلی نجات پائیں۔ اور یہ کہ ہمیشہ تمام امور ہماری خواہش کے عین مطابق ہوں۔ بالکل عبث ہے۔ ہاں یہ ہوسکتا ہے۔ کہ ہم مصیبت کی حالت میں بھی اپنے آپ کو بشاش رکھیں۔ اور غم و پریشانی کو پاس تک نہ پھٹکنے دیں۔ خوش وہ آدمی رہ سکتا ہے۔ جو گرد و پیش کے حالات سے خوشی حاصل کرے۔ نہ

وہ جو ہمیشہ ان چیزوں کا خواہشمند رہے۔ جو ناقابلِ حصول ہیں۔ وہ اس بات کا متمنی نہیں رہتا۔ کہ میں اس وقت خوش رہونگا جب ہر کام میری خواہش کے عین مطابق ہوگا بلکہ وہ جن حالات میں ہو۔ ہمیشہ خوش رہتا ہے۔ اگر کوئی غم یا مصیبت اس پر آن پڑے۔ تو وہ ہراساں نہیں ہو جاتا۔ وہ معمولی معمولی تکالیف کو بڑا بنا کر اپنے آپ کو مصیبت زدہ نہیں بنا لیتا مصیبت کے وقت وہ جانتا ہے۔ کہ وقت پا کر غم خود بخود دور ہو جائیگا۔ اس لئے وہ مصیبت سے گھبرا نہیں جاتا۔ وہ غم کی سختی کو مردانہ وار جھیلتا ہے۔ وہ اپنے غم کی داستان دوسروں کے پاس لے جا کر ان کو غمگین اور افسردہ نہیں بنا دیتا۔ وہ خواہ مخواہ مصیبتوں کو پیدا نہیں کرتا۔ اور جب کوئی مصیبت آجاتی ہے۔ تو وہ اسے اپنے لئے مفید بنا لیتا ہے

کسی دانا نے کیا خوب کہا ہے۔ کہ دو چیزیں ایسی ہیں کہ جن کے باعث ہمیں کبھی غمگین نہ ہونا چاہئے۔ ایک وہ اور جن کا علاج ہو سکتا ہے۔ دوسرے وہ جو لاعلاج ہیں۔ لیکن پھر بھی

جتنا ہم اُن سے دُکھ اُٹھاتے ہیں۔ اتنا کسی اور چیز سے
نہیں اُٹھاتے۔ بعض آدمی موت کے خوف سے ہمیشہ افسردہ
وغمگین رہتے ہیں۔ اور بقول غالب ؎

تھا زندگی میں مرگ کا کھٹکا لگا ہوا
مرنے سے پیشتر بھی مرا رنگ زرد تھا

زندہ در گور رہتے ہیں۔ حالانکہ موت ایک ایسی برائی ہے
جس کا اثر ہم پر مطلق نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ "جب تک ہم
ہیں۔ موت نہیں اور جب موت ہوگی ہمیں اس کا احساس
کہاں۔ تو پھر خوف کیسا"؟

اپنے تمام کام ہنسی خوشی سے انجام دو۔ کوئی شخص
افسردہ آدمی کو پسند نہیں کرتا۔ اپنے ذاتی غم کی وجہ سے
ساتھیوں کو افسردہ مت بناؤ۔ اگر تم ہنسوگے تو دنیا تمہارا
ساتھ دیگی۔ لیکن جب تم روتے ہو تو اکیلے روتے ہو۔ اپنے
ذاتی فرائض کو خوب سر انجام دو۔ لیکن ہر وقت انہی کے فکر
میں گھلتے نہ رہو۔ کیونکہ انسان کام کرنے سے نہیں مرتا۔ بلکہ

کام کے وہم و فکر سے صحت کو خراب کر لیتا ہے۔ جو
جانتے ہیں کہ کس طرح خوش رہنا چاہیئے۔ اُن کے لئے دُنیا
دار السرور ہے۔ لیکن جو تاریک پہلو ہی دیکھتے ہیں۔ اُن
کے لئے یہ دار الحزن ہے ؞

بعض آدمی بے وقوفی سے اگلی پچھلی اور موجودہ تمام تکالیف
کو یاد کرتے رہتے ہیں۔ اور ہمیشہ انہی کے فکر میں گھلتے رہتے
ہیں۔ ان میں سے اکثر تکالیف صرف وہم کا نتیجہ ہوتی ہیں
نہ تو کوئی آدمی سخت مشقت سے اور نہ مصیبت سے اتنا دکھ اُٹھاتا
ہے۔ جتنا تفکرات اور اوہام سے۔ بیماری کا وہم یقینی طور پر
بیماری پیدا کرتا ہے اور مصیبت کا فکر مصیبت۔ فکر اور
وہم سے آدمی کے سر کے بال سفید ہو جاتے ہیں۔ اور وہ قبر
میں جلدی جا پڑتا ہے۔ بعض آدمی ہر وقت متفکر رہتے ہیں
کہ وہ اپنے مقصد میں ناکامیاب ہو جائینگے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے
کہ جس امر کا اُن کو فکر اور ڈر ہوتا ہے۔ وہی ہو کر رہتا ہے
عجیب بات ہے۔ کہ اکثر انسان حقیقی خطروں سے اتنا نہیں

ڈرتے۔ یتنا موہوم خطروں سے۔ تفکرات اور اوہام سے نجات پانے کا طریقہ یہ ہے۔ کہ طبیعت کو شگفتہ رکھا جائے۔ زندگی کے تاریک پہلو کو نہ دیکھا جائے۔ جس وقت دل میں تفکرات کا ہجوم ہونے لگے۔ تو فوراً اپنے دل کو امید۔ خوشی اور جرأت آمیز خیالات سے بھر دو۔ یہ خیالات تفکر، وہم اور ناامیدی کے الٹ ہونگے۔ اور چونکہ اجتماع ضدین محال ہے۔ اس لئے اول الذکر خیالات مؤخر الذکر کو باہر نکال دینگے۔ ہر وقت مدنظر رکھو کہ "ہم خوش رہینگے اور فکر نہیں کرینگے"۔

خوف اسی طرح کا قاتل ہے جس طرح تفکرات۔ یہ انسان کو اسی طرح غم زدہ بنا دیتا ہے جس طرح بچوں کو جھوٹ۔ خوف امید اور جرأت کا خاتمہ کر دیتا ہے۔ یہ دماغ کو نکما بنا دیتا ہے۔ اور قابلیت اور ایچ کا گلا گھونٹ دیتا ہے۔ وہ آدمی جو ہمیشہ خوف زدہ رہتا ہے۔ کبھی کوئی بڑا کام نہیں کر سکتا کیونکہ خوف بزدلی اور کمزوری کی نشانی ہے۔ یہ خوشی اور علو ہمتی کو کچل ڈالتا ہے۔ اس سے انسان مصیبت کے آنے

سے پیشتر ہی مصیبت زدہ بن جاتا ہے۔ اس کے برعکس
اگر انسان خوف کو دل میں جگہ دینے کے بجائے ہر وقت
کامیابی کا خیال ذہن میں بٹھائے رکھے۔ اور امید اور اعتمادِ
نفس کو کام میں لاکر تنظیم، باقاعدگی، کفایت شعاری اور دور
اندیشی سے کام کرے۔ اور چیز کے روشن پہلو کو خیال میں رکھے
تو وہ ضرور کامیابی حاصل کریگا۔ اس چیز سے ڈرنا جو ابھی
تک وقوع میں نہیں آئی۔ پرلے درجے کی جہالت ہے ہم میں
سے اکثر اپنی خوشی کو صرف اس لئے تباہ کر دیتے ہیں۔ کہ
نکتہ چینی اور تمسخر کا خوف ہر آن ہمارے دامنگیر رہتا ہے۔
ہر لحظہ ہم اس سے خوف زدہ رہتے ہیں۔ کہ دنیا ہمارے اور
ہمارے کاموں کے متعلق کیا خیال کریگی۔ اکثروں پر تمسخر کا
خوف غالب رہتا ہے۔ اور اُن کو جلدی قبر میں لے جاتا ہے۔
ہمیں جرأت سیکھنی چاہیئے۔ تاکہ ہم خوف کو دل سے نکال دیں۔
اور اپنی زندگی کو کامیاب اور خوشی سے لبریز کر دیں ہمیں
یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ وہ آدمی جس پہ ہر وقت خوف طاری

رہتا ہے۔ آدمی نہیں کٹھ پتلی ہے۔ بھلا ان چیزوں سے ہمیں
کیوں خوف زدہ ہونا چاہیئے۔ جو کبھی واقع ہی نہیں ہوئیں۔
اور اُن کے واقع ہونے کے متعلق ہمیں احتمال ہی احتمال ہے
خوف سے بڑھ کر دنیا میں اور کوئی شے تباہی لانے والی نہیں ٭

ایک حکیم کا قول ہے۔ کہ جس دن ہم کم از کم ایک دفعہ
کھل کر نہ ہنس لیں۔ تو ہمیں یہ سمجھنا چاہیئے۔ گویا وہ دن ضائع
گیا۔ اگر لوگ خوش طبع رہیں۔ اور تمام کام ہنسی خوشی سرانجام
دیں۔ تو دنیا حکیموں کی قریباً نصف تعداد سے چھٹکارا پا جائے
خوشی ایسی نعمتِ غیر مترقبہ ہے۔ جو قدرت نے ہمیں زندگی
اور صحت کے قائم رکھنے اور کامیابی حاصل کرنے کے لئے
دی ہے۔ ہنسی صحت کو بڑھاتی ہے۔ یہ معمولی بیماریوں کے لئے
تریاق کا حکم رکھتی ہے۔ یہ ایک ایسا نسخہ ہے جس سے غم دور
ہو جاتا ہے۔ یہ کامیابی کے لئے لابدی ہے۔ اکثر آدمی ایسے
ملینگے جو یقیناً کامیاب ہو جاتے۔ اگر وہ افسردہ خاطر نہ ہوتے۔ کھل
کر ہنستے سے اور دوستوں کے ساتھ خوش طبعی سے گفتگو کرنے

سے ہم اس طرح تازہ اور شگفتہ ہو جاتے ہیں۔ جس طرح رات
بھر آرام کی نیند سونے سے۔ ہنسی بھی انسان کے لئے ایسی
ضروری ہے۔ جیسی خوراک۔ ہنسی بچوں، بوڑھوں اور نوجوانوں
کے لئے نہایت سستی دوائی ہے۔ اگر ہم اس دوائی کو
روزانہ کافی مقدار میں کھاتے رہیں۔ تو پھر دوسری دوائیوں
کی کم ضرورت رہیگی۔ کیا ضرور ہے۔ کہ ہم ہمیشہ رنج دہ،
افسردہ کن، اور تکلیف دہ امور کے متعلق گفتگو کرکے اپنی
زندگی سے خوشی کو نکال پھینکیں۔ کیوں نہ مصیبت، رنج و الم
کو ہنسی خوشی سے مردانہ وار برداشت کریں۔ کیوں صرف
زندگی کے تاریک پہلو پر ہی غور کرتے رہیں۔ کیوں نہ روشن پہلو کو
مدنظر رکھ کر زندگی کو اپنے اور اپنے احباب کے لئے خوشگوار
بنالیں۔ خوشی ایک ایسا معجزہ ہے۔ جو انسان کی طاقتوں کو
دوگنا تگنا کر دیتا ہے۔ اور اس کی زندگی میں نئی روح پھونک
دیتا ہے۔ جب کوئی آدمی ناکام ہونے لگتا ہے۔ تو پہلے وہ خوشی
کو کھو دیتا ہے۔ وہ آدمی جس کے چہرے پر اس وقت بھی

مسکراہٹ رہتی ہے۔ جب وہ نا امیدیوں اور مصائب کے ہجوم کی تاریکی میں پھنسا ہوتا ہے۔ تو وہ یقینی طور پر کامیاب ہوگا۔ اس آدمی سے جو ہر وقت اپنی قسمت سے شاکی رہتا ہے یہ پوچھنا چاہئے کہ تم کس آدمی کے ساتھ اپنی قسمت کو بدلنا چاہتے ہو۔ یہ تو ہو نہیں سکتا۔ کہ وہ ایک آدمی کی صحت لے لے۔ دوسرے کی دولت اور تیسرے کی خوشحالی۔ اگر وہ اپنی حالت بدلنا چاہتا ہے۔ تو پورا پورا بدلے۔ اس کے بعد اس کو خوب سمجھ آجائیگی۔ کہ اس کی حالت بہتیروں سے اچھی ہے۔

مناظر قدرت ہر روز خوشی و انبساط کے نئے نئے سامان پیدا کرتے رہتے ہیں۔ طلوع آفتاب اور شفق کا منظر، قوس قزح کے چمکیلے رنگ، کالی کالی گھٹائیں، سبزہ زار، دریا کی روانی، ابلتے ہوئے چشمے، کوہسار و بیابان کے دلفریب مناظر، یہ سب دیدۂ بینا کے لئے خوشی کا کبھی نہ ختم ہونے والا منبع ہیں۔ اور وہ ہمیشہ حظ اٹھاتا رہتا ہے۔ ان کا حسن اس کے لئے تفریح کے سامان پیدا کرتا ہے

اس کو ہر جگہ حسن ہی حسن نظر آتا ہے۔ ۵

محفل قدرت ہے اک دریائے بے پایانِ حسن
آنکھ اگر دیکھے تو ہر قطرے میں ہے طوفانِ حسن
حسن کوہستاں کی ہیبت ناک خاموشی میں ہے
مہر کی ضوگستری شب کی سیاہ پوشی میں ہے
آسمانِ صبح کی آئینہ پوشی میں ہے یہ
شام کی ظلمت شفق کی گل فروشی میں ہے یہ
عظمتِ دیرینہ کے مٹتے ہوئے آثار میں
طفلک نا آشنا کی کوششِ گفتار میں
ساکنانِ صحنِ گلشن کی ہم آوازی میں ہے
ننھے ننھے طائروں کی آشیاں سازی میں ہے
چشمۂ کہسار میں دریا کی آزادی میں حسن
شہر میں صحرا میں ویرانے میں آبادی میں حسن اقبالؔ

حقیقی خوشی نیکی سے حاصل ہوتی ہے۔ کسی بادشاہ کا اکلوتا لڑکا تھا جس کو وہ بہت پیار کرتا تھا۔ اور ہر طرح سے اُسے خوش

رکھنے کی کوشش کرتا تھا۔ بادشاہ نے اس کی سواری کے لئے خوبصورت گھوڑے۔ رہنے کے لئے عالیشان محل۔ کھیلنے کے لئے عمدہ عمدہ کھلونے اور ساتھ رہنے کے لئے ساتھی مہیا کئے۔ پھر بھی شہزادہ ہمیشہ غمگین رہتا تھا۔ اور ماتھے پر تیوری چڑھائے رہتا تھا۔ اور ہمیشہ اس چیز کے لئے تقاضا کرتا رہتا۔ جو اس کے پاس نہ ہوتی۔ ایک دن ایک نجومی بادشاہ کے پاس آیا۔ اور کہا۔ کہ میں شہزادے کو خوشی کا راز بتا سکتا ہوں۔ بشرطیکہ مجھے اس راز کے عوض بہت سا انعام دیا جائے۔ بادشاہ راضی ہوگیا۔ نجومی شہزادے کو ایک علیحدہ کمرے میں لے گیا۔ اور اس نے کاغذ پر سفید چیز سے کچھ لکھا۔ اور شہزادے کو کہا کہ اس کو موم بتی کی روشنی میں پڑھو۔ جب شہزادے نے اس کی ہدایت پر عمل کیا۔ تو اس نے کاغذ پر یہ لکھا دیکھا۔ "ہر روز کم از کم ایک نیکی کیا کرو" اس کے بعد۔ تو اُس کی زندگی سلطنت کے تمام لڑکوں سے زیادہ مسرت آمیز ہو گئی۔ خوشی کے لئے قناعت لابدی ہے۔ جب تک ہم ان حالات

پر قانع نہ ہو جائینگے - جن سے گریز ناگزیر ہے - اس وقت تک خوش نہیں رہ سکتے - کیونکہ خواہ آدمی کی کتنی ہی خواہشات پوری ہو جائیں - پھر بھی کچھ نہ کچھ خواہشات ایسی رہ جائینگی جن کا پورا ہونا ناممکن ہے - بقول غالب ؎

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے
بہت نکلے مرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے

قناعت یہ نہیں - کہ دولت کو بڑھایا جائے - بلکہ قناعت یہ ہے کہ خواہشات کو گھٹایا جائے - ایک امیر آدمی نے اشتہار دیا کہ میں زمین کا ایک قطعہ اس آدمی کو دیدونگا - جو پورا قانع ہوگا - ایک شخص اس شرط کے بموجب اس زمین کا دعویدار ہوا - امیر آدمی نے پوچھا - کیا تم قانع ہو - اس نے جواب دیا - ہاں - میں بہت قانع ہوں - دولت مند نے کہا - پھر تم زمین کے اس قطعہ کو لے کر کیا کروگے - اس پر وہ آدمی بہت شرمندہ ہوا اور چلا گیا +

خوشی فرض کی ادائیگی کا دوسرا نام ہے - جب کبھی فرض کو

بے غرضی سے ادا کیا جاتا ہے۔ تو اس وقت دل خوشی سے لبریز ہو جاتا ہے۔ سینیکا کا قول ہے۔ کہ کوئی فرض ایسا نہیں۔ جس کو ادا کر کے انسان خوش نہ ہو۔ اگر تم زندگی سے حظ اٹھانا چاہتے ہو۔ تو تمہیں ہر وقت اپنی خواہشات روکنے کے لئے مستعد رہنا چاہیئے۔ اور اپنی خوشی کا اتنا خیال نہ رکھنا چاہیئے۔ جتنا دوسروں کی خوشی کا۔

اگر ہم زندگی سے حظ نہیں اُٹھاتے۔ تو یہ ہمارا اپنا قصور ہے۔ رسکن کا قول ہے۔ کہ "ہم سب اپنی زندگی کو مسرت آمیز بنا سکتے ہیں۔ اگرچہ ہم وہ سب کچھ حاصل نہیں کر سکتے جس کے ہم خواہشمند ہوتے ہیں"۔ اگر تم اطمینانِ قلب حاصل کرنا چاہتے ہو۔ اگر تم خوش رہنا چاہتے ہو۔ تو اپنے دل کو نیک خیالات سے بھر دو۔ افلاطون کا قول ہے۔ کہ "خدا نے نیکی۔ حسن اور عقل اس لئے بنائے ہیں۔ کہ رُوح کو اُن سے تر و تازہ رکھا جائے۔ لیکن اگر برائی کا ارتکاب کیا جائے۔ تو رُوح کملا جاتی ہے"۔ سقراط کا قول ہے۔ کہ "سب سے اچھا

آدمی وہ ہے۔ جو اپنے آپ کو مکمل بنانے کی کوشش کرتا ہے اور سب سے خوش وہ ہے۔ جو یہ محسوس کرتا ہے۔ کہ وہ اپنے آپ کو مکمل بنا رہا ہے ؛

خوش رہنے کے لئے ضروری ہے۔ کہ ہم زندگی کے روشن پہلو کو مدِ نظر رکھیں۔ وہ آدمی جس کو نہایت معمولی چیزوں میں خوبی ہی خوبی دکھائی دیتی ہے۔ وہ کبھی غمگین نہیں ہو سکتا۔ نہ ہی غم اس آدمی کے نزدیک پھٹک سکتا ہے۔ جس کا ایمان یہ ہو۔ کہ آخر کار فتح نیکی۔ سچائی اور پاکبازی کی ہوگی ؛

نیز جس شخص کا ایمان یہ ہو۔ کہ خدائے رحیم و کریم نے اس کو پیدا کیا ہے۔ اور وہی اس کی حفاظت کا ذمہ دار بھی ہے۔ وہ کیوں خوش نہ رہے۔ خدا کی بے بہا نعمتوں کی شکر گذاری یہی ہے۔ کہ ہم ہمیشہ خوش و خرم رہیں۔ کیونکہ اپنے آپ کو غمگین رکھنے کے یہ معنے ہیں۔ کہ ہمارا خدا پر بھروسہ نہیں اور گویا ہم غمگین رہ کر کفرانِ نعمت کرتے ہیں ؛

۱۴ - دوستی

"بے رفیق کے لئے دنیا اجاڑ ہے" بیکن

"دوستی جیسی نعمت کے بغیر زندگی ایسی ہے - جیسے سورج کے بغیر دنیا - کیونکہ خدا نے دنیا میں اس سے بڑھ کر کوئی دل خوش کن چیز پیدا نہیں کی" سسرو

"دوستی زندگی کی روح ہے"

"دوست ایک دوسرے کے لئے بطور آئینہ ہیں - انہیں بلور اور پہاڑی چشموں کے پانی سے زیادہ شفاف اور خود غرضی اور خوشامد جیسی مذموم عادت سے پاک ہونا چاہئیے"

سقراط کا قول ہے - کہ سب آدمیوں کو کسی نہ کسی شے کی ہوس ہوتی ہے - اگر ایک کو گھوڑوں اور کتوں کا شوق ہے - تو دوسرے کو جاہ و ثروت کا - لیکن میں تو ان سب پر ایک اعلے رفیق کو ترجیح دونگا -

اور چیزوں کی قیمت کے متعلق تو لوگوں میں اختلاف ہے - مگر دوستی کی قیمت کے متعلق سب متفق ہیں - اس سے بڑھ کر اور کیا جہالت ہوسکتی ہے - کہ ہم اور چیزوں کے

حاصل کرنے میں تو سبھی کچھ خرچ کرنے کے لئے تیار ہوں
مگر دوستی جو ان سب سے اشرف اور زیادہ قیمتی ہے
اس کو حاصل کرنے میں ذرا کوشش نہ کریں ؛

انسان کے لئے سچے دوست سے بہتر کوئی سرمایہ نہیں۔
وہ اس کا اعتماد بڑھاتا ہے۔ اور ہر کام میں اس کی مدد کرتا
ہے۔ اور آخرکار اُسے ترقی کے اعلیٰ زینہ پر پہنچا دیتا ہے
جہاں وہ اپنی ذاتی کوششوں سے کبھی نہ پہنچ سکتا۔ سچّا
اور بے غرض دوست ہمیں علم و دولت سے بڑھ کر کامیاب
بنانے اور خوش رکھنے میں مدد دیتا ہے ؛

دنیا میں بے انتہا آدمی ایسے ملینگے۔ جو کبھی منزلِ
مقصود پر نہ پہنچتے۔ اگر ان کے دوست اور ہوا خواہ وقتاً
فوقتاً انہیں ہمّت نہ دلاتے رہتے اور تکلیفات اور مشکلات
میں اُن کی مدد نہ کرتے ؛

ایمرسن کا قول ہے۔ کہ زندگی میں سب سے بڑھ کر اس
بات کی ضرورت ہے۔ کہ ہمیں کوئی ایسا آدمی ملے۔ جو ہم سے

وہ کام کرائے۔ جس کے کرنے کی طاقت ہمارے اندر موجود ہے۔ اور یہ ایک دانا دوست ہی کا کام ہے۔ وہ ہماری طاقتوں کا صحیح اندازہ لگا لیتا ہے۔ اور ہماری خوبیوں کو خوب سمجھ لیتا ہے وہ ہمارے لئے زندگی کے دروازے کھول دیتا ہے ہم ایک دوسرے کی باتوں کو بلا کہے سمجھ جاتے ہیں یہی حقیقی سوسائٹی ہے جس کی ہمیں ضرورت ہے ؎

دوست میں ہمیں ایک ایسا دردمند دل مل جاتا ہے جو ہمارے اپنے دل کا ہم نوا ہوتا ہے۔ وہ ایسا ہمدرد ہوتا ہے۔ جس کے کان میں ہم راز اور غم کی داستان کہہ سکتے ہیں۔ اور مصیبت کے وقت اس کے ہاتھ کو پکڑ کر سہارا لے سکتے ہیں۔ وہ صرف مصیبت میں ہی ہمارے کام نہیں آتا۔ بلکہ راحت میں بھی اس کی شرکت ہماری مسرت کو دوبالا کر دیتی ہے۔ اور اس کے بغیر ہماری فرحت آدھی رہ جاتی ہے ؎

بعض اوقات رنج و الم، شکوک، مایوسی دل کو ایسا لے طرح

دباتے ہیں۔ کہ زندگی تلخ ہو جاتی ہے۔ لیکن اس وقت دل کی گرہ ایک ہمدرد دوست کھول سکتا ہے۔ جسے غم کی کہانی سنا کر دل کا بوجھ ہلکا کر سکتے ہیں ۔

"وفادار دوست ایک زبردست پناہ ہوتا ہے۔ اور جس کو یہ پناہ مل گئی۔ تو گویا اُسے خزانہ مل گیا" نیک ارادوں میں دوست ہماری تائید کرتا ہے۔ اور بُرے کاموں سے ہمیں روکے رکھتا ہے۔ سچائی نیکی اور عزت کی محبت میں وہ ہمیں مضبوط رکھتا ہے۔ اور جب کبھی ہم سیدھے راستے سے بھٹکنے لگتے ہیں۔ تو وہ ہمیں آنے والے خطرے سے آگاہ کر دیتا ہے۔ جب ہمارے پاؤں کمزوری محسوس کرنے لگیں۔ تو وہ ہمیں جرأت دلاتا ہے الغرض ہر بات میں وہ ہمیں پاکیزہ زندگی بسر کرنے کے لئے مدد دیتا ہے۔ لارڈ کلیرنڈن کہتا ہے۔ کہ دوست میں حاذق طبیب کا ہنر اور مشاہدہ۔ نہایت شنبا۔ تیمار دار کی شفقت اور شب بیداری اور اعلیٰ ماں کی محبت اور صبر جمع ہوتے ہیں یہ ہونے چاہئیں ۔

دوست کے انتخاب میں نہایت احتیاط سے کام لینا چاہئے

جب ہم معمولی معمولی چیزوں کے انتخاب میں جن کا اثر ہماری
زندگی پر بہت کم پڑتا ہے۔ اس قدر غور و خوض کرتے ہیں۔
تو دوست کے انتخاب میں جس کا اثر ہماری زندگی پر نیکی یا
بدی کے لئے بہت گہرا پڑتا ہے۔ اس سے بھی زیادہ چھان بین
کرنی چاہئے کیا اس سے بڑھ کر کوئی بوالعجبی ہوسکتی ہے۔ کہ
ہم دوست کے انتخاب کو محض اتفاق پر چھوڑ دیں +

جیسے خربوزے کو دیکھ کر خربوزہ رنگ بدلتا ہے۔ ویسے
ہی ہم خود اپنے ہم پیشہ دوستوں کے عادات و معائب کی نقل
کرتے ہیں۔ چارلس کنگسلے کہتا ہے۔ کہ انسان جھوٹوں کے
ساتھ رہ کر جھوٹا۔ بخیلوں کے ساتھ رہنے سے بخیل۔ دغا بازوں
کے ساتھ رہ کر دغا باز۔ اور بدمعاشوں کے ساتھ رہنے
سے خود بھی بدمعاش ہو جاتا ہے +

ہماری خوشی اور پاکیزگی کا انحصار بہت کچھ دوستوں
اور رفیقوں کے عمدہ انتخاب پر ہے۔ اگر انتخاب برا ہوگا۔ تو
یہ ہمیشہ ہمیں ادنےٰ چیزوں کی طرف کھینچے رکھیگا۔ اور اگر اچھا

ہوگا۔ تو یہ ہمیں اعلیٰ و ارفع کریگا۔ لیکن پھر بھی لوگ اس کو محض
اتفاق پر چھوڑ دیتے ہیں۔ یہ نہایت عمدہ بات ہے۔ کہ ہم ان
سب کے ساتھ جن سے ہم کو تعلق پڑے۔ اخلاق "تلطف اور
مہربانی سے پیش آئیں۔ لیکن ان سب کو دوست بنا لینا یا سمجھ
لینا تو اس سے بالکل علیحدہ بات ہے۔ بعض ہر اس آدمی کو جو
ان کے نزدیک رہتا ہو۔ دوست بنا لیتے ہیں۔ یا بنانے کی کوشش
کرتے ہیں۔ بعض اس لئے کسی شخص کو دوست بنا لیتے ہیں۔ کہ
وہ دونو ہم پیشہ ہوتے ہیں۔ بعض اسی طرح نہایت معمولی وجہ کی
بنا پر دوسروں کو دوست بنا لیتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر اور کیا
حماقت ہو سکتی ہے۔ پلوٹارک کے الفاظ میں ایسے اشخاص دوست
نہیں ہوتے بلکہ "دوستی کے بت" ہوتے ہیں ؎

دوست کے انتخاب کا مسئلہ نہایت نازک ہے۔ کیونکہ جہاں
دنیا میں کچھ نیک اور اچھے آدمی بھی ہیں۔ وہاں دنیا عیار چالاک
اور بدمعاش آدمیوں سے بھی بھری پڑی ہے۔ اگر اچھے دوست
کی مصاحبت میں ہمارے خیالات اور جذبات میں ایک گونہ ترقی

معلوم ہوتی ہے۔ اور ہم یہ محسوس کرنے لگتے ہیں کہ گویا ہماری زندگی میں نئی روح پھونک دی گئی ہے۔ تو اس کے برخلاف بدمعاش آدمی کی موجودگی میں موجودہ جوش و طاقت بھی ہمارے جسم سے خارج ہو جاتی ہے۔ عیار اور بدمعاش آدمیوں کی چکنی چپڑی باتوں میں آکر کئی ناتجربہ کار نوجوان اپنی زندگی برباد اور تباہ کر دیتے ہیں۔ ان چالاک آدمیوں کی ہمدردی اور فریب آمیز الفاظ سے بہت ہشیار رہنا چاہئیے۔ کیونکہ اصل میں ان کا مقصد یہ ہوتا ہے۔ کہ ناواقف آدمیوں کو طرح طرح کے حیلوں سے دوستی کے دام میں پھنسا کر اپنا الو سیدھا کریں ×

دوست کن اوصاف سے متصف ہونا چاہئیے؟ دوستی کے لئے صرف اس شخص کا انتخاب کرنا چاہئیے جو ذہین ہو خوش گوار آزاد طبع اور بہادر ہو۔ جس کے دامن پاکیزگی پر گناہ کا کوئی بدنما داغ نہ ہو۔ جو نہایت خوددار ہو۔ اور زندگی کی کشمکش میں ہمارا ساتھ دینے والا ہو۔ وہ ایسا شخص نہیں ہو سکتا۔ کہ ہم سے تعریف و تحسین کا خراج تو حاصل کرلے۔ مگر ہماری محبت کو حاصل نہ کر سکے

نہ وہ ایسا شخص ہو سکتا ہے جس کی خدمات کو تو ہم قبولیت کا
شرف دے دیں۔ مگر اس کی طرف اس حقارت کا جو ہمارے دل
میں ہے۔ وقتاً فوقتاً اظہار کرتے رہیں۔ اس کے برعکس دوست
وہ شخص ہو سکتا ہے جس کو ہم اپنا رہنما سمجھ سکیں۔ اور جس
پر کلی طور پر بھروسہ کر سکیں۔ الغرض جو ہمارا بھائی ہو۔ اور جس
کے لئے ہمارے دل میں محبت کے پاک جذبات موجزن ہوں۔

دوستوں کے درمیان سچی اور دلی ہمدردی ہونی چاہئے۔ جو
ان کے درمیان محبت کا غیر متناہی سلسلہ قائم کر دے۔ اور دونوں
کی خوشی اور غم کو ایک کر دے۔

ہمدردی کے لئے یہ ضروری نہیں کہ ہمارا اور ہمارے دوست
کا پیشہ اور مذاق ایک ہی جیسا ہو۔ ایک طرح کے اطوار و عادات
کا ہونا دوستی کے لئے نہ صرف ناگزیر ہی نہیں بلکہ شاید اچھا بھی نہیں
دوستوں کے لئے سوائے سچائی اور پاکیزگی کی محبت اور ہمدردی
میں ایک ہی جیسا ہونے کے علاوہ کسی مشابہت کی ضرورت نہیں
قدرتی طور پر ہم اپنے دوست کو ان صفات سے متصف چاہتے

ہیں جو ہم میں مفقود ہیں یعنی ہم دوسرے نصف کی تلاش کرتے ہیں "۔ برق کی مثبت لہر اپنی متضاد منفی لہر سے بڑی گرمجوشی اور تپاک سے ملتی ہے ۔ حالانکہ نہ مثبت اپنی ہم جنس مثبت سے ملتی ہے ۔ اور نہ منفی اپنی ہم جنس سے ۔ ملول طبیعت والے کو خوش باش طبیعت والے کی تلاش ہوتی ہے ۔ کمزور کو طاقتور کی ۔ اور سرد مزاج کو جوشیلے کی ضرورت ہوتی ہے +

دوست کے فرائض کیا ہیں ۔ نیک کاموں میں تائید کرنا ۔ جرأت اور دلیری دیتے رہنا ۔ یہانتک کہ تم وہ کام کر گزرو ۔ جس کے کرنے کی طاقت تمہارے اندر موجود ہے "

بعض کا خیال ہے ۔ کہ دوست کا فرض صرف یہ ہے ۔ کہ وہ ہمارے نقائص اور معائب سے ہمیں آگاہ کرتا رہے ۔ اس میں شک نہیں کہ اگر ہم انسان بننے کے خواہشمند ہیں ۔ تو ہمیں اپنے عیوب سے واقف ہونا چاہئے ۔ خود اپنے عیوب سے واقف ہونا بہت مشکل کام ہے ۔ یہ کام صرف ایک ہمدرد دوست ہی کر سکتا ہے ۔ ہاں جب کبھی اپنے دوست کا عیب ظاہر کرنا

ضروری سمجھو۔ تو نہایت نرمی سے گفتگو کرو۔ اور تخلیے میں جاکر اُسے اس کے نقص سے آگاہ کرو۔ جو کچھ تخلیے میں کہا جاتا ہے۔ وہ عمدہ سپرٹ میں لیا جاتا ہے اور وہ شخص جس کی عیب جوئی کی جاتی ہے سمجھتا ہے۔ کہ جو کچھ کہا جا رہا ہے وہ محض میری ہمدردی کے لئے ہے۔ اور اس کا اثر بھی بہت اچھا پڑتا ہے۔ اس کے برعکس جب کبھی تمہیں جائز طور پر تعریف کرنے کا موقع ملے۔ تو سب کے روبرو کرو۔ اس سے تمہارے دوست کی حوصلہ افزائی ہوگی ؎

عمدہ دوست کا انتخاب کرنا نہایت مشکل کام ہے لیکن دوست کے ساتھ نباہ کرنا اس سے بھی مشکل تر ہے کیونکہ اکثر ایسا ہوتا ہے۔ کہ تمہیں اپنے دوست سے کوئی نہ کوئی شکایت پیدا ہوتی رہتی ہے جب ایسا معاملہ ہو۔ تو صبر اور عقل سے کام لو۔ اس معاملے کو اپنے دوست کے زاویۂ نگاہ سے بھی دیکھو۔ اپنے دوست کے ساتھ بگاڑ کرنے میں جلدی نہ کرو۔ تمام معاملے پر غور و خوض کرو۔ اور انتظار کرو۔ ممکن

ہے۔کہ وقت پاکر تمہارا غصہ خود بخود کم ہو جائے تحمل اور درگذر کرنے اور معافی مانگنے اور دینے کے لئے ہر وقت مستعد رہو۔ کیونکہ غلطی کا سرزد ہونا تقاضائے بشریت ہے۔جہانتک ممکن ہو۔ اپنے دوست کو غصے یا سرد مہری کی حالت میں چھوڑ کر اس سے علیحدہ نہ ہو۔کیونکہ کون کہ سکتا ہے۔کہ یہی ملاقات آخری ہو +

اپنے دوستوں اور رفیقوں کے ساتھ نباہ کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے۔کہ تم ان کی خوبیوں ہی کو مدنظر رکھو۔ان کے نقائص اور معائب کو خیال میں نہ لاؤ۔ وقتاً فوقتاً ان سے ملاقات کرتے رہو۔کیونکہ وہ راستہ جس پر کوئی نہ چلے خاردار ہو جاتا ہے +

بعض جہالت سے یہ سمجھ بیٹھتے ہیں۔کہ دوستی کی رو سے انہیں یہ خاص حق حاصل ہو گیا ہے۔کہ جو کچھ لب پر آئے اُسے بے سوچے سمجھے منہ سے نکال دیں۔اس حق سے فائدہ اٹھا کر وہ نہایت ناپسندیدہ باتیں کہہ دیتے ہیں۔ اور ان کو دوستی کی قدر و قیمت اس وقت

معلوم ہوتی ہے۔ جب وہ دوست کو ہاتھ سے کھو بیٹھتے ہیں۔ اسی طرح بعض اشخاص محض دنیوی فائدوں کے خیال سے دوستی پیدا کرتے ہیں۔ وہ ہر وقت اسی دھن میں لگے رہتے ہیں۔ کہ کسی طرح دوستوں کی مدد سے روپیہ پیسہ کمائیں۔ یا کسی اور طرح سے اپنا الو سیدھا کریں۔ جو شخص خود غرض ہے۔ اور جسے صرف نفع ہی مدِ نظر ہے۔ وہ ہرگز سچا دوست حاصل نہیں کر سکتا۔ کیونکہ جونہی دوسرے کو اس کی خود غرضی کا پتہ لگ جائیگا۔ وہ فوراً اس سے قطع تعلق کرلیگا۔

اگر تمہیں اپنے دوست سے محبت ہے۔ تو اس کے اظہار سے نہ جھجکو۔ کیونکہ یہی کافی نہیں۔ کہ تم اپنے عزیزوں سے محبت کرو۔ بلکہ یہ بھی ضروری ہے۔ کہ تم ان سے محبت کا اظہار کرو۔ محبت محبت پیدا کرتی ہے۔ اور محبت کی قیمت محبت ہی ہے۔

بعض کا خیال ہے۔ کہ دوست کے ساتھ اس طرح گذارنی

چاہیئے۔ کہ اگر وہ دشمن بن جائے۔ تو تمہارا کچھ بگاڑ نہ سکے اور دشمن کے ساتھ اس بات کو مدِنظر رکھ کر سلوک کرنا چاہیئے۔ کہ ممکن ہے۔ کہ وہ کبھی تمہارا دوست بن جائے اِس نصیحت کے پہلے حصے کے متعلق تو شک ہو سکتا ہے مگر دوسرا حصہ نہایت عقلمندی پر مبنی ہے۔ اکثر لوگوں کو دوست پیدا کرنے کی نسبت دشمن بنانے میں زیادہ خوشی ہوتی ہے۔ لیکن بدقسمتی سے عمدہ دوستوں کی تو پہلے ہی کمی ہے۔ اور دشمنوں کی کوئی کمی نہیں ؛

اس میں شک نہیں۔ کہ ہماری خوشی اور ترقی کا بہت کچھ انحصار عمدہ رفیقوں اور دوستوں پر ہوتا ہے۔ لیکن ہمیں یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ در اصل یہ خود ہمارے اپنے اوپر منحصر ہے۔ کہ ہم خوشی حاصل کریں۔ اور ترقی کے اعلےٰ مدارج پر پہنچیں۔ اس لئے انسان خود ہی اپنا بہترین دوست یا بدترین دشمن ہوتا ہے۔ اور وہ شخص جو خود اپنا دوست نہیں۔ دوسروں کا کس طرح دوست بن سکتا ہے ؛

جب تم دوستوں کا انتخاب اُن کے مال و دولت کی بنا پر نہیں۔ بلکہ ان کے ذاتی جوہر کی بنا پر کر چکو۔ پھر اگر تم حقیقی خوشی کے خواہاں ہو۔ تو ہر حالت میں اُن کا ساتھ دو۔ اور اگر تمہیں کسی قسم کا ایثار کرنا پڑے تو اس سے ہرگز دریغ نہ کرو۔ دوستوں کی یاد کو ہمیشہ اپنے دل میں جگہ دو۔ اور مرتے دم تک ان سے جدا نہ ہو٭

۱۴۔ حبِّ وطن

ع ۔ خاک وطن کا مجھکو ہر ذرہ دیوتا ہے ٭ اقبال

"وطن کی محبت ایمان کا جزو ہے" ٭

"مردہ دل کیا کوئی زندہ ہے جہاں میں ایسا
جس کو احساس نہیں حبِّ وطن کا اصلا
کون ہے جو نہیں ہے شیفتۂ حبِّ وطن
کیا کسی بلبلِ شیدا کو نہیں عشقِ چمن
کون ہے دل میں نہیں جس کے محبت اس کی
یہ پری زینت آغوش نہیں ہے جس کی
کیا کوئی ہے، کہ نہیں ہے، جسے کچھ حبِّ وطن
اور اگر ہے تو سنا دو اسے میرا یہ سخن
لاکھ حاصل ہو تجھے دولت و ثروت اتنی
کر سکے آدمی ملنے کی تمنا جتنی
نام اونچا ہو خطابات بڑے ہوں تیرے
کچھ نہیں ہیچ ہے بے حب وطن یاد رہے"

سید حیدر علی زبیری

دنیا میں اگر کوئی ملک ایسا ہے جس پر بجا طور پر ناز ہو سکتا ہے، تو وہ ہمارا اپنا ملک ہے ۔کیونکہ یہ ہر

بات میں اور ملکوں سے نرالا ہے۔ اور اپنی نظیر آپ ہی ہے۔ اگر سچ پوچھو تو یہ سارے جہان کا انتخاب ہے۔ ؎

اے حصارِ عافیت اے کشورِ ہندوستاں
زیب دیتا ہے اگر کہئے تجھے سارا جہاں
اک طرف کھینچی ہے قدرت نے ترے دیوارِ کوہ
موجزن ہے ایک جانب تیرے بحرِ بیکراں

بلا شبہ دست قدرت نے اسے گوناگوں رنگ آرائیوں سے اس طرح مزین کیا ہے، کہ سارے جہان کے عجائبات اس میں شامل کر دئیے ہیں ؎

زبدۂ اقطاعِ عالم کشورِ ہندوستاں
کائناتِ دہر میں تو ہے عجائب بوستاں
تیرے گل بوٹوں کی آب وتاب رنگ و بو کو دیکھ کر
کیا عجب گر چھوڑ دے رضواں بھی گلزارِ جناں

کوہ ہمالہ کیا ہے؟ ایک سنتری ہے، جو قدرت

نے اس کی پاسبانی کے لئے مقرر کر رکھا ہے ؎

پربت وہ سب سے اونچا ہمسایہ آسماں کا
وہ سنتری ہمارا وہ پاسباں ہمارا

یہ پانی کا کبھی نہ ختم ہونے والا ذخیرہ ہے جس سے ہزارہا دریا نکل کر ملک کو سیراب کرتے ہیں ؎

گودی میں کھیلتی ہیں اس کی ہزاروں ندیاں
گلشن ہے جن کے دم سے رشکِ جناں ہمارا

اس کی برف پوش بلند چوٹیوں میں وہ راز پنہاں ہیں، جن کی جستجو اب تک سیاحانِ فرنگ کو دور و دراز سے کشاں کشاں لے آتی ہے۔ اور جو باوجود انتہائی کوشش کے ابتدائے آفرینش سے لے کر اب تک ایک راز سربستہ رہے ہیں، ہاں البتہ یہ راز اگر کچھ کھلے ہیں تو سورج کی کرنوں پر کیونکہ ؎

ہر صبح ہے یہ خدمت خورشید پرضیا کی
کرنوں سے گوندھتا ہے چوٹی ہمالیا کی

اس کے دریاؤں کی شوکت کے آگے اور سب دریا ہیچ ہیں۔ بھلا اٹک۔ گنگ اور برہم پتر کے آگے کون ہے، جو آئے اور سر پٹکے۔

اس کے مختلف حصوں کی آب و ہوا میں قدرت نے وہ تاثیر بخشی ہے۔ کہ سارے جہان کے پھل پھول یہاں پیدا ہو سکتے ہیں۔ اگر ایک طرف کشمیر جنت نظیر ہے، جس میں گل مرگ جیسے پہاڑ ہیں، جن کے نظاروں کے آگے ایلپس کے نظارے شرماتے ہیں، جس میں چاندی کے فوارے چلتے ہیں، اور چشمے سیماب اگلتے ہیں، جس کی وادی ایک بہت بڑا گلستاں ہے۔ جو ہر قسم کے پھل اور پھولوں سے آراستہ ہے۔ تو دوسری طرف سندھ اور راجپوتانے کے ریگستان

ہیں۔ جن کی لو جسم کو جھلس دینے والی ہے۔ اور جو صحرائے اعظم کا نمونہ دکھاتے ہیں۔ الغرض دریا، پہاڑ، میدان، جھیل، سطح مرتفع کیا ہے؟ جس کا نمونہ اس ملک میں نہیں ملتا۔

اگر ایک طرف قدرت کی فیاضی نے ہمارے ملک کو رشک جنار بنا دیا ہے۔ تو دوسری طرف خود اس کے باشندوں نے بھی فنون جمیلہ میں وہ بے نظیر اور غیر فانی یادگاریں چھوڑی ہیں۔ جو زائرین کے دل و دماغ کو مسحور کئے بغیر نہیں رہ سکتیں۔ سنگ تراشی اور نقاشی میں غار ہائے اجنٹا وہ درجہ رکھتے ہیں جس کی نظیر تمام جہان میں ملنی مشکل ہے۔ اور جو ہمارے ملک کی دیرینہ عظمت اور قومی تمدن و تہذیب کا بہترین ثبوت ہیں، فن تعمیر میں "تاج محل" صنعت و حرفت کا شاہکار ہے۔ اس کی عمارت اپنے حسن نزاکت

میں بے نظیر ہے۔ اس کی بناوٹ کی خوبصورتی کو دیکھ کر انسان حیرت میں پڑ جاتا ہے۔ یہ ایسی عمارت ہے کہ "اگر ہندوستان میں اور کچھ نہ ہوتا، تو صرف اس کا نظارہ ہی ان تمام صعوبتوں کی تلافی کر سکتا تھا، جو یورپ سے ہندوستان تک سفر کرنے میں برداشت کرنی پڑتی ہیں"۔

علم و ہنر اور تہذیب و تمدن میں ہمارے ملک کا نمبر سب سے اول رہا ہے۔ کیونکہ تہذیب کے بیج سب سے اول مقدس گنگا کے کنارے پر پھوٹے تھے۔ ہمارا ملک اس وقت روحانیت اور علم و ادب کا گہوارہ تھا، جس وقت تمام دنیا پر تاریکی چھائی ہوئی تھی ؎

سائے جہاں پہ جب تھا وحشت کا ابر طاری
چشم و چراغ عالم تھی سرزمیں ہماری
شمع ادب نہ تھی جب یوناں کی انجمن میں
تاباں تھا مہر دانش اس وادی کہن میں

ہندسے اور فلسفے میں ہم سارے جہان کے استاد ہیں، پہلے یونانیوں نے اور پھر عربوں نے ہماری خوشہ چینی کی، عربوں نے یورپ میں اس کی اشاعت کی، جہاں سے اب یہ سارے جہان میں پھیل گیا ہے*

ہمارا ملک روحانیت کا بھی سرچشمہ ہے۔ گوتم نے اسی سرزمین میں جنم لیا اور اس کو چین و جاپان کا حرم بنا دیا۔ کرشن جی نے اسی ملک میں وحدت کی نے سنائی۔ رام چندر جی جیسے سعادتمند فرزند اسی سرزمین میں پیدا ہوئے جنہوں نے اپنے پتا کے قول کو پالنے کے لئے چودہ برس کے لئے بن باس اختیار کیا۔ حضرت معین الدین چشتیؒ نے اسی زمین میں پیغام حق سنایا گورو نانک صاحب نے اسی چمن میں وحدت کا

گیت گایا - حضرت داتا گنج بخش رح اور خواجہ نظام الدین رح محبوب الٰہی روحانیت کا سبق دے کر یہیں واصل بحق ہوتے ۔

دنیاوی جاہ و جلال میں بھی ہمارا ملک کسی سے کم نہیں رہا - چندر گپت اور اشوک جیسے بادشاہ اسی سر زمین میں اپنا سکہ ثبت کر گئے - اور یہیں اپنی یادگاریں چھوڑ گئے - شاہان مغلیہ نے جن کی شان و شوکت کو دیکھ کر اہل فرنگ کی آنکھیں خیرہ ہو جاتی تھیں، اسی ملک کو اپنا وطن بنا لیا تھا - ان کی کبھی نہ مٹنے والی یادگاریں اب تک تمام جہان سے خراج تحسین حاصل کر رہی ہیں ۔

مادر وطن کی محبت میں سرشار رہنا ہر فرزند کا فرض اولین ہے - ہمارے ملک کو تو قدرت نے اس قدر محبوب بنا دیا ہے - کہ اس کی محبت دل میں خود بخود پیدا ہونی چاہیئے - لیکن خدانخواستہ

اگر اس میں اتنی خوبیاں نہ بھی ہوتیں، تو بھی اس
کے ساتھ محبت کرنا اس کے فرزندوں کے لئے لازمی
ہوتا۔ اور اب تو یہ امر محض لازمی نہیں قدرتی
ہونا چاہیئے۔ بہرحال وہ آدمی انسان کہلانے کا ہرگز
مستحق نہیں، جو اس پاک جذبے سے عاری ہو۔
ہر اس شخص پر جو حب وطن کا دعوے کرتا
ہے، چند فرائض عائد ہوتے ہیں۔ جن کا پورا کرنا
اس کے لئے اپنے ذاتی مفاد سے زیادہ ضروری
ہے۔ ہر محب وطن کو مادرِ وطن کی بہبودی کے
لئے ذاتی آرام و آسائش کو قربان کرنے کے
لئے تیار رہنا چاہیئے۔ بدقسمتی سے مادرِ وطن
اس وقت بیمار ہے، اور سب سے خوفناک مرض
جو اس کے رگ و ریشے میں سرایت کر گیا ہے
اور جس کا دور کرنا ہمارا فرض ہے۔ "وہ جہالت
ہے" اسی جہالت کے باعث آئے دن ہزارہا

فرزندان وطن پلیگ، ہیضے، اور دوسری مہلک
بیماریوں کا شکار ہوتے رہتے ہیں۔ جن کے
مصائب کو دیکھ کر دل ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے
اسی جہالت کی وجہ سے بیشمار فرزندانِ وطن کو
باوجود دن رات مشقت کرنے کے دو وقت کا
کھانا میسر نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ محنت
تو وہ کرتے ہیں۔ لیکن اس کا ثمرہ دوسرا لے
جاتا ہے ؛

جہالت اور تعصب ہماری ترقی کے راستے
میں ہر وقت روڑا اٹکاتے رہتے ہیں۔ آئے دن
کی آپس کی سر پھٹول کی ذمہ دار اگر کوئی شے
ہے تو وہ جہالت ہے ؛

آہ! ہماری کتنی محبوب خواہشیں ہیں جن کو
آپس کے لڑائی جھگڑے پورا نہیں ہونے دیتے
چھوٹی چھوٹی اور معمولی معمولی باتوں پر فرزندان

وطن ایک دوسرے کے گلے پر الٹی چھری چلانے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ اور نہیں جانتے کہ ہم سب بھائی ہیں۔ اور ایک ہی مادر وطن کے فرزند ہیں ؎

تعصب چھوڑ ناداں دہر کے آئینہ خانے میں
یہ تصویریں ہیں تیری جن کو سمجھا ہے بُرا تو نے

اور ؎

اجاڑا ہے تمیز ملت و آئیں نے قوموں کو
مرے اہل وطن کے دل میں کچھ فکر وطن بھی ہے

ہماری تمام بیماریوں کا واحد علاج محبت ہے وہ سبق جس کے سیکھنے کی ہر فرزند وطن کو سب سے زیادہ ضرورت ہے، وہ درس الفت ہے ؎

محبت ہی سے پائی ہے شفا بیمار قوموں نے
کیا ہے اپنے بخت خفتہ کو بیدار قوموں نے

اور ؎

جو تو سمجھے تو آزادی ہے پوشیدہ محبت میں

غلامی ہے اسیر امتیاز ما و تو رہنا'
نہ رہ اپنوں سے بے پرواہ اسی میں خیر ہے تیری
اگر منظور ہے دنیا میں او بیگانہ خو رہنا

جب تک تمام قومیں محبت اور یک جہتی سے
سے ملک کی گاڑی کو ایک ہی طرف نہ کھینچینگی۔
اس کا منزل مقصود تک پہنچنا محالات سے ہے
جب تم تمام کے تمام ایک ہی کشتی میں سوار ہو
تو پھر کیوں نہیں سمجھتے، کہ ایک کی موت دوسرے
کی موت کے مترادف ہے ؎

بچوگے نہ تم اور نہ ساتھی تمہارے
اگر ناؤ ڈوبی تو ڈوبینگے سارے'

اس حقیقت کو خوب یاد رکھنا چاہیئے کہ نہ تو ہندو
مسلمانوں کو ہندوستان سے باہر نکال سکتے ہیں
اور نہ مسلمان ہندوؤں کا نام و نشان مٹا سکتے
ہیں۔ جلدی یا بدیر ہمیں اتفاق سے رہنا پڑے

ہی گا ۔ تو پھر کیوں نہ جلدی ہی انصاف کو مدِنظر رکھ کر ایک دوسرے کے حقوق کی نگہداشت کریں محبت اور انصاف سے وہ کام نکل سکتے ہیں ۔ جو توپ و تفنگ سے نہیں نکل سکتے ؀

مذہب کے نام پر ایک دوسرے سے بے انصافی کرنا اور آپس میں لڑنا جھگڑنا مذہب کو بدنام کرنا نہیں ہے تو اور کیا ہے ؟ سے

مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بیر رکھنا
ہندی ہیں ہم وطن ہے سارا جہاں ہمارا

دوسرا حصّہ

۱۵ - مطالعہ

بادی النظر میں مطالعہ ایک آسان کام معلوم ہوتا ہے کتابیں پاس ہوں پڑھنے کے لئے کمرہ ہو۔ تو گویا پڑھنے کے تمام سامان مہیا ہیں۔ لیکن دیکھنا یہ ہے۔ کہ آیا اس کے علاوہ اور بھی کسی چیز کی ضرورت ہے۔ بنظر تعمق دیکھنے سے معلوم ہوگا۔ کہ مطالعہ کے لئے سب سے اہم امر یہ ہے۔ کہ مطالعہ مناسب طریقہ سے کیا جائے۔ وہ رکاوٹیں جو طالبعلم کو وقت کی فراغت کے باوجود مطالعہ میں سدّ راہ ہوتی ہیں۔ بے شمار ہیں بعض دفعہ صحت کی خرابی یا طبیعت کی ناسازگی سے طبیعت مطالعہ کرنے پر مائل نہیں ہوتی۔ یا مطالعہ کے صحیح طریقے کی ناواقفیت کے باعث بہت سا وقت ضائع ہو جاتا ہے اسی طرح گندی اور بیہودہ کتابوں کے پڑھنے سے کبھی طالبعلم

اپنے مقصد سے دور جا پڑتا ہے۔ نیز طلبا اپنے مطالعہ سے اکتا کر گپیں ہانکنے میں دوسروں کے تضیع اوقات کا باعث ہوتے ہیں۔ مزید براں توجہ بار بار مطالعہ سے اکھڑ جاتی ہے۔ اس لئے مضمون کما حقہٗ اخذ نہیں ہو سکتا۔ اس امر کو خوب ذہن نشین کر لینا چاہئے۔ کہ تم کہیں بھی ہو۔ تمہارے مطالعہ میں ضرور اندرونی اور بیرونی رکاوٹیں حائل ہونگی۔ اس وقت نہ تو گھر سے باہر جا کر مطالعہ کرنا اور نہ اسکول یا کالج کا بدلنا تمہارے لئے مفید ہو سکتا ہے۔ ان رکاوٹوں کے لئے پیشتر سے ہی تیار ہو جاؤ اور یہی تمہارے لئے بہتر بھی ہے۔ کیونکہ جب تم عملی زندگی میں داخل ہوگے۔ تو تمہیں مشکل سے ہفتہ بھر میں چند گھنٹے ایسے ملینگے جن میں کوئی رکاوٹ تمہارے راستہ میں حائل نہ ہو۔

اس کا علاج صرف یہ ہے۔ کہ تم اپنی دماغی قوائے کو ضبط میں رکھنے کی عادات پیدا کر لو۔ جب کبھی تمہاری توجہ مطالعہ سے ادھر ادھر بھٹکے۔ تو دماغ کو ان خیالات سے ہٹا کر پورے طور سے مطالعہ پر لگا دو جب تک تم اپنے دماغ کو اس

طرح منضبط نہیں کر لیتے۔ تو یاد رکھو کہ ابھی تم دنیا کی کشمکش کے لائق نہیں ہوئے ؛

مطالعہ کے لئے ان ہدایات پر عمل ہونا ضروری ہے ؛

۱۔ مطالعہ کے لئے روزانہ کتنا وقت ضروری ہے ؟

سب طلبا کے مطالعہ کے لئے یکساں وقت معین نہیں کیا جا سکتا۔ مطالعہ کے وقت کی مقدار ہر طالبعلم کی جسمانی اور دماغی ساخت کے بموجب مختلف ہوگی ؛ اگر وہ مضبوط و توانا ہے۔ تو قدرتی طور پر زیادہ دماغی محنت کا متحمل ہوسکیگا۔ لیکن ایک نحیف البدن طالب علم اتنی ہی محنت کو اپنی صحت خراب کئے بغیر ہرگز برداشت نہیں کرسکتا۔ اسی طرح ایک ذہین طالب علم کم وقت میں بہت کچھ اخذ کر سکتا ہے۔ اس کے برعکس ایک کندذہن طالبعلم کو زیادہ محنت کرنی پڑیگی۔ تاکہ وہ اپنے تیز فہم ساتھی کے ساتھ تعلیمی دوڑ میں پورا اتر سکے ؛

آب و ہوا کا مطالعہ پر بہت اثر پڑتا ہے مغرب میں آب ہوا

کے سرد ہونے کے باعث زیادہ وقت مطالعہ ہو سکتا ہے لیکن ہمارے ملک میں خصوصاً موسم گرما میں شدت کی گرمی پڑنے کے باعث طبیعت میں کاہلی زیادہ آجاتی ہے۔ اور رات کو مطالعہ کرنا تو بالکل دشوار ہو جاتا ہے۔ اس لئے ہمیں مطالعہ کے لئے وقت نکالنے کی بہت احتیاط کرنی چاہئے +

متذکرہ بالا امور کو پیش نظر رکھ کر گرمی کے موسم میں ایک طالبعلم کو علاوہ سکول یا کالج کے وقت کے تین گھنٹہ مطالعہ کرنا چاہئے۔ یعنی تین بجے سے لے کر چھ بجے شام تک سردی کے موسم میں سکول کے وقت کے علاوہ پانچ گھنٹہ مطالعہ ہو سکتا ہے۔ یعنی آٹھ بجے شام سے دس بجے شام تک اور پانچ بجے صبح سے آٹھ بجے صبح تک۔ لیکن یاد رکھو کہ مطالعہ ان معنوں میں مطالعہ ہونہ کہ کتاب سامنے کھلی پڑی ہے۔ اور دل کہیں آوارہ گردی کر رہا ہے۔ تمہارا مقصد یہ نہ ہو کہ تم اپنے آپ کو دھوکا دینے کے لئے گھنٹوں کی تعداد پوری کردو۔ بلکہ اپنی تمام توجہ مطالعہ پر لگا دو۔ ساتھ ہی یہ بھی یاد رکھو کہ جو کچھ

تم تفریح طبع کے لئے از قسم متفرق اخبار و رسائل پڑھتے ہو۔ وہ مطالعہ میں شمار نہیں ہونگے ٭

۲۔ مطالعہ کے وقت نشست و برخاست کی ہیئت کا خیال ضروری ہے ٭

اکثر طلبہ چارپائی پر لیٹ کر مطالعہ کرتے ہیں۔ اس سے ان کی صحت اور دماغ کو بہت نقصان ہوتا ہے۔ خصوصاً آنکھیں بہت کمزور ہو جاتی ہیں۔ اور کمر میں درد ہونا رہتا ہے اور مطالعہ میں توجہ بھی ٹھیک نہیں جمتی۔ لیٹ کر پڑھنے سے خیالات پراگندہ ہو جاتے ہیں۔ اور طبیعت پر غنودگی سی چھا جاتی ہے۔ اور اس کے بعد نیند یقینی ہے۔ چونکہ ایسے گھر کم ہوتے ہیں۔ جہاں کرسی میز نصیب ہو سکے۔ اس لئے شروع ہی سے طلبا کو بیٹ کر مطالعہ کرنے کی عادت پڑجاتی ہے۔ بلاشبہ کھڑے ہو کر مطالعہ کرنا بہترین ہے۔ لکھائی مطالعہ ادب اور ریاضی میں ایک ہی جگہ ٹھیرنا پڑتا ہے۔ اگر تم گلے گاہے بیٹھ کر اور کھڑے ہو کر جگہ بدلتے رہو۔ تو یہ

بہت مفید ہوگا۔ لیکن پھر بھی زیادہ وقت کھڑا رہنا چاہئے جس وقت تمہیں کچھ زبانی یاد کرنا ہو۔ تو اس وقت ٹہلتے رہنا چاہئے مطالعہ کے وقت جسم کو جتنا سیدھا رکھ سکتے ہو۔ رکھو۔ جسم کو ایسی ہیئت میں مطلق نہ رکھو۔ جس سے سینہ پر بوجھ پڑے۔ اگر بیٹھ کر ہی مطالعہ کرنا ہے تو میز کرسی لگا کر پڑھنا چاہئے۔ یاد رہے۔ کہ طالب علم کے لئے کوٹ بوٹ پتلون ایسے سامان عیش سے میز کرسی نہایت ضروری ہے مطالعہ کے وقت کپڑے چست نہیں چاہئیں۔ بلکہ جتنے ڈھیلے ہوں۔ اتنے ہی بہتر ہونگے ؞

۳۔ مطالعہ کے وقت کسی قسم کی گفتگو نہیں ہونی چاہئے ؞ دوران مطالعہ میں سوالات کرنے یا کسی اور مضمون پر گفتگو کرنے سے سبق کا ستیاناس ہوجاتا ہے۔ کیونکہ توجہ اصل موضوع سے ہٹ کر غیر مفید امور پر لگ جاتی ہے۔ تمہارے دل میں قدرتاً خیال آئیگا۔ کہ کوئی مشکل لفظ یا فقرہ سبق میں آجائے تو کیا اس وقت بھی اپنے ساتھی سے اس کے متعلق گفتگو

نہیں کرنی چاہئے۔ یقیناً نہیں، کمرے کے سکوت

کو ہرگز نہ توڑو۔ جن امور کے متعلق تمہیں شک ہو۔ انہیں

نوٹ کرکے مطالعہ کے اختتام پر پھر ان پر زور لگاؤ۔

اگر اب بھی سمجھ میں نہ آئیں۔ تو اپنے ساتھی سے اس

کے متعلق بات چیت کر سکتے ہو ٭

بعض طلبا چھوٹی چھوٹی ٹولیاں بنا کر اکٹھے مطالعہ کرتے

ہیں۔ ایک اونچی آواز سے پڑھتا جاتا ہے۔ اور باقی سنتے رہتے

ہیں۔ اس کا ایک بُرا نتیجہ تو یہ ہوتا ہے۔ کہ ان کو غور وخوض

کی عادت نہیں پڑتی۔ کیونکہ ذہین لڑکے جلدی جلدی مشکلات کو

حل کر لیتے ہیں۔ اور دوسروں کو تفکّر کا کوئی موقع نہیں ملتا۔

جب تم کشمکشِ حیات میں داخل ہو گے۔ وہاں تمہیں خود ہی

سوچنا اور مشکلات کو حل کرنا ہوگا۔ اگر تم ایام طالبعلمی میں تدبّر

اور غور وخوض کی عادت نہ ڈالو گے۔ تو عملی زندگی میں جاکر

تمہیں دوسروں کا دست نگر ہونا پڑیگا ٭

۴۔ مطالعہ میں کمالیت کو پیش نظر رکھو ٭

کسی کتاب کا مطالعہ کرنا بعینہٖ ایسا ہی ہے جیسا کسی ملک
کا فتح کرنا۔ ہے۔ اگر تم ہر ایک قلعہ کو جو تمہارے راستے میں
آئے۔ اچھی طرح فتح کرتے جاؤگے۔ تمہیں فتح پر فتح ہوگی۔ برعکس
اس کے اگر تم کہیں کہیں قلعوں کو فتح کئے بغیر چھوڑتے جاؤگے
تو عقب میں ایک فوج ایسی رہ جائیگی جسے تکلیف کے بغیر فتح
کرنا مشکل ہوگا۔ اسی طرح مطالعہ میں کسی لفظ یا فقرے کو خواہ
وہ کتنا ہی غیر ضروری معلوم ہو۔ نہ چھوڑو۔ تاوقتیکہ اس کے
متعلق پوری تشفی نہ ہولے۔ اگر تمہاری معلومات سطحی ہونگی۔ تو تمہارا
علم ادھورا رہ جائیگا۔ اور تمہیں اپنے اوپر اعتماد نہ ہوسکیگا۔ تمہاری
عزت اور خودداری کو ٹھیس لگیگی۔ کیونکہ جب تم کسی مضمون پر
گفتگو کروگے۔ تو معلومات کے سطحی ہونے کے باعث تمہیں
شرمندگی اٹھانی پڑیگی۔ بلاشبہ شروع شروع میں اس طریق پر
عمل پیرا ہونے سے تمہاری رفتار بہت سست ہوگی۔ لیکن بالآخر
بہت سودمند ہوگی۔ ایک سبق یا ایک کتاب کو پورے طور سے
سمجھ کر پڑھنا کئی اسباق یا کتب کو ادھورا پڑھنے سے بہتر ہے

بہتر ہے۔

اس ضمن میں یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ ادبیات میں تراجم اور ریاضی میں کلید وغیرہ کا استعمال نہایت مضر ہوتا ہے۔ آج تک ان کے استعمال نے ایک بھی عالم فاضل پیدا نہیں کیا۔ بیشک تراجم وغیرہ سے معانی بہت جلد معلوم ہو جاتے ہیں۔ مگر وہ اتنی ہی جلدی ذہن سے اتر بھی جاتے ہیں یہ طلبا میں تحقیق کی اہلیت کو بالکل زائل کر دیتے ہیں۔ اس لئے جب کوئی دوست کسی کتاب کا ترجمہ یا ریاضی کے سوالات کا حل دے کر تمہاری مدد کرے۔ تو سمجھ لو۔ کہ اس سے بڑھ کر وہ تمہارے ساتھ کوئی بڑی دشمنی نہیں کر سکتا۔ یہ ایک ایسا ظلم عظیم ہے جو صرف کسی دشمن ہی کی ایجاد ہو سکتا ہے۔ اگر تم اپنے پاؤں پر کھڑے نہیں ہو سکتے۔ تو خدارا ایسے سہارے کسی سے مانگ کر نہ لو۔ جو بہت جلدی تم سے چھن جائینگے۔ اور بالآخر تمہاری چلنے کی طاقت کو مسلوب کر لینگے ؎

نہ پکڑیں دامن الیاس گرداب بلا میں ہم
کہ بد تر ڈوب مرنے سے ہے چھننا سہارے کا

۵ - مطالعہ میں مشقت کی عادت ڈالو ٭

وہی مطالعہ جو ایک کے لئے آسان ہو دوسرے کے لئے مشکل ہو سکتا ہے یہی نہیں۔ بلکہ جو مطالعہ آج خود تمہیں آسان دکھائی دیتا ہے۔ وہی کل سخت تکلیف دہ ہو سکتا ہے یہ فرق عدم توجہ کے باعث واقع ہوتا ہے صحت درست ہو تو مطالعہ ہر حالت میں خوشگوار ہو گا۔ بشرطیکہ پورے طور سے توجہ دی جائے موسم خوشگوار ہو۔ تو خواہ مخواہ باہر نکلنے کو دل چاہتا ہے۔ اور مطالعہ بار معلوم ہوتا ہے۔ اور ناخوشگوار موسم ہو تو مطالعہ کی جانب طبیعت راغب نہیں ہوتی۔ اس لئے طبیعت کو ہر حالت میں مطالعہ کے لئے مستعد رکھو۔ کہ اور اشیا پر تو بزور قبضہ ہو سکتا ہے۔ رشوت شتابی کام نکال سکتی ہے۔ خوشامد مدد دے سکتی ہے۔ مگر علم مطالعہ ہی سے حاصل ہو سکتا ہے جان رکھو مشقت کے بغیر کوئی عظمت حاصل نہیں ہو سکتی

۶ نامی کوئی بغیر مشقت نہیں ہوا

محض ہوس کسی کام کو پایۂ تکمیل تک نہیں پہنچا سکتی۔ آہن گبر نے

خیالی پلاؤ پکانے اور بڑائی کے خواب دیکھنے سے ترقی نہیں کر سکو گے۔ شہرت کے بلند مقام تک پہنچنے کے لئے دامن کوہ میں کھڑے ہو کر اوپر دیکھنا اور وہاں پہنچنے کی خواہش کرنا ہی کافی نہیں ہوگا۔ کمر ہمت باندھ کر اوپر چڑھنا شروع کر دو۔ پھر ہمالیہ کی بلند ترین چوٹی پر پہنچنا کوئی مشکل نہ ہوگا۔

سخت مطالعہ اور دنیا کا مشاہدہ عظمت کے لئے جزو لاینفک ہیں۔ مطالعہ ادب اور سائنس پر حاوی کر دیتا ہے اور مشاہدہ انسانی فطرت سے واقف کر دیتا ہے۔

کتابی کیڑا کولھو کے بیل کی مانند ہے۔ ذکاوت محض بگولے کی طرح ہے۔

اس ضمن میں یہ کہنا خالی از فائدہ نہ ہوگا۔ کہ سخت محنت کا عادی بننے کے لئے ضروری ہے۔ کہ تم اپنے حالات پر مطمئن رہو۔ غربت و افلاس تمہارے مطالعہ میں حارج نہ ہوں۔ جان لو کہ غیر موافق حالات ہی اعلیٰ آدمیوں کو پیدا کرتے ہیں۔ اور ان کو مقام رفعت تک پہنچانے میں ممد ہوتے ہیں۔ تمہارے راستے

میں کتنی ہی مشکلات کیوں نہ ہوں۔تم انہیں اپنا معاون بنا لو۔

۶۔اسباق کا اعادہ کرنے کی عادت طالبعلم کی کامیابی کے لئے نہایت ضروری ہے۔

کئی ان پڑھ آدمی عربی اور سنسکرت کے صفحے کے صفحے زبانی دہرا سکتے ہیں۔حالانکہ وہ ان کے معانی سے بالکل بے بہرہ ہوتے ہیں۔اس کی کیا وجہ ہے؟ ایک ہی چیز کو بار بار سننے سے ان کے حافظے نے عربی کی آیات یا سنسکرت کے شلوکوں کو حفظ کر لیا ہے۔اس مثال سے صرف یہ جتانا مقصود ہے۔کہ اعادہ کرنے سے بغیر کسی قسم کی تکلیف کے بہت کچھ یاد کیا جا سکتا ہے۔اس سے یہ ہرگز نہ سمجھنا چاہیے کہ بے سمجھے زبانی رٹنا قابلِ ستایش ہے نہیں بلکہ بسا اوقات وہ بجائے فائدہ مند ہونے کے نقصان دہ ہوتا ہے۔یہ قاعدہ بنا لو۔کہ روز کے روز تمام اسباق کا اعادہ کرنا ہے۔اسی طرح ہفتے اور مہینے کے اختتام پر۔اس طریقے سے بغیر کسی تکلیف کے بہت کچھ یاد کر سکو گے اور تمہیں امتحان کے

نزدیک آ۔ ۔ دماغ پر زیادہ بوجھ ڈالنے کی تکلیف گوارا نہ کرنی پڑیگی ؛

۷۔ فرض منصبی میں کبھی کوتاہی نہ کرو ؛

ممکن ہے۔ کہ آج تمہاری طبیعت ناساز ہو۔ تمہارا دل اسباق کے تیار کرنے سے ابا کرتا ہو۔ تمہارا نفس تمہیں ترغیب دیتا ہو۔ کہ تم اپنے فرض کو پورا نہ کرو۔ مگر یاد رکھو اگر نفس کے اشارے سے تم سے آج ایسی لغزش سرزد ہوئی تو تم خودداری کو ضائع کر دو گے۔ اور دوسروں کی نگاہوں سے گر جاؤ گے۔ دوستوں کی ملاقات اور گھر کا کام کاج تمہیں اپنا مقررہ کام سر انجام دینے سے نہ روکے۔ اگر تمہارا دوست یا رشتہ دار تمہیں اپنے فرائض کی ادائیگی سے روکتا ہے۔ تو فی الحقیقت وہ تمہارا بدترین دشمن ہے۔ کسی معلم نے اپنے طلبا کو کیا خوب نصیحت کی ہے ؛

" مدرسے کے باقاعدہ اور مقررہ کام کا تمہارے وقت پر سب سے پہلا حق ہے۔ اس لئے تم اس کو کبھی بھی پس پشت نہ ڈالو

ہر طالبعلم کا اخلاقی فرض ہے۔ کہ وہ اپنے کام میں کبھی کوتاہی نہ کرے۔ سوائے اس حالت کے کہ وہ اشد بیماری کے باعث کام کرنے کے ناقابل ہو" *

روز کا روز کام کرنا کامیابی کے لئے نہایت ضروری ہے۔ جو سبق پڑھو۔ اچھی طرح پڑھ کر اس کو قابو میں کر لو۔ غافل لڑکے سبق جمع کرتے جاتے ہیں۔ اور امتحان کے زمانے میں یہ انبار مصیبت ہو جاتا ہے۔ پھر ان کو اس وقت بہت محنت کرنی پڑتی ہے۔ جس سے ان کی صحت خراب ہو جاتی ہے۔ اور پاس ہونا بھی غیر یقینی ہو جاتا ہے *

۸ - دماغ کو آرام دینے کے لئے مطالعہ ترک کرنے کی بجائے مضمون کا بدل دینا کافی ہے *

ایک مضمون کے مطالعہ سے طبیعت اکتا جائے۔ تو اکثر طلبا کچھ وقت کے لئے مطالعہ ترک کر دیتے ہیں مثلاً کچھ عرصہ الجبرے کے سوالات حل کرتے رہو۔ تمہارا جسم تھک گیا ہے۔ دماغ کام کرنے سے عاری ہو گیا ہے۔ تو مطالعہ بند کر کے کتاب میز پر پھینک

دیتے ہو۔ اور اتنے ہی وقت کے لئے آرام کرتے ہو۔
جتنا تم نے مطالعہ کیا تھا۔ یہ تمام وقت قریب قریب
ضائع گیا ہے۔ تم اس اصول کو بھول جاتے ہو۔ کہ
تبدیلئے مضمون سے بھی دماغ اتنی ہی تفریح حاصل
کرتا ہے۔ جتنی بیکاری سے۔ الجبرے کی کتاب ایک
طرف رکھ چکو تو انگریزی فارسی وغیرہ کی کتاب کا
مطالعہ شروع کر دو۔ تم یہ معلوم کرکے حیران ہوگے
کہ تمہارے دماغ کو کتنی تفریح ہوئی ہے +

۱۴- عادات و خصائل

کیرکٹر دوسرے الفاظ میں عادات راسخہ کا نام ہے - اس ضرب المثل میں ذرا مبالغہ نہیں - کہ انسان عادات کا مجموعہ ہے وہ عادات جو انسان ایک دفعہ حاصل کر لیتا ہے ہمیشہ کے لئے اس کے گلے کا ہار بن جاتی ہیں - اور ان سے پیچھا چھڑانا محال ہو جاتا ہے - اس لئے عادات کے بارے میں بہت احتیاط سے کام لینا چاہئے - اور اگر کوئی بد عادت پڑ گئی ہو - تو اس سے فوراً پیچھا چھڑانا چاہیئے - اس معاملے میں لیت و لعل سے کام لینا نہایت خطرناک ہے - کیونکہ جوں جوں وقت گزرتا جائیگا ان کے پنجے سے رہائی پانا اور مشکل ہوتا جائیگا ۔

عادات خود بخود پیدا ہو جاتی ہیں - خواہ انسان اس بات کا خواہشمند ہو یا نہ ہو - یہ بات البتہ تم پر منحصر ہے - کہ وہ نیک ہوں یا بد - ایک دفعہ جب عادت پڑ گئی - تو وہ گویا فطرت ثانی ہو گئی - اور عمر بھر پیچھا نہ چھوڑیگی - لیکن اس

کے یہ معنی نہیں۔کہ سرے سے کوئی عادت ڈالنی ہی نہیں چاہیئے۔ انسان کا کیرکٹر مکمل نہیں ہو سکتا۔تاوقتیکہ وہ عمدہ اور خوش کن عادت نہ ڈالے +

عمدہ عادات ڈالنا کوئی مشکل کام نہیں۔ایک ہی کام کو بار بار اور وقت پر کرنے سے خود بخود عادات پیدا ہوجاتی ہیں اور پھر وہ کام آسان اور خوشگوار ہو جاتا ہے +

نوجوانوں کو جب کوئی لت پڑنے لگتی ہے۔تو وہ پہلے پہل یہ کہ کر ضمیر کی آواز کو خاموش کر دیتے ہیں "میں صرف اس دفعہ ہی جھوٹ بولونگا۔اس لئے یہ میرے لئے چنداں نقصان دہ نہ ہوگا"۔"یہ بیگانہ مال جو میں خرچ کرنے لگا ہوں میری ہرگز یہ نیت نہیں۔کہ میں اس کو واپس نہ کروں میں ضرور حساب دینے سے پہلے ہی اُسے واپس دیدونگا"۔"صرف ایک ہی دفعہ میں نفس کا کہا مان لیتا ہوں۔اس کے بعد میں اس کی مطلق پروا نہ کرونگا"۔"آج طبیعت ناساز ہے۔اس لئے کام میں آج ذرا سی کوتاہی ہو جائیگی۔تو اس کی تلافی کرلونگا"۔لیکن یاد رکھنا چاہئے

کہ تمہارا ہر فعل ہر قول اور ہر خیال دل پر اپنا اثر کرکے رہتا ہے تم اسے پسند کرو یا نہ کرو۔ اور یہ کہ ساری باتیں حافظہ میں محفوظ ہو جاتی ہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ بعض اوقات کئی باتیں جو ہم اپنے خیال میں بھول چکے ہوتے ہیں۔ یک لخت ہمارے سامنے آکر ہمیں تنگ کرتی ہیں۔ رسکن کہتا ہے "میری زندگی کی کوئی بدی ایسی نہیں جو میرے خلاف ہو کر میری خوشی کو تلف نہیں کر دیتی۔ اور کوئی ایسی نیکی نہیں۔ جو اب آکر میری ممد نہیں ہوتی"

عمدہ عادات پیدا کرنے سے انسان اپنی زندگی کو نہایت مفید اور خوشگوار بنا سکتا ہے۔ اشد محنت کرنے سے طبیعت میں اس کے لئے اہلیت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور بعد ازاں محنت کرنا آسان اور خوشگوار کام ہو جاتا ہے۔ وہ عظیم الشان ہستیاں جن کے کارنامے محیر العقول ہیں۔ انہوں نے بڑی کاوش سے عمدہ عادات ڈالیں جب کہیں جا کر وہ کام جو اوروں کو ناممکن معلوم ہوتے تھے۔ ان کے لئے آسان ہو گئے۔

اس کے برعکس بری عادت بڑی آسانی سے پڑ جاتی ہیں۔

یہ سب ایک دوسرے کے ساتھ ملی جلی ہوتی ہیں - ایک بری عادت پڑنے کی دیر ہے - کہ اور پڑ گئی - مثلاً ایک آدمی کو سہل انگاری کی عادت ہے - وہ کام پر دیر سے جاتا ہے - اور وہاں بہانہ بنانے کے لئے جھوٹ بولتا ہے - اس کے بعد اس جھوٹ کو ثابت کرنے کے لئے اسے متعدد بار جھوٹ بولنا پڑتا ہے ؛

اب چند عملی ہدایات پیش کی جاتی ہیں :-

۱- ہر روز کا پروگرام پہلے ہی سے تیار رکھو ؛

یہ پروگرام ایک روز پہلے شام کو تیار کرنا چاہئے - اور پھر صبح اس پر ایک نظر ڈال کر فوراً اس کے مطابق کام شروع کر دینا چاہئے - یہ دیکھ کر تم حیران ہو جاؤ گے - کہ اس طریقے سے کام کر کے ایک دن میں کیا کچھ کر سکتے ہو - اگر تم پیشتر سے اگلے دن کا پروگرام بنا لیتے ہو - تو صبح اٹھ کر بغیر پس و پیش کے اپنا کام شروع کر دو گے - مگر جب تمہارے پیش نظر کوئی پروگرام ہی نہ ہو تو تم یہ سوچتے ہیں کچھ وقت ضائع کر دیتے ہو کہ پہلے کیا کام

شروع کیا جائے۔ اس کشمکش میں تمہاری طبیعت اچاٹ جاتی ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ تمام وقت یونہی گزر جاتا ہے ؂

یہ ممکن ہے۔ کہ پہلے پہل پروگرام کے مطابق کام نہ کرسکو مگر اس سے مایوس نہیں ہونا چاہئیے۔ دوسرے دن کا پروگرام بنانے سے پیشتر اس دن کے کام کا جائزہ لو۔ اور دیکھو۔ کہ تم نے کہاں تک پروگرام کے مطابق کام کیا ہے۔ اور جو کام نہیں کرسکے۔ اس کی عدم تکمیل کی وجہ دریافت کرو۔ اگر وہ سبب ایسا ہے جس کا تدارک تمہارے اختیار سے باہر ہے۔ مثلاً کسی مہمان کا غیر متوقع طور سے آنا۔ تو خیر۔ لیکن اگر وہ کام تمہاری غفلت یا عدم توجہی کے باعث پورا نہیں ہو سکا تو دوسرے دن کام کرکے تمہیں اس کی تلافی کرنی چاہئیے ؂

یہ کہنے کی چنداں ضرورت نہیں۔ کہ تمہارا پروگرام بلحاظ موسم مختلف ہوگا۔ مثلاً سردیوں کے موسم میں ایک طالبعلم کا پروگرام جو بورڈنگ ہوس میں رہتا ہو۔ یوں ہوسکتا ہے ؂

۱۔ پانچ بجے صبح سے آٹھ بجے تک الجبرے کے سوالات

حل کرنا ۔

۲۔ گھر خط لکھنا ۔

۳۔ انگریزی کی کتاب کا مطالعہ کرنا ۔

۴۔ کچن کا حساب بیباق کرنا ۔

۵۔ اردو مضمون کی اصلاح لینا ۔

۶۔ لائبریری میں دیوانِ غالب واپس کرنا اور بانگ درا لینا

۷۔ چار بجے کے بعد فٹ بال کھیلنا ۔

۸۔ شام کا کھانا کھانے کے بعد سیر کو جانا ۔

۹۔ تواریخ کے سبق کا اعادہ کرنا ۔

۱۰۔ رسالہ معارف پڑھنا ۔

۱۱۔ عربی کا مطالعہ کرنا ۔

۱۲۔ سائنس کا سبق تیار کرنا ۔

۲۔ ان تھک محنت کرنے کی عادت ڈالو ۔

اگر بدقسمتی سے تم نے اپنے آپ کو ذہین تصور کر لیا ہے کہ تمہیں سب کچھ خود بخود آجائیگا ۔ تو جتنی جلدی اس غلطی کو

دور کر دو گے۔ تمہارے لئے بہتر ہو گا۔ خوب ذہن نشین کر رکھو
کہ جو کچھ تم حاصل کرنا چاہتے ہو۔ وہ محنت سے ہی حاصل
ہو سکتا ہے ؏

بعض طلبا کے متعلق یہ مشہور ہوتا ہے۔ کہ وہ اس قدر ذہین
ہیں کہ انہوں نے تمام سال محنت نہ کی۔ مگر امتحان کے نزدیک
آ کر راتوں محنت کی۔ اور پھر درجہ اوّل میں پاس ہو گئے۔
اگرچہ یہ بات اس دعوے کے ثبوت میں پیش کی جاتی ہے۔
کہ ذہین آدمی کے لئے محنت کرنی ضروری نہیں۔ مگر اسی کا
دوسرا حصّہ خود اس بات کا شاہد ہے۔ کہ ان ذہین طلبا کو بھی
درجۂ اول میں پاس ہونے کے لئے راتوں محنت کرنی پڑی
دوسرا امر قابل غور یہ ہے۔ کہ امتحان کے نزدیک معمول سے
زیادہ محنت کرنے سے جو دباؤ صحت اور دماغ پر پڑتا ہے
اس کی تلافی محال ہے ؏

دنیا میں جن لوگوں نے علوم و فنون میں شہرت حاصل
کی ہے۔ ان کے سوانح کا مطالعہ کیا جائے۔ تو ان کی کامیابی

کا راز لفظ "محنت" میں مضمر پاؤ گے ؛

ہندوستان کے مایۂ ناز فرزند ڈاکٹر بوس کی زندگی ان تھک محنت اور استقلال کی ایک زندہ مثال ہے۔ اس کے راستے میں طرح طرح کے روڑے اٹکائے گئے۔ اور اُسے قدم قدم پر مشکلوں کا سامنا کرنا پڑا۔ اس کی محنت و جانفشانی کا اُسے یہ ثمرہ ملا۔ کہ اُس کے معلومات و نظریات کو شک و شبہ کی نظر سے دیکھا گیا۔ مگر اس ہمت کے پُتلے نے ہمت نہ ہاری۔ آخرکار لندن میں اس کے تجربات دیکھ کر دنیائے علم میں ایک ہیجان پیدا ہوگیا ؛

یہ ظاہر ہے۔ کہ جو طالب علم اپنے وقت کو خاص طریقے کے مطابق تقسیم کر کے محنت کرتے ہیں۔ ان کو فرصت کا لطف بھی زیادہ آتا ہے۔ امتحان کے نزدیک طالبعلم بہت محنت کرتے ہیں۔ اس لئے ان کو فرصت کا بہت کم وقت ملتا ہے جس سے وہ خوب حظ اُٹھاتے ہیں۔ مگر جونہی امتحان گزر جاتا ہے وہی فرصت کا وقت بوجہ بیکاری وبالِ جان ہو جاتا ہے۔ یہ فرق

صرف محنت و مشغولیت نے پیدا کر دیا۔ ورنہ اب بھی وہی طالبعلم اور وہی فرصت کا وقت ہے۔ ترکی میں ایک مثل مشہور ہے۔ کہ مشغول آدمی کو صرف ایک شیطان ستاتا ہے۔ اور سست آدمی کو ہزار شیطان۔ اس لئے اگر تم ہر روز باقاعدہ محنت کرو گے اور اپنے کام میں مشغول رہو گے تو تمہارا چال چلن آزمایشوں اور خطروں سے محفوظ رہیگا ؛

۳۔ طبیعت میں استقلال پیدا کرو ؛

استقلال کے یہ معنی ہیں۔ کہ جس مضمون کو شروع کرو۔ اس میں دلجمعی سے لگے رہو۔ اور اپنے تیار کردہ پروگرام کے مطابق کام کرتے جاؤ۔ یہ نہیں ہونا چاہئے۔ کہ ابھی حساب شروع کیا۔ ابھی ایک دوست نے کہا۔ لاؤ انگریزی کے کورس کا مطالعہ کریں تو جھٹ حساب چھوڑ۔ ادھر ہو لئے۔ پھر اس کا مطالعہ بھی پورا نہیں ہوا تھا۔ کہ سائنس کی کتاب کھول لی ایسی حالت میں کسی مضمون پر پوری قدرت حاصل نہ ہوگی ؛

آج تم نے ایک خاص پروگرام بنایا ہے۔ اور ارادہ کیا ہے

کہ اس کے مطابق کام کرو گے۔ کل تمہاری نظر کسی اور پروگرام پر پڑ گئی۔ پہلے کو چھوڑ دوسرا اختیار کر لیا۔ اس سے تمہاری طبیعت اچاٹ ہو جائیگی۔ اور تم کسی کام کو بھی دلجمعی سے نہ کر سکو گے۔ جو پروگرام تم اپنے لئے بنانا چاہتے ہو۔ اُسے خوب سوچ بچار کر بناؤ۔ لیکن جب ایک کام کو کسی خاص طریقے سے کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ تو اپنے ارادے پر بہادرانہ قائم رہو۔ اس بارے میں ایک ڈاکئے کی مثال قابل تقلید ہے ۱۸۷۹ء کے موسم بہار میں فرڈیننڈ شیول چٹھیاں بانٹ رہا تھا۔ کہ اُسے ایک بے پتہ کا خط ملا۔ جس میں مختلف محلات مساجد اور گرجاؤں کی تصاویر تھیں۔ اس کے بعد شیول کئی روز تک ان تصاویر کو بغور دیکھتا رہا۔ یہانتک کہ اس کے دل میں خواہش پیدا ہوئی۔ کہ اپنا محل تیار کروں۔ یہ ڈاک کا ہرکارہ دن کا کام کرنے کے بعد سمندر کے کنارے جاتا۔ اور پتھر گھونگے۔ ریت ہاتھ گاڑی میں ڈال کر اپنی زمین کے قطعہ میں لاجمع کرتا

ساتھ ہی اپنی قلیل آمدنی میں سے ہر ہفتہ کچھ نہ کچھ چونے وغیرہ کے لئے بچاتا رہتا۔ حال ہی میں شیول نے چالیس سال کی محنت و استقلال کے بعد اپنے محل کو پایۂ تکمیل تک پہنچا دیا ہے۔ اگرچہ پہلے کئی سال لوگ اس کو پاگل و مجنون سمجھ کر اس کا مضحکہ اڑاتے رہے۔ لیکن اب اس کے محل کی وجہ سے اس کا گمنام گاؤں ہوٹراس تمام دنیا میں مشہور ہو گیا ہے +

علم کی کوئی ایسی شاخ نہیں۔ جو استقلال اور دلجمعی کے ساتھ کام کرنے سے تمہارے قابو میں نہ آئے +

۴۔ پابندیٔ اوقات کی عادت ڈالو +

پابندیٔ وقت ایسی چیز ہے۔ جس سے ہمارا ملک بے بہرہ ہے۔ بے قاعدگئ وقت کا نام ہی "دیسی ٹائم" پڑ گیا ہے۔ یہاں تک کہ کوئی پبلک کام وقت مقررہ پر شروع ہو ہی نہیں سکتا۔ اس بد مذاقی کی کوئی وجہ ہو سکتی ہے۔ تو یہ ہے۔ کہ من حیث القوم ہم نے اب تک پابندیٔ

وقت کی قدر نہیں پہچانی - عدم پابندی وقت کی وجہ سے جو نقصانات ہوتے ہیں ان کا اندازہ کرنے کے لئے فرض کرلو کہ کسی جگہ جلسہ کا وقت چار بجے مشتہر کیا جاتا ہے - وقت مقررہ پر چار ہزار آدمی اکٹھے ہو جاتے ہیں - مگر جلسہ چار کی بجائے پانچ بجے شروع ہوتا ہے - تو اس ایک جلسہ میں قوم کے چار ہزار گھنٹے ضائع ہو جاتے ہیں - اس طرح قیاس کرو - کہ اس برائی کے باعث سے ان قوم کا کس قدر نقصان ہوتا ہے - قوم کا مذاق اس قدر بگڑا ہوا ہے - کہ اگر کوئی شخص پابند وقت ہونا چاہے - تو اس کا مذاق اڑایا جاتا ہے ؛

اگر تمہیں فٹ بال گراونڈ میں چار بجے جانا ہو - تو کوئی وجہ نہیں - کہ تم چار بجے وہاں نہ پہنچو - تم یہ خیال نہ کرو - کہ چار کی بجائے سوا چار بجے پہنچ جائینگے - اس میں کیا حرج ہے - اس طرح تم ایک بدعادت کی بنیاد ڈال رہے ہو - جو تمہاری کامیابی میں سد راہ ہوگی - مثال کے طور پر یہ سمجھو - کہ تم نے کسی اسامی کے لئے درخواست دی ہے - اور وہاں تمہیں

ملاقات کے لئے چار بجے کا وقت دیا گیا ہے۔ مگر تم عادت کے بموجب سوا چار بجے پہنچتے ہو۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ اسامی ہاتھ سے جاتی رہیگی ⁂

اسی طرح تمہیں کوئی چٹھی لکھنی ہو تو ہرگز یہ خیال نہ کرنا کہ اب کی ڈاک کی بجائے کل کی ڈاک میں چلی جائیگی۔ اس میں حرج نہیں۔ ممکن ہے۔ کہ اس وقت اس میں کوئی حرج نہ ہو۔ لیکن یاد رکھو۔ یہ بات تمہیں بہت گراں پڑیگی ⁂

ہر ایک امر میں پابندئ وقت کا لحاظ رکھو۔ اگر تم نے ارادہ کیا ہے۔ کہ صبح سویرے اٹھنا ہے۔ تو ضرور اس وقت بستر سے نکل پڑو۔ اگر ارادہ کیا ہے۔ کہ کھانے سے پیشتر ضرور اتنا کام ختم کرنا ہے۔ تو ختم کرکے رہو۔ تمہیں کسی جلسہ میں جانا ہے۔ یا کسی دوست سے ملاقات کرنی ہے۔ تو ضرور وقتِ معیّنہ پر اُسے پورا کرو۔ فرض کرو۔ تمہیں دو ایسے کام کرنے ہیں جن میں سے ایک بہت ضروری ہے۔ اور دوسرا اتنا ضروری نہیں۔ تو بس وہ ثانیہ کے بغیر ضروری کام کو پہلے کرو۔ مثلاً ادبی جلسے میں تمہیں مضمون

پڑھنا ہے۔ اور ساتھ ہی تمہاری خواہش ہے۔ کہ جو کتاب تم لائبریری سے لائے ہو۔ اُسے ختم کر لو۔ ایسی صورت میں یہی بہتر ہے۔ کہ پہلے سوسائٹی کے لئے مضمون تیار کر لو۔ تاکہ تمہیں ادائیگی فرائض کی عادت پڑے۔ اور ساتھ ہی پابند وقت ہو سکو ۔

۵۔ صبح سویرے اٹھو ۔

بہت کم لوگ ایسے ہونگے۔ جو صبح سویرے اُٹھنے کے عادی ہوں۔ صبح دیر سے اُٹھتے ہو۔ اور کام دیر سے شروع ہوتا ہے۔ تو تمام دن کام بگڑتے رہتے ہیں۔ ڈین سوفٹ کا قول ہے۔ کہ مجھے کوئی ایسا آدمی معلوم نہیں۔ جو اعلےٰ مراتب پر فائز ہو۔ اور صبح اُٹھنے کا عادی نہ ہو۔ صبح کا وقت ایسا سہانا وقت ہے۔ کہ اردگرد کسی قسم کا شوروغل نہیں ہوتا۔ کام پر خوب جی لگتا ہے۔ وہ طالب علم بہت بدنصیب ہے۔ جو بستر میں لیٹ کر قدرت کی اس نعمت سے محروم رہتا ہے۔ صبح اٹھنے کے لئے نہایت ضروری

ہے۔ کہ رات کو جلدی سویا جائے۔ عام طور پر نابالغ کو دس بجے تک سو جانا چاہیئے۔ اور پانچ بجے صبح کے بعد کبھی بستر پر پڑا نہیں رہنا چاہیئے۔ رات کے پہلے حصّہ میں دو گھنٹے سونا پچھلے حصّہ میں چار گھنٹے سونے کے برابر ہے ؎

صبح سویرے اٹھنے کی سب سے اچھی ترکیب یہ ہے کہ مصمم ارادہ کر لو۔ کہ تمہیں فلاں وقت اٹھنا ہے۔ تو یقیناً عین اسی وقت تم بیدار ہو گے۔ اس وقت دل کڑا کر کے بستر سے نکل کھڑے ہو گے۔ تو سمجھو تم نے کامیابی حاصل کر لی۔ اگر تم نے ذرا بھی سستی کی۔ تو نیند پھر غالب ہو جائیگی اگر تم اس طرح کامیاب نہ ہو سکو۔ تو کسی ایسے شخص سے جو صبح اٹھنے کا عادی ہو۔ درخواست کرو۔ کہ تمہیں فلاں وقت جگا دے۔ اور ساتھ ہی تاکید کر دو۔ کہ تمہیں زبردستی جگا دے۔ پہلے دو تین روز بجائے شکر گزار ہونے کے تم اس سے ناراض ہو گے۔ مگر بعد ازاں محسوس کرو گے کہ اس نے تم پر بہت مہربانی کی ہے۔ اور تمہیں ہمیشہ ایسی عادت

کے ڈالنے میں مدد دی ہے۔ جو عمر بھر مفید ہوگی +

۶۔ جو کام کرو اچھی طرح کرو +

امریکہ کے ایک کالج میں ایک غریب طالب علم کو جھاڑو دینے کا کام سپرد ہوا۔ تاکہ اس کی اجرت سے وہ اپنا گزارہ کر سکے۔ ایک دوست نے کہا۔ کہ تم جھاڑو بہت اچھی طرح دیتے ہو۔ اس نے نہایت سادگی سے جواب دیا۔ کہ میں جو کچھ کرتا ہوں۔ اچھی طرح کرتا ہوں۔ آگے چل کر یہی جھاڑو دینے والا امریکہ کی جمہوریت کا صدر بنا +

فطرتاً ہم ہر ایک کام میں جلدی کو عمدگی پر ترجیح دیتے ہیں اور ہماری طبیعت کی بے صبری ہمیں کسی کام کی کما حقہٗ تکمیل نہیں کرنے دیتی۔ کسی کام کو ادھورا چھوڑنا مفید ہونے کی بجائے سخت نقصان دہ ہوتا ہے۔ اس لئے کام کو اچھی طرح کرنے کی عادت ڈالو +

کسی شخص نے ایک آدمی سے جو کئی ایک مشاغل رکھتا تھا۔ متحیر ہو کر پوچھا۔ آپ اتنے کام اس خوبی سے کس

طرح کر سکتے ہیں۔ اُس نے جواب دیا۔ اس میں تعجب کی بات کیا ہے۔ میں ایک وقت میں ایک ہی کام کرتا ہوں۔ اور اُسے عمدہ طور پر ایک ہی دفعہ ہمیشہ کے لئے ختم کرنے کی کوشش کرتا ہوں ✦

[illegible] وقت اتنی جلدی نہ کرو۔ کہ خط پر دھبے پڑ جائیں۔ اور اس قابل نہ رہے۔ کہ آسانی سے پڑھا جا سکے۔ یہ عذر بالکل غیر معقول ہے۔ کہ جلدی کے سبب تم نے ایسا خط لکھا ہے۔ اگر ایسی ہی جلدی تھی تو خط لکھنا ملتوی کر دیتے۔ کسی یادداشت کو اس طرح نہ لکھو۔ کہ تم خود بھی عرصہ کے بعد اس سے کچھ نہ سمجھ سکو ✦

کسی کام کو اتنی جلدی نہ کرو۔ کہ تمہیں خود ہی پتہ نہ ہو۔ کہ تم کیا کر رہے ہو۔ چال چلن میں بے پروائی اسی طرح پیدا ہو جاتی ہے ✦

۷۔ اپنی طبیعت پر قابو پانے کے لئے لگاتار جد و جہد کرتے رہو ✦

حقیقت میں بہادر آدمی وہ ہے جس کی طبیعت اس کے قبضے میں ہو۔ افلاطون کا قول ہے۔ کہ سب سے شاندار فتح وہ ہے۔ جو انسان اپنے آپ پر پاتا ہے۔ اور سب سے شرمناک اور بری شکست وہ ہے۔ جو انسان اپنے آپ سے کھاتا ہے ؎

نیوٹن شام کا کھانا کھا کر واپس آیا۔ کیا دیکھتا ہے۔ کہ اس کے کتے نے جلتی بتی میز پر الٹ کر اس کی سالہاسال کی محنت کو راکھ کر دیا ہے۔ وہ غصے میں آکر آپے سے باہر نہیں ہوا۔ کہا تو یہ کہا موتی موتی تم نہیں جانتے۔ تم نے کس قدر نقصان کیا ہے۔ یہ کہ کر وہ اس طرح اپنے کام میں لگ گیا۔ کہ گویا کچھ بھی نہیں ہوا ؎

بعض اوقات تم آپے سے باہر ہو جاتے ہو۔ اور تمہارے مزاج میں چڑچڑاپن آجاتا ہے۔ کیونکہ تم گرد و پیش کے حالات سے مطمئن نہیں ہوتے۔ ممکن ہے تمہارا ساتھی تمہارے مزاج کے موافق نہ ہو۔ مگر تمہیں یاد رکھنا چاہئے۔ کہ اگر اپنے مزاج پر قابض ہو تو وہ خود بخود تمہاری صحبت

ہیں رہ کر اچھا ہو جائیگا - اگر وہ تمہارے مطابق - بھی ہو سکے
تو کیا ضرورت ہے - کہ تم اپنی طبیعت کو خواہ مخواہ خراب کر لو ؛

سقراط کی بیوی نہایت بدمزاج تھی - ایک دفعہ اس نے
سقراط کو بہت سخت سست کہا - مگر وہ دروازے میں جا کر
خاموش ہو کر بیٹھ رہا - اس کے چپ ہونے سے وہ اور
زیادہ جھنائی اور پانی کا برتن اس کے سر پر اُلٹ دیا -
اس پر اُس نے ہنس کر صرف یہ کہا - اس قدر گرجنے کے
بعد برسنے کی بھی ضرورت تھی ؛

ممکن ہے - تمہارا کمرہ تمہارے مذاق کے موافق نہ ہو -
لیکن تمہیں یاد رہے - کہ دنیا میں تمہیں اس سے بھی بدتر
جگہوں میں کام کرنا پڑیگا ؛

ایک اور قابل غور امر یہ ہے - کہ شیخ چلی کے سے منصوبے
باندھنے سے انسان کی طبیعت نہایت پریشان ہو جاتی ہے -
وہ اپنی موجودہ حالت پر خوش نہیں رہ سکتا - اور بجائے محنت
کرنے کے موہوم دنیا بنا کر بڑے بڑے مدارج پر پہنچنے کی

کوشش کرتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ جب وہ اس موہوم
دنیا سے اصلی دنیا میں آتا ہے۔ تو یہ دنیا اُسے دارالمحن
معلوم ہوتی ہے۔ اور دلچسپیوں سے خالی دکھائی دیتی ہے
جس پر وہ دل ہی دل میں کُڑھ کر رہ جاتا ہے۔ دنیا میں
ایسا آدمی کس طرح خوش طبع ہو سکتا ہے؟

۸۔ صحیح قوتِ فیصلہ پیدا کرو ؛

بعض نہایت قابل اور محنتی آدمی دنیا سے بغیر کوئی مفید
کام کرنے کے کوچ کر جاتے ہیں جس کی وجہ صرف یہ ہوتی ہے
کہ ان میں امور کا صحیح موازنہ کرنے کی اہلیت نہیں ہوتی۔ جو کچھ وہ
کتاب کی صورت میں پڑھتے ہیں۔ درست مان لیتے ہیں۔ آج ایک
سے واقفیت ہوئی۔ اُسے یارِ غار سمجھ بیٹھے اور کل دوسرے کو۔
بعض اشخاص نہایت ذہین ہوتے ہیں۔ مگر آج ایک کام کرتے
ہیں۔ تو کل دوسرا شروع ہے۔ اور یہ فیصلہ ہی نہیں کرتے
کہ وہ کس کام کے لائق ہیں۔ اس لیے کامیاب نہیں ہوتے ؛
اپنے متعلق صحیح رائے قائم کرنی چاہیے۔ اس بارے میں

انسان اکثر غلط اندازہ لگاتا ہے۔ چاہئے۔ کہ ہم اپنا مقابلہ دوسروں سے سنجیدہ مزاجی سے کریں۔ اور غرور و نفسانیت کو قطعاً دخل انداز نہ ہونے دیں۔ یہ جاننا نہایت ضروری ہے۔ کہ تم کیا کر سکتے ہو۔ اور کیا نہیں کر سکتے۔ کیا جانتے ہو۔ اور کیا نہیں جانتے کیونکہ اس کے بغیر ترقی کرنا محال نہیں۔ تو مشکل ضرور ہے اس کی مثال ایک مریض کی سی ہے۔ جب تک مریض کو مرض کا احساس نہ ہو۔ وہ علاج کی طرف کیسے متوجہ ہو سکتا ہے۔

اپنے آپ کو نہ پہچاننے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ہر ایک انسان کے دل میں فخر و غرور اس قدر بھرا ہوتا ہے۔ کہ وہ اس بات کے ماننے کو کبھی تیار نہیں ہوتا۔ کہ اور کوئی کسی امر میں اس پر فوقیت رکھتا ہے۔ اس لئے اگر تم نے اپنی لیاقت کے متعلق غلط اندازہ لگایا ہے۔ اور تم اپنے آپ کو زیادہ قابل سمجھے بیٹھے ہو۔ تو نہ صرف اپنی خوشی کا خون کرو گے۔ بلکہ کوئی عمدہ کام بھی نہ کر سکو گے۔ دو طالب علموں کا مقابلہ کرو۔ ایک نے اپنی لیاقت کا صحیح اندازہ لگایا ہے۔ اور دوسرے نے اپنے آپ کو

زیادہ قابل سمجھ لیا ہے۔پہلا اپنے نقائص کو رفع کرنے کی
کوشش کریگا۔اور آہستہ آہستہ ترقی کرتا چلا جائیگا۔اور دوسرا
اسی حالت میں رہیگا ؀

ایک اور قابل توجہ امر یہ ہے۔کہ جو آدمی اپنے آپ کو
پہچاننے کی کوشش کرتا ہے۔اور اپنے متعلق صحیح اندازہ
لگا لیتا ہے۔وہ اچھی طرح سمجھ لیتا ہے۔کہ اس کی لیاقت
و قابلیت کتنی محدود ہے۔اور پھر غرور اور فخر اس کی ترقی
کے راستے میں حائل نہیں ہوتے۔نیوٹن کو دیکھو اپنے متعلق
کیا کہتا ہے "میں نہیں جانتا۔دنیا میری قابلیت کے متعلق
کیا خیال کریگی۔مگر میں اپنے آپ کو اس بچے کی مانند سمجھتا
ہوں جو سمندر کے کنارے چھوٹے چھوٹے گھونگے جمع کر رہا
ہو۔جبکہ علم کا بحر ناپیدا کنار سامنے لہریں مار رہا ہو" ؀

دوسرا آدمی جو اپنے متعلق غلط اندازہ لگاتا ہے۔وہ اس
کوئیں کے مینڈک کی طرح ہے۔جس نے سارے جہان کو
کوئیں کے گھیر میں محدود سمجھ رکھا تھا۔جس طرح اس کی دنیا

محدود ہے۔ اسی طرح اس کے خیالات بھی۔ وہ صرف اس بات پر اکتفا کرتا ہے۔ کہ وہ سب کچھ جانتا ہے ÷

اسی طرح بعض طلبا اپنے متعلق یہ غلط اندازہ لگا بیٹھتے ہیں۔ کہ وہ بہت کند ذہن ہیں۔ اور وہ کتنی ہی محنت کیوں نہ کریں کچھ بھی حاصل نہیں کر سکتے۔ اس بارہ میں تفریط بھی اتنی ہی خطرناک ہے۔ جتنی افراط۔ اس سے انسان پست ہمت بن جاتا ہے۔ اور خدا داد طاقتوں کو ضائع کر دیتا ہے ÷

۱۵ - گفتگو

دو طالب علم کہیں ملاقات کے لئے گئے تھے۔ واپسی پر ان میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے کہا "بھئی آج کیسا پُر لطف وقت گزرا ہے۔" دوسرا فوراً بول اٹھا "واقعی! مجھے یاد نہیں پڑتا۔ کہ کبھی اس طرح خوش کن وقت گزرا ہو۔ تاہم میں نہیں کہ سکتا۔ کہ کس چیز نے خوشی اور لطف پیدا کیا تھا۔ تمام محفل سے بشاشت پڑی ٹپکتی تھی۔ لیکن میری کچھ نہ پوچھو۔ میں تو اس اجنبی کی گفتگو میں اس قدر محو تھا۔ کہ مجھے کچھ پتہ تک نہ تھا۔ کہ دوسرے کیا کر رہے ہیں۔ اور کیا کہ رہے ہیں"۔ اس پر پہلے نے کہا "میری بھی عین یہی حالت تھی۔ گو وہ اس امر کا اظہار نہیں کرتا تھا تاہم اس میں شک نہیں کہ اس میں اعلےٰ گفتگو کرنے کا سلیقہ بدرجہ اتم تھا"۔

اس محفل کی خوشی کا راز یہی تھا۔ کہ اس میں ایک ایسا

آدمی موجود تھا۔ جس کو فطرت اور تعلیم نے اس قابل بنا دیا تھا۔ کہ اپنی گفتار سے دوسروں کو خوش کر سکتا تھا۔ اور ساتھ ہی اس کی گفتار سبق آموز بھی تھی ؂

عام طور پر لوگ اس امر کی بہت کم کوشش کرتے ہیں۔ کہ اپنی گفتار کی تربیت اعلےٰ پیمانہ پر کریں۔ حالانکہ یہ ایک ایسی طاقت ہے۔ کہ اس سے خوشی بھی حاصل کی جا سکتی ہے اور اس کو سود مند بھی بنایا جا سکتا ہے۔ بلاشبہ اس آدمی کے پاس جو گفتگو میں ماہر ہے۔ ایک ایسا آلہ ہوتا ہے جس سے وہ نہایت عمدہ کام کر سکتا ہے۔ اور ساتھ ہی اس کے باعث جس محفل میں جاتا ہے۔ اس کا بڑی خوشی اور تپاک سے استقبال کیا جاتا ہے ؂

گفتگو کے ذریعے سے خیالات کے اظہار کرنے کے بیشمار فائدے ہیں۔ یہ وہ طریقہ ہے۔ جو خدائے ذوالجلال نے انسان کی خوشی کے لئے پیدا کیا ہے۔ یہ تعلیم اور تربیت دینے اور لینے کا سب سے مکمل ذریعہ ہے۔ اور خدا کے اور کانوں

کی طرح یہ بہت سادہ بھی ہے۔ہم قوت برقی کے ذریعہ آنکھوں کو چندھیا دینے والی روشنی پیدا کر سکتے ہیں لیکن یہ خدا کی پاک روشنی کا ہرگز مقابلہ نہیں کر سکتی۔ہم پینے کے لئے سوڈا واٹر وغیرہ مصنوعی طور پر بنا لیتے ہیں۔مگر یہ اس پاک اور صاف پانی کے سامنے جو قدرت نے ہمارے لئے پیدا کیا ہے ہیچ ہے۔خیالات کے اظہار کے لئے قدرت نے گفتگو بنائی ہے۔

جب ایک انسان اپنے خیالات کو دوسرے کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہے۔تو اس کو گفتگو کے برابر اور کوئی مؤثر ذریعہ نہیں مل سکتا۔اگر تم اپنے دوست کو کسی امر کے متعلق تنبیہ کرنا چاہتے ہو۔یا اُس کے دل پر گہرا نقش بٹھانا چاہتے ہو۔تو تم جانتے ہو۔کہ زبان سے بہتر اور کوئی آلہ نہیں میسر نہیں ہو سکتا۔

پہلے تم تمام امور کا بخوبی موازنہ کر لیتے ہو۔اور دل میں خوب سوچ لیتے ہو۔کہ کس طرح سے اس پر اثر ڈالا جائے۔پھر تم اس کے پاس جا کر اپنے الفاظ سے اور اپنی آواز سے یہ ظاہر کرنا چاہتے ہو۔کہ تم اس کے دوست اور خیر خواہ ہو۔اور اسی لئے تم اس

کو خطرہ سے متنبہ کرتے ہو۔ پھر تم اپنے الفاظ کے ذریعے اپنا
دل کھول کر اس کے سامنے رکھ دیتے ہو۔ جب تم اپنی
پوری کوشش کر چکتے ہو۔ تو تم سمجھ لیتے ہو۔ کہ اگر وہ
تمہاری گفتگو سے مؤثر نہ ہوا۔ تو تمہارے پاس اس سے
بڑھ کر اثر ڈالنے والا اور کوئی ذریعہ نہیں +

تم جس مضمون کے متعلق واقفیت حاصل کرنا چاہتے ہو۔
اس کے لئے دو ذریعے ہیں۔ ایک تو کتاب جو اس مضمون کے
متعلق ہے۔ اور دوسرے وہ دوست جو اس مضمون کو خوب
سمجھتا ہے۔ تم بغیر پس و پیش کے دوست کے پاس جا کر
اس مضمون کے متعلق گفتگو سننے کو کتاب پر ترجیح دوگے
اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ کتاب کے ذریعے معلومات حاصل کرنا
نہ تو اتنا آسان ہے۔ اور نہ دلچسپ جتنی دوست کی گفتگو۔
دوست کے پاس جا کر تم خاص نکات کی تشریح پوچھ سکتے
ہو۔ اپنے اعتراضات پیش کر سکتے ہو۔ اور اس طرح جو کچھ
تمہارا دوست اس مضمون کے متعلق جانتا ہے۔ تم بھی تھوڑے

ہی عرصہ میں جان سکتے ہو۔ ایک بزرگ کا قول ہے کہ میں نے
اپنی معلومات کا اکثر حصہ گفتگو کے ذریعہ حاصل کیا ہے +
تمہیں چاہیئے کہ گفتگو کی تربیت کو تعلیم کا جزو سمجھو
اور اس کو ایک فن کی طرح سیکھنے کی کوشش کرو۔ اس سے
بڑھ کر اور کوئی ذریعہ ایسا نہیں جس سے تم اپنے احباب
کے دلوں پر قبضہ کر سکو۔ اور اپنے آپ کو محفل میں ہر دلعزیز
بنا سکو۔ گفتار کے ذریعے تم وہ معلومات حاصل کر سکتے ہو
اور ان خیالات سے مستفید ہو سکتے۔ جو انسانی دل و دماغ
میں موجود تو ہیں۔ مگر کبھی احاطۂ تحریر میں نہیں لائے جائینگے
وہ شخص جو اس چشمہ سے اپنے دماغ کو سیراب کر سکتا ہے
خیالات سے اس قدر مالا مال ہو جاتا ہے۔ کہ اس کو کسی
حد تک کتابوں کا بھی چنداں دست نگر نہیں ہونا پڑتا۔ تم
شہروں میں رہنے والوں کو دیکھو۔ ان کا مطالعہ اتنا
وسیع نہیں ہوتا۔ تاہم ان کی عام واقفیت اتنی زیادہ ہوتی
ہے۔ کہ وہ تمام امور کے متعلق معلومات بہم پہنچا سکتے ہیں

ان کی گفتگو گوناگوں دلچسپیوں سے لبریز ہوتی ہے۔ اور اتنی پسندیدہ خاطر ہوتی ہے۔ کہ سننے والوں کے دلوں کو مسخر کر لیتی ہے۔ اس کی وجہ صاف عیاں ہے شہر میں خیالات کا تبادلہ اور تصادم ہوتا رہتا ہے وہاں ایک دل دوسرے دل سے متاثر ہوتا رہتا ہے۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ جذبات اور احساسات پاکیزہ ہوتے رہتے ہیں۔ اس لئے جب تم کسی شخص کی نسبت سنتے ہو کہ وہ اعلےٰ سوسائٹی میں رہتا ہے۔ تو تمہیں اس میں ذرا شک وشبہ نہیں رہتا۔ کہ وہ خود بھی نہایت پاکیزہ اور خوش مذاق ہے کم از کم جن الفاظ میں وہ اپنے خیالات و جذبات کا اظہار کرتا ہے۔ نہایت شستہ ہوتے ہیں۔ لیکن شہر والوں کو دو ایسے خطرات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ کہ اگر وہ ان سے بچنے کی کوشش نہ کریں تو وہ عموماً ان کا شکار ہو جاتے ہیں۔ ایک تو یہ ہے۔ کہ بعض اوقات اصلی جوہر کو چھوڑ کر صرف چکنی چپڑی باتوں پر ہی اکتفا کر لیتے ہیں۔ حتیٰ کہ یہ زبردست عادت بن جاتی ہے اور بعد ازاں وہ اس برائی کو محسوس تک نہیں کرتے۔ اس سے

وہ ایک تو دوسروں کو دھوکہ میں ڈال دیتے ہیں۔ اور
پھر خود بھی دھوکے میں پڑ جاتے ہیں۔ کسی کام میں ریاکاری
کی جائے تو نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ یہی ریاکاری آہستہ آہستہ کیرکٹر
کا جزو لاینفک بن جاتی ہے۔ بہرحال جب کبھی ظاہرداری
کے طور پر رسمی الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں۔ تو اس بات
کا خطرہ ضرور ہوتا ہے۔ کہ ان الفاظ کا تعلق دل سے بہت کم
ہوتا ہے۔ دوسرا خطرہ یہ ہے۔ کہ وہ معلومات جو محض گفتگو کے
ذریعہ حاصل کی جاتی ہیں۔ اکثر ناقابلِ اعتبار ہوتی ہیں۔
لیکن پھر بھی ان کو مستند متصور کر لیا جاتا ہے۔ حالانکہ اِس
ذریعہ سے حاصل کی ہوئی واقفیت ہرگز مستند نہ سمجھنی چاہیئے
تاوقتیکہ اس کی تصدیق کسی مستند کتاب سے نہ کی جائے۔ یہ
سچ ہے۔ کہ وہ آدمی جو اپنے دماغ کو صرف سنی سنائی معلومات
سے بھر لیتا ہے۔ حاضر جواب تو ضرور بن جاتا ہے۔ مگر اس
کی معلومات قابلِ وثوق نہیں ہو سکتیں۔ اور نہ ہی اس کی قوتِ
فیصلہ پر بھروسہ کیا جا سکتا ہے۔ وہ تمہیں اپنی گفتگو سے

محظوظ کر سکتا ہے۔ تمہارے دل میں دلچسپی پیدا کر سکتا ہے۔ مگر پھر بھی اس کی قوت فیصلہ پر بلا تامل اعتماد نہیں کیا جاسکتا اس امر میں طالبعلم کو دوسروں پر یہ تفوق حاصل ہے۔ کہ وہ معلومات بہم پہنچانے کے دونوں ذرائع سے مستفید ہو سکتا ہے۔ وہ نہایت صحیح اور کھرے خیالات تو کتابوں سے حاصل کرسکتا ہے۔ اور انسانوں اور عام اشیا کے متعلق واقفیت اور گفتگو سوسائٹی کے ذریعے حاصل کر سکتا ہے۔ اس لئے اس کا فرض ہے۔ کہ وہ کتابوں سے بھی استفادہ کرے۔ اور گفتگو کے ذریعے بھی اپنی معلومات بڑھائے۔ لیکن یاد رکھنا چاہئے کہ گفتگو ایک قسم کی تجارت ہے۔ انصاف اور ایمانداری کی شرط تو یہ ہے۔ کہ تم اوروں کی گفتگو سے مستفید ہو اور وہ تمہاری گفتگو سے۔ تمہیں چاہئے۔ کہ تم اپنے علم وعقل کو اتنی ترقی دو۔ کہ تمہاری گفتار اوروں کے لئے باعث دلچسپی ہو۔

گفتگو کو عمدہ اور مفید بنانے کے لئے چند اشارات

درج کئے جاتے ہیں +

۱۔ اپنا اور دوسروں کا وقت معمولی امور کے متعلق گفتگو کرنے میں ضائع نہ کرو +

اکثر دیکھا گیا ہے۔ کہ مجالس میں نہایت معمولی امور کے متعلق اتنی دلچسپی اور سرگرمی کا اظہار کیا جاتا ہے۔ کہ اس محفل میں سمجھ دار آدمی کے لئے بیٹھنا محال ہو جاتا ہے۔ آخر کار تنگ آکر وہ اس محفل سے رخصت ہو جاتا ہے۔ اور سوسائٹی کے جتنے فوائد ہیں۔ ان سے محروم رہ جاتا ہے۔ وہ اس بات کو کیونکر گوارا کر سکتا ہے۔ کہ اپنے قیمتی وقت کو نہایت ادنٰے اور معمولی باتوں کے سننے میں ضائع کرے۔ اس میں شک نہیں کہ یہ سراسر حماقت ہے۔ کہ انسان ہر محفل میں یہی توقع کرتا رہے۔ کہ جو گفتگو ہو وہ نہایت بلند پایہ کی ہو۔ لیکن یہ بھی تو ٹھیک نہیں۔ کہ گفتگو اتنی ادنٰے درجہ کی ہو۔ کہ سب سمجھدار اشخاص محفل کو خیر باد کہنے پر مجبور ہوں۔ ہاں سمجھ دار آدمی کو چاہیئے۔ کہ بجائے محفل کو خیر باد کہنے کے وہ جرأت اور

جرأت سے کام لے کر گفتگو کا رُخ بدل دے وہ صرف اس لئے کیوں خاموش بیٹھا رہے۔ کہ دوسرے ادنےٰ گفتگو میں مشغول ہیں۔ اسے چاہئے۔ کہ وہ کسی مفید اور عمدہ مضمون کے متعلق گفتگو چھیڑ دے۔ تاکہ سب اس متوجہ ہو جائیں۔ اور گفتگو نہایت عمدہ بنا دیں۔ اس سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ تم خود ساری گفتگو کے اجارہ دار بن جاؤ۔ اور دوسروں کو بات بھی کرنے کا موقع نہ دو +

ان امور کے متعلق گفتگو کر کے اپنا اور دوسروں کا وقت ہرگز ضائع نہ کرو جن سے نہ تو کوئی شخص عقلمند بن سکتا ہے اور نہ اس کی حالت بہتر ہو سکتی ہے۔ اگر تمہیں اس امر کا یقین نہ ہو۔ کہ یا تو تم خود محفل سے اٹھتے وقت اس میں داخل ہونے کی بہ نسبت زیادہ عقلمند ہو گئے ہو۔ یا کوئی اور تمہاری گفتگو سے مستفید ہو کر پہلے کی نسبت زیادہ عقلمند ہو گیا ہے۔ تو تم جان رکھو کہ تمام محفل کا وقت رائیگاں گیا ہے۔ اور اس محفل میں ضرور کچھ نہ کچھ خرابی تھی +

۲۔ محفل میں عیب گوئی سے احتراز کرنا ۔

محفل چھوٹی ہو یا بڑی۔ جو الفاظ تم کسی غیر حاضر آدمی کے برخلاف اپنی زبان سے نکالوگے۔ وہ ضرور اس تک پہنچ جائینگے۔ اور جو غلطی تم سے اس وقت سرزد ہوگی۔ اس کا خمیازہ تمہیں اٹھانا پڑیگا۔ یہ انسانی فطرت کا تقاضا ہے۔ کہ ایک دوسرے کی عیب جوئی کی جائے۔ یا کم از کم ایسے اشارات و کنایات سے دوسروں کے برخلاف زہر اگلا جائے کہ اوروں کی رائے ان کے متعلق اچھی نہ رہے۔ اور ان کی تنقیص ہو۔ لیکن عیب گوئی کرنے والا خود اپنے آپ کو دھوکہ میں ڈالتا ہے۔ وہ نادانی سے سمجھتا ہے۔ کہ عیب جوئی سے اس کا مقصد صرف یہ ہے۔ کہ حق بحقدار رسد۔ تاکہ جو نااہل ہیں۔ ان کی تحقیر ہو۔ اور وہ محفل کی نظروں سے گر جائیں۔ لیکن یہ سراسر دھوکہ ہے در اصل دوسروں کی عیب جوئی کرنے سے وہ بالواسطہ اپنی تعریف کرتے ہیں جب وہ یہ کہتے ہیں۔ کہ فلاں آدمی میں یہ عیب ہے۔ تو اس سے یہ نتیجہ خود بخود نکل آتا ہے۔ کہ وہ نقص

اور عیب اُن میں نہیں ہے۔ دوسروں کے عیب بیان کرنے سے ہمیں اس لئے بھی احتراز کرنا چاہئے۔ کہ اگر ہم دوسروں کی تعریف کریں۔ تو عام لوگ اس پر چنداں توجہ نہیں دیتے۔ مگر جب ہم دوسروں کے عیب بیان کرتے ہیں۔ تو لوگ اُن کو خوب یاد رکھتے ہیں۔ اور اس لئے وہ شخص جس کے عیب بیان کئے جاتے ہیں ہمیں کبھی معاف نہیں کرتا " وہ شخص جو اپنے دوستوں کے چھوٹے چھوٹے عیوب اور کمزوریوں کا خاکہ اڑاتا ہے۔ بہت جلدی ایک دنیا کو اپنا مخالف بنا لیتا ہے۔ نیز وہ شخص جو دوسروں کا مضحکہ اڑتا ہوا دیکھتا ہے۔ اور ٹس سے مس نہیں ہوتا۔ بلکہ خود بھی مضحکہ اُڑانے والوں کے ساتھ ہنسی میں شامل ہو جاتا ہے۔ اس کو سوچنا چاہئے۔ کہ اسی طرح اس کی غیر حاضری میں اس کا خاکہ بھی اڑایا جائیگا۔ اور دوسرے اس کے عیوب پر ہنسینگے"۔ جب تک اس معاملہ پر اچھی طرح سے غور و خوض نہ کیا جائے۔ اس وقت تک یہ معلوم ہی نہیں ہو سکتا کہ ان بیچاروں کی جو محفل سے غیر حاضر ہیں۔ کس قدر توہین

ہوتی ہے ؂

ایک شخص کا نہایت عمدہ محفل میں تعارف کرایا گیا۔ محفل کے سب آدمی اس کی گفتگو سے محظوظ تھے۔ مگر اس میں ایک نقص تھا۔ کہ وہ ہر روز محفل میں سے سب سے پیچھے اٹھتا۔ آخر کار ایک شخص سے نہ رہا گیا۔ اس نے ایک دن اس کو پوچھا "کیا وجہ ہے کہ تم سب سے پیچھے بیٹھے رہتے ہو"۔ اس نے نہایت سادگی سے جواب دیا۔ میرا تجربہ ہے۔ کہ جب کوئی شخص محفل سے اٹھ جاتا ہے۔ تو سب اس کی غیبت شروع کر دیتے ہیں اس لئے میں یہی مناسب سمجھتا ہوں۔ کہ اس وقت تک محفل سے قدم باہر نہ رکھوں جب تک کہ سب احباب محفل سے رخصت نہ ہو جائیں۔ تاکہ کوئی غیبت کرنے والا باقی نہ رہے ؂

عیب گوئی کے برعکس خوشامد کی عادت ہے۔ یہ کیرکٹر کے لئے بہت خطرناک ہے۔ خوشامدی ہمیشہ اس امر کا متوقع رہتا ہے۔ کہ اس کی بھی خوشامد کی جائے۔ بیجا خوشامد اور سچی تعریف میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اگر تم اپنے دوست کو اپنے

کے لئے تعریفی الفاظ میں اس کی دلجوئی کرتے ہو۔ تو یہ کس طرح قابل ملامت نہیں۔ تعریف وہ بری ہے۔ جو جھوٹی ہو۔ اور جس کا مقصد اس کے عوض میں خود اپنی خوشامد کرانا ہو۔ تعجب یہ ہے کہ انسان خوشامد سے خوش ہوتا ہے۔ حالانکہ وہ جانتا ہے۔ کہ جو تعریف اس کی کی جا رہی ہے۔ وہ سراسر جھوٹی ہے۔ ڈاکٹر جانسن کا قول ہے۔ کہ خوشامد ہر حال میں ہمارے لئے پسندیدہ خاطر ہوتی ہے۔ اس وقت بھی ہمارا دل تعریف سے خوش ہو جاتا ہے۔ جس وقت ہم جانتے ہیں۔ کہ وہ شخص جو ہماری تعریف کر رہا ہے۔ دل سے ہماری تعریف نہیں کرتا۔ بلکہ محض زبان سے رسمی الفاظ ادا کر رہا ہے۔ یا خوشامد سے ہم اس لئے خوش ہوتے ہیں۔ کہ اس سے کم از کم یہ تو ثابت ہو جاتا ہے۔ کہ ہم میں کچھ خوبی یا طاقت ہے جس کی خاطر جھوٹی تعریف کر کے ہمیں خوش کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

۳۔ زبان کو ناپاک الفاظ سے آلودہ نہ کرو۔

بعض اشخاص مقدس اشیا کا ذکر نہایت حقارت آمیز

لہجہ میں کرتے ہیں۔ اس سے ان کا مقصد یہ ہوتا ہے۔ کہ وہ دوسروں پر یہ ظاہر کریں۔ کہ وہ کتنے آزاد خیال ہیں۔ یا یہ کہ وہ کتنا اعلےٰ دماغ رکھنے والے ہیں۔ لیکن اس سے ثابت صرف یہ ہوتا ہے۔ کہ ان کا دل گناہ سے اتنا آلودہ ہوگیا ہے۔ کہ ایسے الفاظ ان کی زبان سے خود بخود نکل جاتے ہیں۔ وہ شخص جو اپنے خالق یا اس کی کسی اور چیز کا ذکر نہایت گستاخانہ لہجہ میں کرتا ہے۔ اس سے تمہیں ہرگز یہ توقع نہ کرنی چاہیئے کہ وہ کبھی تمہارا ذکر بخیر کریگا۔ اس بات کو خوب ذہن نشین کر رکھو۔ کہ وہ آدمی جو خدا کے احکام کا یا مذہب کا ذکر بے ادبی سے کرتا ہے۔ وہ پرلے درجے کا خودغرض ہے۔ اور وہ ہرگز اس لائق نہیں کہ تمہارا دوست بن سکے ٭

اس ضمن میں یہ کہنے کی چنداں ضرورت نہیں۔ کہ گندے الفاظ زبان پر نہیں لانے چاہئیں کیونکہ امید نہیں کی جاسکتی کہ وہ آدمی جس میں اتنی خودداری بھی موجود نہ ہو۔ کہ وہ گندے الفاظ کو اپنی زبان پر لانے سے نہ ہچکچائے۔ وہ اس کتاب

کو اپنے مطالعہ میں رکھیگا۔ لیکن چونکہ اس بات کا خدشہ ہو سکتا ہے۔ کہ کوئی طالب علم جو ابھی تک اس عادت میں گرفتار نہیں ہؤا۔ وہ بعدازاں کہیں اس کی لپیٹ میں نہ آجائے۔ اس لئے اس کو اس خطرے سے متنبہ کرنے کے لئے اس کا ذکر کرنا ضروری سمجھا گیا ہے۔ لارڈ چسٹر فیلڈ کا قول ہے۔ کہ وہ آدمی ہرگز شریف کہلانے کا مستحق نہیں ہو سکتا۔ جس کی زبان گندے اور ناپاک الفاظ سے آلودہ ہو۔ اگر تم کسی شخص کو گندے الفاظ دہراتے ہوئے سنو تو فوراً یہ نتیجہ نکال لو۔ کہ یہ گناہ ان بیشمار گناہوں میں سے ایک ہے جو اس کے سینے میں چھپے ہوئے ہیں۔ اور جلدی یا بدیر ان کا اظہار ہو جائیگا ؛

۴۔ محفل میں کس قسم کی گفتگو ہونی چاہئے:۔

بعض اشخاص کے خیالات کا دائرہ اتنا تنگ ہوتا ہے کہ جب وہ کسی محفل میں بیٹھے ہوں۔ تو پہلے ہی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ کہ وہ کس قسم کی بات چیت کرینگے۔ اور کس

قسم کی کہانیاں دہرائینگے۔ اس طرح کی گفتگو کرنے والوں سے
بڑھ کر محفل کے لئے اور کوئی شے زیادہ آزار دینے والی
نہیں ہوسکتی ۔ انہی پرانی باتوں اور انہی پرانے لطیفوں کا
بار بار اعادہ ہوتا رہتا ہے ۔یہانتک کہ سننے والے تنگ
آجاتے ہیں۔ لیکن یہ خدا کے بندے اس کی ذرا پرواہ
نہیں کرتے ۔ اور بے تکی ہانکے چلے جاتے ہیں +

ایک اور غلطی یہ کی جاتی ہے ۔کہ خواہ مخواہ اپنی ذات شریف
کا ذکر چھیڑ دیا جاتا ہے ۔یہ ایسا خطرناک اور عام مرض ہے۔
کہ سب کے سب کم و بیش اس کا شکار ہوجاتے ہیں لیکن
نوجوانوں میں یہ مرض بوڑھوں کی نسبت زیادہ پایا جاتا ہے
اس میں سب سے بڑی مشکل یہ آن پڑتی ہے۔ کہ اگر
اپنی ذات کے متعلق ایسے الفاظ کہے جائیں۔ جن سے بدتعریفی کا پہلو
نکلتا ہو۔ تو یہ بات خود اپنے لئے باعث تکلیف ہوگی اور اگر اپنے
منہ سے میاں مٹھو بنا جائے۔ تو دوسرے اس کو نہایت
ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھینگے ۔ اور اپنی ذات ۔ اپنے

احباب اور اپنے کارناموں کے متعلق جتنی کم بات چیت کروگے اتنا ہی تمہارے لئے بہتر ہوگا۔ کیونکہ جو کچھ بھی تم اپنے متعلق کہوگے۔ اس کے صرف دو مقصد ہو سکتے ہیں یعنی یا تو تم دوسروں کی تحسین کے خواہاں ہو۔ یا تم ان سے رحم کی التجا کرنا چاہتے ہو۔ اور یہ دونوں باتیں تمہاری خودداری کے منافی ہے +

بعض اشخاص اس بات کے بہت شایق ہوتے ہیں۔ کہ لوگ اُن کو بذلہ سنج لطیفہ گو اور خوش طبع سمجھیں اس شوق کو پورا کرنے اور دوسروں کو خوش کرنے کی خاطر وہ بڑی کوشش سے نہایت باریک اور نازک نکات اپنے دماغ میں بھر لیتے ہیں۔ اور اپنی لطیفہ گوئی سے مجلس کو گرما دیتے ہیں لیکن اس میں بہت خطرے کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ یہ ممکن ہی نہیں کہ خوش طبعی کی جائے۔ اور کسی دوسرے کو اس کا نشانہ نہ بنایا جائے۔ اس سے دشمنی کے پیدا ہونے کا بہت احتمال ہے۔ کیونکہ جب کوئی شخص خوش طبعی کو اس حد تک بڑھاتا

ہے۔ کہ دوستی کا نقصان ہو تو ہو جائے۔ مگر تمسخر کو ہاتھ سے نہ جانے دیا جائے۔ تو جان رکھو کہ ایسا آدمی بہت جلد دوستی کے بکھیڑوں سے پاک ہو جائیگا۔ ہر ایک آدمی میں کچھ نہ کچھ کمزوریاں اور عجیب باتیں ہوتی ہیں۔ اور وہ ان کو محسوس بھی کرتا ہے۔ مگر چونکہ وہ اس کی فطرت کا حصہ بن گئی ہوتی ہیں اس لئے وہ ان سے چھٹکارا نہیں کرا سکتا لیکن ساتھ ہی وہ اس بات کو ہرگز برداشت نہیں کرسکتا کہ کوئی آدمی اس کی ان کمزوریوں کا مضحکہ اڑائے۔ ہم اُس آدمی کو نہایت نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ جو ہماری کمزوریوں کا خاکہ اڑا کر ہم پر اپنا تفوق ظاہر کرنے کی کوشش کرے۔ اس کو اس بات سے خوش نہ ہونا چاہیئے۔ کہ وہ اس طرح چند اشخاص کو بنانے میں کامیاب ہوگیا ہے۔ یہ ہنسی اور خوشامد تو عارضی ہوگی۔ مگر وہ دشمنی کے بیج جو اس نے دوسرے کی بیدردانہ ہنسی اڑا کر بوئے ہیں۔ وہ بہت جلدی ایک تناور درخت بن جائینگے جس کا پھل اس کے لئے بہت کڑوا ہوگا ٭

بات چیت میں اس بات کا خیال رکھنا چاہئے - کہ دوسروں پر اپنے تبحرِ علمی کا خواہ مخواہ رعب نہ ڈالا جائے کوئی شخص اس امر کو گوارا نہیں کر سکتا - کہ اس پر یہ ظاہر کیا جائے - کہ وہ جاہل ہے - اور جب کبھی کوئی شخص اپنے علم و فضل کا اظہار کرتا ہے - تو اس کے معنی یہ ہوتے ہیں - کہ دوسرے اس کے علم کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیں - اور یہ مان لیں کہ وہ جاہل ہیں - یہ ایک ایسی دعوت ہے - کہ اس سے بڑھ کر اور کوئی دعوت ناخوشگوار نہیں ہو سکتی بعض اشخاص شعر و شاعری کا بڑے بڑے الفاظ میں ذکر کر کے دوسروں کے دلوں پر اپنے علم و ادب کا سکہ بٹھانا چاہتے ہیں - اگر تمہیں عروض کے چند وزن یاد ہیں - یا تم نے عروض کی چند اصطلاحات کو ازبر یاد کر لیا ہے - تو اس سے یہ نتیجہ کب نکلتا ہے - کہ تم دوسروں کے سامنے بڑے بڑے ادق اور غیر مانوس الفاظ بول کر ان کی سمع خراشی اور اپنے علم و فضل کا اظہار کرو - وہ شخص جو درحقیقت عالم فاضل ہے -

کبھی بھی اپنے علم و فضل کے متعلق شور نہ مچائیگا۔ نیم حکیم جس کو ہر لحظہ یہ خطرہ رہتا ہے۔ کہ دوسرے اس کی جہالت سے نبردار نہ ہوجائیں۔ وہ بڑے بڑے غیر مانوس طبی الفاظ بول کر تم پر اپنی حکمت کا رعب بٹھانے کی کوشش کریگا۔ اغلباً یہی وجہ ہے۔ کہ اظہار فن سب کو برا معلوم ہوتا ہے۔ جب تم کسی ایسے شخص کو ملو۔ جو بڑے بڑے الفاظ استعمال کرتا ہے۔ تو جان رکھو۔ کہ اس کا علم اتنا ہی گہرا ہے۔ جتنا اس کتے کا جو تم کو دیکھ کر اونچی آواز سے بھونکنا شروع کر دیتا ہے +

اپنی گفتگو کو حسد سے پاک رکھو۔ طالبعلموں میں یہ مرض سب سے زیادہ پایا جاتا ہے۔ وہ دوسروں سے تحسین کرانے کے بہت خواہشمند ہوتے ہیں۔ اور جب وہ کسی کو دیکھتے ہیں۔ کہ اس کی بڑی قدر و منزلت ہوتی ہے۔ تو ان کا دل حسد سے افسردہ ہو جاتا ہے۔ وہ قدرتی طور پر اپنے دل کا بخار الفاظ کے ذریعے نکالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور خود حسد کی آگ میں جل کر دوسروں کی عزت کو اپنے زہریلے الفاظ سے فنا کرنے کی کوشش کرتے ہیں

لیکن ہر صاحب بصیرت جان لیتا ہے۔ کہ وہ صرف حسد کے باعث دوسرے کی عزت کو برباد کرتے ہیں۔

بات چیت میں ہشاش بشاش رہنا چاہیئے ہم عادت بنا سکتے ہیں۔ کہ اپنی گفتگو کو خوشگوار رکھیں۔ دنیا میں اتنے افکار اتنے مصائب اور اتنی تکالیف پیش آتی ہیں۔ کہ ہم ایسے دوست کو مل کر نہایت محفوظ ہو جاتے ہیں۔ جس کی گفتگو سے خوشی ٹپکتی ہو۔ بدمزاج آدمی بھی بچوں کی بھولی بھالی باتیں سن کر چند لمحوں کے لئے اپنی بدمزاجی کو بھول جاتے ہیں خوش مزاجی اور خوشگوار گفتگو سے تمہیں بھی آرام ملیگا۔ اور تمہارے دوست بھی اس سے بہرہ اندوز ہونگے۔

ایک استاد نے یہ ہدایات اپنے شاگردوں کو بات چیت کے متعلق کیں:۔

۱۔ جس طرح کتابوں کا انتخاب اپنے فائدے کے لئے کرتے ہو۔ اسی طرح محفل کا بھی اپنی بہتری کے لئے انتخاب کرو۔ سب سے اچھی محفل یا اچھی کتاب وہ ہے جس سے تمہاری

بہتری یا تفریح طبع ہو - اگر کسی صحبت میں نہ تو تمہاری بہتری ہونی ہے - اور نہ تفریح طبع - تو ایسی محفل کو خیرباد کہنا ہی بہتر ہے ٭

۲ - اپنے ہم صحبتوں کو دیکھو - اگر وہ تم سے بڑے ہیں - تو ان سے سوالات پوچھ کر اپنی لیاقت بڑھاؤ - اور اگر وہ تم سے چھوٹے ہیں - تو ان کے ساتھ تلطف سے پیش آؤ ٭

۳ - محفل میں منہ بند کر کے نہ بیٹھے رہو - دوسروں کو خوش کرنے کی کوشش کرو - تمہیں کچھ نہ کچھ کہنے کے لئے مل جائیگا - خاموش رہنا آداب محفل کے برخلاف ہے - اگر تم معمولی بات بھی خوشگوار طریقہ میں کہ دوگے - تو وہی خاموش رہنے سے ہزار درجہ بہتر ہوگی ٭

۴ - دوسروں کی خواہ مخواہ مخالفت نہ کرو ٭

۵ - اپنی گفتگو سے اظہار علمیت کی ہرگز کوشش نہ کرو بڑھ چڑھ کر باتیں کرنے سے تم دوسروں کے دلوں پر بہت بُرا اثر ڈالوگے ٭

اس کے علاوہ یہ بھی یاد رکھنا چاہئے ۔کہ محفل میں آپے سے
باہر ہونا نہایت معیوب ہے ۔ اگر کوئی تمہارے ساتھ بدسلوکی
سے پیش آتا ہے ۔تو تم اس جگہ بدلہ لینے کی کوشش نہ کرو۔
اگر بدقسمتی سے تمہارا سامنا کسی گرم مزاج اور کرخت آواز
والے سے ہوگیا ہے ۔ تو آپے سے باہر نہ ہو جاؤ ۔آخیر
میں تمہاری ہی جیت ہوگی ۔تمام محفل دل سے اسی کا ساتھ
دیتی ہے ۔جو نہایت سخت کلامی سننے کے باوجود اپنی طبیعت کو قابو
میں رکھے محفل میں کسی قسم کی سخت کلامی یا جھگڑا نہ ہونا چاہئے
اگر بحث جھگڑے کی صورت اختیار کرتی نظر آئے ۔تو اُسے
فوراً بند کر دو ؛

خوب ذہن نشین کر لینا چاہئے ۔کہ قادرِ مطلق کا ہم پر بڑا
احسان ہے ۔کہ اس نے ہمیں گویائی ایسی نعمت غیر مترقبہ دی
ہے ۔جس سے ہم اپنے خیالات و جذبات کا اظہار کر سکتے ہیں ۔
اور جس کے ذریعے تسلّی اور آرام حاصل کرتے ہیں ۔لیکن اس
بات کو بھی فراموش نہ کرنا چاہئے ۔کہ یہی زبان بدی کا زبردست

آلہ بھی ہو سکتی ہے۔ جو الفاظ ہماری زبان سے نکلتے ہیں
ان کا اثر دوسروں پر اچھا ہوتا ہے۔ یا بُرا۔ خدا ہمارے
ہر لفظ کو سنتا ہے اور دیکھتا ہے۔ کہ ہم اس کی نعمت
کا اچھا استعمال کرتے ہیں یا بُرا۔ نیز ہمیں اپنے الفاظ کی
اس کے سامنے جواب دہی کرنی پڑیگی۔ طالب علم کو یہ
خصوصیت حاصل ہے۔ کہ وہ عام آدمیوں کی نسبت تعلیم
اور اخلاق میں بہتر ہوتا ہے۔ اس لئے وہ اگر کوشش
کرے۔ تو اپنے تلطف آمیز الفاظ سے بہت نیکی کر سکتا
ہے۔ یاد رکھو۔ کہ جو الفاظ ایک دفعہ تمہاری زبان سے
نکل جاتے ہیں۔ وہ کبھی واپس نہیں آ سکتے۔ اور ان کا
اثر مدت مدید تک دلوں پر جما رہتا ہے ؁

۱۶- فراست

زندگی میں کامیاب ہونے کے لئے ذہانت کی نسبت فراست کی زیادہ ضرورت ہے۔ جب تک حالات موجودہ کی ضرورت کو پہچاننے کا شعور نہ ہو۔ جب تک ان اشخاص کے جن سے کام پڑتا ہے۔ خیالات اور میلان خاطر کا پتا لگانے کا سلیقہ نہ آئے۔ اور جب تک ان کے ساتھ برتاؤ اور سلوک کرنے کا طریقہ نہ سیکھا جائے۔ اس وقت تک زندگی کی کشمکش میں کامیاب ہونا ناممکن ہے۔ دنیا ہماری لیاقت شرافت اور اخلاق کا اندازہ صرف ہمارے طرزِ عمل سے لگاتی ہے۔ کیونکہ نہ تو دنیا کے پاس اتنا وقت ہے۔ اور نہ اُسے ضرورت ہے۔ کہ وہ ہماری نیتوں اور ہمارے اخلاق کا مطالعہ کرے۔ اس لئے قدرتی طور پر وہ صرف ہمارے ظاہری طرزِ عمل اور برتاؤ کو دیکھتی ہے۔ اور اسی کے مطابق ہمارے متعلق رائے قائم کر لیتی ہے بعض نوجوان یہ سمجھتے ہیں۔ کہ ہمیں دنیا کی رائے کی کیا پرواہ ہے۔ کہ وہ ہمارے

متعلق جو مرضی ہے ۔کہے سنے ۔جو کچھ ہم ہیں وہ تو ہیں ہی ۔
اس میں شک نہیں کہ ہمیں غلامانہ طور پر دنیا کی رائے
سے خواہ مخواہ خوفزدہ نہیں ہونا چاہیئے ۔مگر یہ بھی تو عقلمندی
سے بعید ہے ۔کہ ہم دنیا کو اس قسم کا موقع دیتے رہیں ۔
کہ وہ ہمارے متعلق غلط رائے قائم کرلے ۔

فراست و شعور زیادہ تر فطرت کی طرف سے انسان میں
ودیعت ہوتا ہے لیکن پھر بھی کئی طریقوں پر عمل کرنے سے
ہم دوسروں کے ساتھ نہایت عمدہ طور سے نباہ کر سکتے ہیں ۔
جب کبھی تمہیں موقع ملے ۔ دوسروں کو خوش کرنے کی
کوشش کرو ۔ اگر تمہیں کسی وجہ سے خوشی نصیب نہیں
ہو سکتی ۔تو کم از کم تم دوسروں کو تو خوشی پہنچا سکتے ہو۔
سب کے ساتھ اخلاق سے پیش آؤ ۔

"خوش اخلاق ہونے میں خرچ تو کچھ نہیں آتا ۔مگر اس سے
خریدا بہت کچھ جا سکتا ہے "۔ واقعی اس سے ہم وہ کچھ خرید
سکتے ہیں ۔جو چاندی سونے سے بھی نہیں خریدا جا سکتا ۔

اس لئے سب کے دلوں کو تسخیر کرنے کی کوشش کرو۔ ایک دانا نے بادشاہ کو نصیحت کی۔ کہ تم لوگوں کے دلوں کو تسخیر کر لو۔ پھر ان کے دل اور ان کا مال بھی تمہارا ہو جائیگا ۔

فراست وہاں بھی کامیاب ہو جاتی ہے۔ جہاں زور ناکام رہتا ہے۔ نیکی بدی پر فتح پاتی ہے۔ نہ جور و جفا۔ جب سورج اور آندھی کا مقابلہ ہؤا۔ کہ کون زیادہ طاقتور ہے۔ تو آندھی اپنی ساری قوت لگانے کے باوجود بھی اس مسافر کا کوٹ اتارنے میں کامیاب نہ ہوئی۔ مگر جب سورج آہستہ آہستہ اپنی تمازت سے اس مسافر کو گرمی پہنچانے لگا۔ تو بیچارے نے نہ صرف کوٹ بلکہ قمیص بھی اتار دی ۔

یاد رکھو کہ انسان کو کسی راستے پر رہنمائی کر کے لے جانا آسان ہے۔ مگر اس کو اسی راستے پر بزور دھکیل کر لے جانا بہت مشکل ہے۔ تلوار کی نسبت تبسم سے مجبور کرنا اچھا ہے

جن کے ساتھ تمہیں معاملہ پڑے۔ ان پر دیانت داری سے اپنا اعتبار جمانے کی کوشش کرو۔ اکثر اشخاص لیاقت سے

نہیں بلکہ محض اخلاق کے زور پر قوت اور اثر پیدا کر لیتے ہیں ۔ دوسروں کی جائز خواہشات کو جہاں تک عقلمندی اور راستبازی اجازت دیں۔ پورا کرنے کی کوشش کرو۔ مگر جب ضروری سمجھو۔ تو اس وقت انکار کرنے سے بھی ہرگز پس وپیش نہ کرو۔ ہر ایک شخص "ہاں" کہ سکتا ہے۔ گو بہت کم آدمی ایسے ملینگے۔ جو خوش اخلاقی سے "ہاں" کہ سکیں۔ مگر "نہیں" کہنا تو اس سے بھی بدرجہا مشکل ہے۔ بیشمار اشخاص صرف اس لئے تباہ و برباد ہو گئے ہیں۔ کہ وہ اس لفظ کو کہنے کی جرأت نہیں رکھتے تھے۔ پلوٹارک کہتا ہے۔ کہ ایشیا کوچک کے باشندے صرف اس لئے غلام بنائے گئے تھے۔ کہ وہ ایک سادہ لفظ یعنی "نہیں" نہ کہ سکے۔ مگر یہ بھی یاد رکھنا چاہئے۔ کہ اگر زندگی میں "نہیں" کہنا ضروری ہے۔ تو یہ بھی اتنا ہی ضروری ہے۔ کہ اس کو خوش اخلاقی سے ادا کیا جائے۔ ہمیں کوشش کرنی چاہئے۔ کہ جس شخص کو ہمارے ساتھ کوئی معاملہ پڑے۔ وہ محسوس کرے کہ اس کو اس میں خوشی حاصل ہوئی ہے۔ اور وہ آئندہ بھی

ہمارے ساتھ مل کر کام کرنے کے لئے مستعد نظر آئے۔ دنیا کے معاملات میں جذبات کو بہت دخل ہے۔ ہر ایک چاہتا ہے کہ اس کے ساتھ مہربانی۔ اخلاق اور مروت سے پیش آیا جائے ہر شخص اگر چاہے۔ تو اپنے آپ کو خوش اخلاق بنا سکتا ہے۔ لارڈ چیسٹرفیلڈ کہتا ہے۔ کہ دوسروں کو خوش کرنے کی محض خواہش کرنا ہی ان کو کم از کم آدھا خوش کرنے کے برابر ہے۔ اس کے برعکس وہ آدمی جس میں یہ خواہش ہی نہیں۔ دوسروں کو کس طرح خوش کر سکتا ہے۔ یہ صفت جوانی ہی میں حاصل کر لینی چاہئے۔ بعد ازاں اس کا حاصل کرنا بہت مشکل ہو جائیگا۔ تمہیں بہت شخص ایسے ملینگے۔ جن کی لیاقت بہت کم ہے۔ مگر وہ محض خوش اخلاقی کی وجہ سے کامیاب ہو گئے ہیں۔ اس کے برعکس بہت سے اشخاص ایسے بھی ملینگے۔ جو نہایت ذہین اور صاف دل ہیں مگر انھوں نے اپنی کج روی اور اکھڑپن سے ایک عالم کو اپنا دشمن بنا لیا ہے۔ قطع نظر اس سے دوسروں کو خوش کرنا بھی تو ایک طرح کی خوشی ہے۔ اس بات کی کوشش کرو۔ تم ہرگز

مایوس نہ ہو گے ۔

ہر معاملے میں تحمّل اور احتیاط برتو تحمّل بھی اتنا ہی ضروری ہے جتنی گرمجوشی۔ کاروبار میں تحمّل اور ثابت قدمی نہایت کار آمد ثابت ہوتی ہے۔ یہ انسان کو مشکلات اور خطرات میں کامیابی دلاتی ہے ۔

اگر تمہیں ایسے اشخاص سے کام پڑے جو تمہاری نسبت کم لیاقت ہیں۔ تو ان کو حقارت کی نگاہ سے نہ دیکھو۔ اگر کسی کو وراثت میں ریاست ملے بالیاقت۔ تو اس سے اس کو یہ حق کہاں پہنچتا ہے۔ کہ وہ غرور اور تکبّر سے دوسروں کو ٹھکرائے۔ دونوں حالتوں میں قابل تعریف وہ آدمی ہے جو ان کا صحیح طور سے استعمال کرے۔ اس کے علاوہ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ بعض اشخاص میں قابلیت تو بہت ہوتی ہے مگر وہ اس کا اظہار نہیں کرتے۔ اس لئے اگر تم ان کے ساتھ نخوت برتو گے۔ تو اس میں تمہارا ہی سراسر نقصان ہے

کتاب کے مطالعہ سے انسان کا مطالعہ مشکل تر ہے۔

دوسروں کے کیرکٹر کا مطالعہ کرنے میں آنکھیں بہت ممد ہوتی ہیں۔ ایمرسن کا قول ہے۔ کہ جب آنکھیں کچھ کہتی ہوں اور زبان کچھ اور۔ تو تجربہ کار شخص آنکھوں کی زبان کو زیادہ معتبر سمجھیگا۔ جب دوسرے اپنی دوستی محبت اور اخلاص کا زبان سے اظہار کریں۔ تو اس پر زیادہ اعتبار نہ کرو۔ جب کوئی اجنبی تمہارے ساتھ بہت سے وعدے کرے۔ تو اس کے قول پر کلی طور پر بھروسہ نہ کرو۔ کیونکہ اگر مان بھی لیا جائے۔ کہ وہ سراسر غلط وعدے نہیں کرتا۔ پھر بھی یہ ہوسکتا ہے۔ کہ وہ مبالغہ کر رہا ہو۔ اور تم سے کوئی کام لینا چاہتا ہو۔ ہر شخص کو محض اس لئے دوست نہ سمجھو۔ کہ وہ زبان سے کہتا ہے۔ کہ وہ تمہارا دوست ہے۔ نہ یونہی ہر شخص کو اپنا دشمن خیال کرنا شروع کر دو +

ہمیں فخر ہے۔ کہ ہم معقول ہیں۔ لیکن یہ سمجھنا غلطی ہے۔ کہ انسان ہمیشہ عقل سے اپنی رہنمائی کرتا ہے ہم عجیب طور پر متضاد واقع ہوئے ہیں۔ اور اکثر اپنے افعال میں تعصب یا

نخصتہ سے کام لیتے ہیں ۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے ۔ کہ دوسروں
کو اپنا ہمخیال اور ہمدرد بنانے کے لئے دلائل کی نسبت
جذبات کا ابھارنا زیادہ مفید ہوتا ہے ۔ جب انفرادی
حیثیت سے گزر کر ہم انسان کو اجتماعی حالت میں دیکھتے
ہیں ۔ تو یہ اور بھی زیادہ درست معلوم ہوتا ہے ؂

بحث و مباحثہ ہمیشہ خطرناک ہوتا ہے ۔ اس سے اکثر
سرد مہری اور غلط فہمی بڑھتی ہے ۔ ممکن ہے ۔ کہ تم اپنے
دوست سے بحث میں جیت جاؤ ۔ مگر ساتھ ہی تم اپنے
دوست کو بھی کھو دوگے ۔ اور عقلمند شخص جانتا ہے ۔ کہ یہ
سودا خسارے کا ہے ۔ جب بحث ضروری ہو ۔ تو جہاں تک
ہوسکے دوسرے کی بات سمجھنے کی کوشش کرو ۔ اور اس
کے دلائل کو جہاںتک کہ وہ درست ہیں مان لو ۔ اور اگر تمہیں
کسی امر میں اختلاف ہے ۔ تو تم یہ ظاہر کرنے کی کوشش کرو
کہ تمہارے مدِمقابل نے چند نکات یا دلائل کو نظرانداز کر دیا
ہے ۔ بہت تھوڑے آدمی ایسے ملینگے ۔ جو بحث کے دوران

میں ہار مان جائیں۔ اور اگر ان کو یہ محسوس ہو جائے کہ وہ
واقعی ہار گئے ہیں۔ تو وہ اس بات کو ہرگز پسند نہیں کرتے۔
اس کے علاوہ اگر یہ جان بھی لیں۔ کہ ان کو شکست ہوئی ہے
تو بھی یہ نہ سمجھنا چاہئے۔ کہ وہ دل سے تمہارے قائل
ہو گئے ہیں۔ اگر کہا جائے کہ بحث و مباحثہ میں دوسروں کو
قائل کرنا قریباً ناممکن ہے۔ تو اس میں مبالغہ نہ ہوگا۔ اپنے
دلائل کو نہایت وضاحت اور اختصار سے بیان کرو۔ اور اگر
اس کو اپنی رائے کے متعلق ذرا بھی شک ہو جائے۔ تو سمجھو
کہ تم نے اس کو قائل ہی کر لیا +

بات چیت کرنے کا سلیقہ بھی ایک فن ہے۔ یہ نہ سمجھنا
چاہئے۔ کہ وہ اشخاص جو سب سے زیادہ باتونی ہوتے ہیں۔
وہی سب سے اچھی گفتگو کرنے والے ہوتے ہیں۔ دوسرے
کی بات کو تحمل اور صبر سے سننا بھی اتنا ہی مشکل ہے۔ جتنا
اعلےٰ گفتگو کرنا۔ جب اور گفتگو کر رہے ہوں۔ تو اس وقت
تم یہ نہ خیال کر لو۔ کہ تم ان کی گفتگو پر محاکمہ یا تنقید کرنے کے

لئے بیٹھے ہو۔ بلکہ بولنے والے کی گفتگو کا اصل مدعا سمجھنے
کی کوشش کرنا چاہیئے۔ اگر تمہارا رویہ ہمدردانہ ہوگا۔تو
لوگ خود بخود تم سے مشورہ لینگے۔اور تمہیں اس امر کی تسلی
ہوگی۔کہ تم نے رنج و الم کے وقت دوسروں کی مدد کی ہے
اور ان کو تسلّی دی ہے ؛

نوجوانی کی حالت میں زیادہ توقع نہ کرو۔کہ لوگ تمہاری
گفتگو پر توجہ دینگے۔خاموش بیٹھے رہو۔دوسروں کی بات سنو۔اور
غور کرو۔یہ مثل مشہور ہے۔کہ تماش بین تماشا کرنے والوں کی
نسبت تماشے کو زیادہ اچھی طرح دیکھ سکتے ہیں۔اور اگر تم چپکے
بیٹھے رہو گے۔تو تم ہر ایک چیز کو بغور دیکھ سکو گے۔گویا کہ تم
عمرو عیار کی ٹوپی پہنے ہوئے ہو۔چونکہ سوچنا ذرا دقت طلب
اور تکلیف دہ کام ہے۔اس لئے لوگ تمہاری قیمت وہی
لگائینگے۔جو تم خود لگاؤ گے کسی کو بھی اپنا دشمن نہ بناؤ
اس سے بدتر اور کوئی کام نہیں"۔بیوقوف کو بیوقوفانہ طرز میں
جواب نہ دو۔ایسا نہ ہو۔کہ تم بھی اسی طرح بن جاؤ"۔یاد رکھو

نرمی سے جواب دینا غصے کو فرو کر دیتا ہے۔ مگر طیش میں جواب دینا بھی اتنا احمقانہ فعل نہیں۔ جتنا حقارت آمیز لہجہ میں نوّے فیصدی آدمی ایسے ملینگے۔ جو گالی تک برداشت کر لینے کو تیار ہو جائینگے۔ مگر ایسے آدمی بہت کم ملینگے۔ جو تمسخر اور مضحکہ آمیز الفاظ کو برداشت کر سکیں۔ انسان شاید تمام باتوں کو بھول جائے۔ مگر یہ ممکن نہیں کہ وہ حقارت اور تمسخر کو بھولے۔ کسی نے سچ کہا ہے۔ کہ طنز اور حقارت بدروحوں کی ہنسی ہے ؏

انسان کے واسطے یہ خوشگوار کام ہے۔ کہ وہ کسی عمدہ شے کے متعلق مغالطے میں رہے۔ ایک شخص پاگل ہو گیا۔ اور کہنے لگا کہ بندرگاہ میں جتنے جہاز ہیں۔ یہ سب میرے ہی ہیں۔ جب ایک حکیم نے اس کا علاج کیا۔ تو وہ شکایت کرنے لگا کہ مجھ پر بہت بڑا ظلم ہوا۔ میرے تمام جہاز چھین لئے گئے ہیں۔ چسٹرفیلڈ کا قول ہے۔ کہ یہ پرلے درجے کی حماقت ہے۔ کہ انسان مذاق کی خاطر اپنا دوست کھو بیٹھے۔

مگر اس سے بھی بڑھ کر یہ حماقت ہے۔کہ انسان ایک
ایسے شخص کو جو نہ اس کا دوست ہو اور نہ دشمن تمسخر
کی خاطر اپنا دشمن بنالے ÷

خواہ مخواہ شک نہ کرو۔کہ دوسرے تمہارا مذاق اُڑانا چاہتے
ہیں۔یا یہ چاہتے ہیں۔کہ تمہاری سبکی ہو۔بعض آدمیوں کو
یونہی شک رہتا ہے۔کہ دوسرے ہمیشہ ان کے متعلق گفتگو
کرتے رہتے ہیں۔ان کے اس طرح شک کرنے کی وجہ یہ ہے
کہ وہ اپنے آپ کو بہت اہمیت دیتے ہیں۔کیا دوسروں
کے پاس اتنا وقت ہے۔کہ وہ اپنے کام چھوڑ کر تمہارے
متعلق گفتگو کرتے پھریں۔اس خام خیالی کو جتنی جلدی
ہو۔اپنے سر سے نکال دو ÷

اس کے برعکس اگر کوئی شخص واقعی تمہاری ہنسی اڑانی
چاہے۔تو تم اس کے تمسخر سے بالاتر ہو جانے کی کوشش
کرو۔یا اگر ہو سکے۔تو تم خود بھی دوسروں کے ساتھ ہنسی
میں شامل ہو جاؤ۔اس طرح تم فائدے میں رہوگے۔اور

تمہارا کسی قسم کا نقصان نہ ہوگا۔ ہر ایک آدمی اس شخص کو پسند کرتا ہے۔ جو اسی وقت خود بھی ہنسی میں شامل ہو جائے کیونکہ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس میں خوش طبعی بھی ہے اور فراست بھی۔ دوسروں کو اپنے اوپر ہنسنے کا موقع نہ دو۔ لیکن اگر کسی موقع پر کوئی ہنسی ٹھٹھا تمہارے خلاف کیا جائے تو تم خود بھی اس پر ہنسو۔ کم از کم اس طرح کسی قسم کی تلخی باقی نہ رہیگی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ دوسرے تمہارے ساتھ ہنسینگے نہ کہ تمہارے خلاف ×

ہر ایک آدمی کو پہلے ہی اس امر کے لئے تیار رہنا چاہئے۔ کہ کبھی کبھی ایسے موقع آئینگے۔ جب لوگ اس پر ہنسینگے۔ اس لئے اسے کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ اپنی رائے پر جرأت سے قائم رہو۔ پھر اگر تمہارا تمسخر اڑایا جائے تو کچھ مضائقہ نہ سمجھو۔ لیکن اگر تم یونہی دکھاوا کروگے تو پھر لوگ بجا طور پر تمہاری ہنسی اڑائینگے +

بعض اشخاص موہوم باتوں پر دوسروں سے رنجیدہ ہوجاتے

ہیں۔ اور سرد مہری کا رویہ اختیار کر لیتے ہیں۔ اور پھر اپنے
آپ کو افسردہ بنا لیتے ہیں کسی قسم کے ہتک آمیز الفاظ
تمہیں ذلیل نہیں بنا سکتے۔ ہاں تم اپنے رویہ سے
خود اپنے آپ کو ذلیل کر سکتے ہو۔

صاف دل رہنا چاہئے۔ مگر ساتھ ہی کم گو ہونا بھی
ضروری ہے۔ اپنی ذات کی نسبت زیادہ بات چیت نہ کرو۔
دوسروں کو اپنے متعلق گفتگو کرنے دو لیکن تم نہ اپنی تعریف کرو
اور نہ اپنی بدتعریفی۔ اگر دوسرے اپنی ذات کے متعلق گفتگو
کرتے ہیں۔ تو اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ اس موضوع پر گفتگو کرنا
ان کو بہت محبوب ہے۔ اس لئے اگر تم ان کی بات سنو گے تو وہ
تم پر بہت خوش ہونگے کسی آدمی پر یہ ثابت کرنے کی کوشش نہ کرو کہ
وہ جاہل مطلق ہے۔ ہاں اگر تمہارا فرض ہو۔ تو کوئی مضائقہ نہیں۔
لیکن یہ خیال یاد رکھو۔ کہ اس آدمی کو تمہارے برخلاف ضروری طور
پر شکایت پیدا ہو جائیگی۔ یہ ممکن ہے۔ کہ اس کے متعلق تمہاری
اس قسم کی رائے ہی سراپا غلط ہو۔ کم از کم اس شخص کو تو یقین

کامل ہوگا۔ کہ تمہاری رائے بے انصافی پر مبنی ہے۔ اور اس لئے وہ بھی تمہیں بیوقوف سمجھیگا۔ اس کے علاوہ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ انسان اذیت کو بھول جائے تو بھول جائے۔ مگر ہتک آمیز الفاظ ہمیشہ اس کے دل میں کھٹکتے رہتے ہیں۔ نیز تم اپنے مقصد میں بھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔

ہر معاملے میں تحمل اور صبر سے کام لو۔ اگر کوئی کام آسانی اور آرام سے نکل سکے تو پھر سختی کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ خصوصاً جب دوسرا بات کر رہا ہو۔ تو قطع کلام نہ کرو۔ اکثر آدمی یہ پسند کرتے ہیں۔ کہ تم ان کی بات سنو۔ خواہ تم اُن کی حاجت روائی نہ بھی کرو۔

طبیعت کو ہمیشہ قابو میں رکھو۔ اور اگر غصہ آ بھی جائے۔ تو بھی زبان سے اس کا اظہار نہ کرو۔ اور رنجیدہ الفاظ اپنی زبان سے نہ نکالو۔ اس جگہ کبھی نہ جاؤ۔ جہاں تمہاری قدر و منزلت نہ ہو۔ خدا کی زمین وسیع پڑی ہے۔ تمہاری حالت اس مکھی کی طرح نہ ہو جو بن بلائے مہمان کی طرح کسی بادشاہ کے چہرے پر جا بیٹھی تھی

بادشاہ نے کہا۔ کیا میری تین وسیع سلطنتیں تمہارے لئے کافی نہیں۔ کہ تم اُن کو چھوڑ کر سیدھی میری آنکھ کے گوشے میں گھس آئی ہو ؎

بعض آدمی عادتاً اس قسم کی باتیں کرتے ہیں جن سے بھولا ہؤا غم تازہ ہو جاتا ہے۔ یا جن سے آپس میں اختلاف پیدا ہو جاتا ہے۔ ایسے آدمیوں سے توبہ ہی بھلی ؎

سائنس کی کوئی شاخ اتنی مفید نہیں جتنا انسانی فطرت کا علم۔ اس سے صحیح فیصلہ پر پہنچنے کا ڈھنگ آجاتا ہے۔ اس لئے ہم نہ صرف یہ سیکھ لیتے ہیں۔ کہ کن اشخاص پر بھروسہ کرنا چاہئے۔ اور کن اشخاص کے نزدیک تک نہ جانا چاہئے۔ بلکہ یہ بھی سیکھ لیتے ہیں کہ دوسروں پر کہاں تک اور کن امور میں بھروسہ کرنا چاہئے۔ اس سے یہ نہ سمجھ لینا چاہئے۔ کہ یہ بڑا آسان کام ہے۔ یہ بڑا ضروری امر ہے۔ کہ تم ان اشخاص کا اچھی طرح سے انتخاب کرو۔ جنہوں نے تمہارے ساتھ اور تمہارے ماتحت کام کرنا ہے۔ تاکہ تم ہر ایک آدمی کو ٹھیک ٹھیک بلحاظ اُن

کی لیاقت کے مطابق لگا سکو۔ اگر تمہیں کسی شخص کے متعلق کسی قسم کے شکوک اور شبہات ہیں۔ تو اس کو اپنے ماتحت نہ لگاؤ۔ اور جب اس کو اپنے ماتحت لگا لیتے ہو۔ تو اس کے متعلق کوئی شک و شبہ نہ رکھو۔ اکثر دیکھا گیا ہے۔ کہ شک کرنے والوں کی نسبت بھروسہ اور اعتبار کرنے والے راستی پر ہوتے ہیں ؛

جب کسی پر بھروسہ کرو تو کامل طور سے کرو۔ ہاں یہ بھروسہ اندھا دھند نہ ہونا چاہیئے بعض عقلمند بھی اندھا دھند دوسروں پر اعتبار کر لیتے ہیں۔ اور اپنی عزت و ناموس بلکہ بعض دفعہ اپنی جان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں ؛

ہمیشہ احتیاط اور دانشمندی سے کام لو۔ اپنا راز دل میں ہی پوشیدہ رکھو۔ کیونکہ تم اپنے راز کو پوشیدہ نہ رکھو گے تو تمہیں دوسروں سے یہ توقع ہرگز نہ کرنی چاہیئے۔ کہ وہ اُسے پوشیدہ رکھیں ؛

"عقلمند کا منہ اس کے دل میں ہوتا ہے۔ اور بیوقوف کا

دل اس کے منہ میں ہے۔ کیونکہ جو کچھ وہ جانتا یا سوچتا ہے جھٹ زبان سے نکال دیتا ہے"۔

اپنے دماغ کو استعمال کرو عقل سے مشورہ لو۔ یہ درست ہے کہ عقل ہمیشہ سہو سے بری نہیں ہوتی۔ لیکن پھر بھی اگر تم اس کو استعمال کروگے۔ تو غلطی کا بہت کم احتمال رہیگا۔ گفتار روپہلی ہے۔ اور خاموشی سنہری۔ بہت اشخاص صرف اس لئے باتیں نہیں کرتے۔ کہ انہیں کوئی ضروری بات کہنی ہوتی ہے۔ بلکہ وہ محض باتیں کرنے کی خاطر باتیں کرتے جاتے ہیں۔ گفتگو میں زبان کی نسبت دماغ سے زیادہ کام لینا چاہئے۔ باتونی ہونا ترقی کے لئے بڑی بھاری رکاوٹ ہے۔ کیونکہ بعض اوقات باتوں کے جوش میں منہ سے کچھ کا کچھ نکل جاتا ہے۔ اور بعد ازاں انسان اس سے پچھتاتا ہے۔ یا منہ سے نہایت بدتہذیب الفاظ نکل جاتے ہیں۔ حالانکہ بولنے والے کا مقصد ان سے سوائے زبان درازی کے اور کچھ نہیں ہوتا۔ اس طرح کی زبان درازی سے سوائے جھگڑے برائی اور تکلیف

سے اور کچھ نتیجہ نہیں نکلتا ؂

ایک شخص سے پوچھا گیا۔ کہ تم مجلس میں زبان کو بند کیوں رکھتے ہو۔ کیا اس لئے کہ تم بیوقوف ہو اور تمہارے پاس بولنے کے لئے الفاظ نہیں ہیں۔ اس نے جواب دیا۔ یہ تو بتاؤ۔ کہ بیوقوف اپنی زبان کو قابو میں کس طرح رکھ سکتا ہے۔ کسی بزرگ کا قول ہے۔ کہ جب تم کسی آدمی کو دیکھو کہ اس کی زبان قینچی کی طرح کترتی جاتی ہے۔ اور وہ بے سوچے سمجھے منہ سے الفاظ نکالے جاتا ہے۔ تو جان لو۔ کہ ایک بیوقوف کی بہتری کی تو امید ہو سکتی ہے۔ مگر اس شخص کی حالت قابل رحم و لاعلاج ہے ؂

دوسروں پر اپنا تفوق جتلانے کی کوشش کبھی نہ کرو۔ اس سے بڑھ کر لوگوں کے لئے دق کرنے والی اور کوئی شے نہیں۔ کہ ان کو محسوس کرایا جائے۔ کہ وہ بہت حقیر ہیں ؂

اپنی بات میں خود رائی سے کام نہ لو۔ اور اسے قطعی ظاہر نہ کرو۔ باوجود اس کے کہ تمہیں اپنی بات کے درست ہونے کے متعلق قطعی طور پر یقین ہو۔ پھر بھی اس بات کی گنجائش رہتی ہے۔

کہ تم ہی غلطی پر ہو۔کیونکہ حافظہ کو عجیب عجیب
مغالطے لگتے ہیں ۔ہمارے کان اور آنکھیں بعض دفعہ عجب
طور سے دھوکہ کھاتے ہیں ۔اسی طرح بعض اوقات محبوب
ترین تعصبات بالکل بے بنیاد ہوتے ہیں۔علاوہ ازیں اگر تم
راستی پر ہی ہو ۔ اور تم اس کا اعلان ببانگ دہل نہ
کرو۔تو بھی تمہیں کچھ زیاں نہیں پہنچیگا ✣

کاروبار میں یونہی بے سبب کامیابی کا یقین نہ کرلو۔
اور نہ ہی موقع کو کبھی ہاتھ سے جانے دو ✣

حکما کا قول ہے ۔کہ کامیابی اس کے پاؤں کو چومتی
ہے۔جو موقع کا صبر سے انتظار کرتا ہے۔اور جو یونہی کہ
موقع آتا ہے ۔فوراً اس سے متمتع ہو جاتا ہے۔وہ شخص
جو مناسب موقع پر کام کرنے سے چوکتا ہے جب کام
کرنے پر مائل ہوگا۔تو اس وقت موقع ہی ہاتھ سے نکل گیا ہوگا

ع۔اب پچھتائے کیا ہوت۔جب چڑیاں چگ گئیں کھیت

اگر تم ایک دفعہ مناسب موقعہ کو ہاتھ سے جانے دوگے۔تو یاد رکھو

کہ وہ موقع پھر کبھی نہ ملیگا ؛

ہر ایک آدمی کی زندگی میں ایک موقع ایسا آتا ہے۔ کہ اگر وہ اس سے فائدہ اٹھائے۔ تو اس کی زندگی کامیاب اور بامراد ہو جاتی ہے۔ لیکن اگر وہ اس موقع کو کھو دے تو اس کی تمام زندگی ناکام اور مصیبت زدہ ہو جاتی ہے ؛

اپنا رعب و اقتدار قائم رکھو۔ ورنہ دوسرے تم پر حکومت کرینگے کسی کام کو شروع کرنے سے پہلے اس کے نفع و نقصان کو خوب سوچ لو۔ یہ نہیں۔ کہ کام شروع کرکے سوچنے بیٹھ جاؤ ؛

محتاط رہو۔ مگر ضرورت سے زیادہ نہیں کسی اچھے کام کے کرنے سے صرف اس خوف سے باز نہ رہو۔ کہ تم کوئی غلطی نہ کر بیٹھو۔ کیونکہ وہ آدمی ہرگز کسی کام کو پایۂ تکمیل تک نہیں پہنچا سکتا جو ڈرتا رہے۔ کہ کہیں غلطی نہ کر دے ؛ جو شخص کسی معاملہ کی ابتدا شک اور تردد سے کریگا۔ اس کی عملی زندگی کو بہت نقصان پہنچیگا۔ اور وہ کوئی عملی کام جم کر نہیں کر سکیگا ضعف یقین کا یہ نتیجہ ہوگا۔ کہ مخالفت کرنے والوں کو موقعہ

مل جائیگا کہ وہ تمہیں تمہاری جگہ سے ہٹا دینگے۔ کسی بڑے
کام کو کرنے کے لئے یقین ضروری ہے۔ ؎

عمل خواہی؟ یقیں را پختہ تر کن یکے جوئے یکے بین و یکے باش

ہمیشہ صاف ستھرا لباس پہنو۔ جب لباس پہننا ضروری ہے
تو یہ بھی ضروری ہے۔ کہ اس کو نہایت صاف رکھا جائے
ہاں یہ ضروری نہیں۔ کہ لباس نہایت فاخرہ ہو۔ اور اس پر
بہت زیادہ روپیہ اور وقت خرچ کیا جائے۔ عموماً انسان کی قدر
و منزلت لباس ہی سے ہوتی ہے۔ کیونکہ پہلی شے جس پر
دوسرے کی نظر پڑتی ہے۔ وہ لباس ہی تو ہے۔ مزید برآں
ان کی تعداد تو بیشمار ہے۔ جن کی نظر تم پر اور تمہارے
لباس پر پڑتی ہے۔ لیکن وہ جو تمہارے اصلی جوہر کو جاننے
والے ہوتے ہیں۔ معدودے چند ہیں۔ اور یہ بات بھی کسی
حد تک درست ہے۔ کہ جو شخص اپنے لباس اور ظاہری
صفائی میں بے پرواہ ہے۔ وہ اور چیزوں میں بھی ضروری
طور پر بے پرواہ ہوگا ؂

سب کسی محفل میں جاؤ - تو ان اشخاص کے طرزِ عمل اور اخلاق کو جو بہتر ہوں ملاحظہ کرو - مثل مشہور ہے - کہ انسان اخلاق ہی سے بنتا ہے - اور عمدہ سیرت سب سے بڑی سفارش ہوتی ہے - خوش اخلاقی سب آدمیوں کے لئے ضروری ہے - اور بعض ایسے ہیں - جن کے لئے خوش اخلاقی ہی سب کچھ ہوتی ہے - "لیاقت اور علم سے دلوں پر قبضہ نہیں کیا جاسکتا - ہاں جب خوش اخلاقی سے دلوں پر قبضہ کر لیا جائے تو یہ دونو اس قبضہ کو ہمیشہ کے لئے بحال رکھتے ہیں - اپنی حرکات و سکنات اور ظاہری شکل و شباہت سے دوسروں کی آنکھ کو اور اپنی آواز اور طرزِ گفتگو سے دوسروں کے کانوں کو گرویدہ کرو - پھر دل خود بخود گرویدہ ہو جائیگا" ہر ایک شخص آنکھیں اور کان تو ضرور رکھتا ہے - مگر بہت تھوڑے ایسے ہیں - جن کی قوت فیصلہ بھی درست ہوتی ہے - دنیا تماشاگاہ ہے - اور ہم سب تماشا کرنے والے - اس لئے ہماری کامیابی اس بات پر منحصر ہے - کہ ہم اپنے پارٹ کو کس طرح ادا کرتے ہیں

۱۷- خود ضبطی

"مجھے ایسے آدمی کی تلاش ہے۔ جو طیش کا بندہ نہ ہو۔ اور اگر وہ مجھے مل جائے تو میں اُسے دل کے نہ خانے میں جگہ دوں" شیکسپیئر

"کیریکٹر کی قوت دو چیزوں پر مشتمل ہے۔ عزم راسخ اور خود ضبطی۔ اس لئے کیریکٹر کی ہستی کا انحصار بھی دو چیزوں پہ ہی منحصر ہے۔ زبردست جذبات اور ان پر زبردست قابو" رابرٹسن

"زندگی کی قوت تین چیزوں پر منحصر ہے خود بینی۔ خود علمی اور خود ضبطی"

"انسان کی اصلی شان اپنے آپ پر فتح حاصل کرنے سے ہوتی ہے اس کے بغیر فاتح بدترین غلام سے بھی بدتر ہوتا ہے" ٹامسن

"فتح کی سب سے بڑی یادگار وہ ہے۔ جو انسان اپنے اوپر حاصل کرتا ہے"

"جس وقت انسان جذبات کا غلام بن جاتا ہے۔ اس وقت وہ اپنی قدر و منزلت کھو دیتا ہے"

"جذبات کی اس سرکش فوج کو جو تمہارے سینے میں ہے قابو میں رکھو۔ پھر تم اپنے اسیر کرنے والے کو اسیر کر لوگے اور خود اپنے وجود کے لئے قیصر بن جاؤ گے" ٹامس براون

"وہ شخص جو اپنے وجود پر حکومت کرتا ہے۔ اور اپنے جذبات خواہشات اور خیالات کو قابو میں رکھتا ہے۔ وہ بادشاہ سے بھی اعلےٰ و ارفع ہے"۔
ملٹن

"وہ شخص جو زود رنج نہیں۔ طاقتور شخص سے بہتر ہے اور وہ جو اپنے نفس پر حکومت کرتا ہے۔ اس سے بہتر ہے۔ جو کسی شہر کو فتح کرتا ہے"۔

"اس انسان کو جو واقعی انسان بننے کا خواہشمند ہے چاہیئے۔ کہ اپنے وجود کی سلطنت پر حکومت کرے"۔

ایک شخص دوپہر کے وقت فارقلیز کے مکان پر اس کو گالیاں دینے کے لئے گیا۔ وہ آدمی طیش میں آکر آپے سے باہر ہو رہا تھا۔ وہ فارقلیز کو اس وقت تک گالیاں دیتا رہا۔ جب تک تھک کر چور نہ ہوگیا۔ اور جب تک اس نے نہ دیکھا۔ کہ اب اندھیرا ہوگیا ہے۔ جب وہ واپس جانے لگا تو فارقلیز نے اپنے نوکر کو بلا کر نہایت تحمل سے حکم دیا۔ "شمع لے کر اس شخص کو گھر پہنچا آؤ" کیا اس واقعہ کے بعد بھی فارقلیز کا تفوق ظاہر کرنے کے لئے کسی مزید دلیل کی ضرورت ہے؟

افلاطون کا قول ہے۔ کہ سب سے پہلی اور سب سے شاندار

فتح جو انسان حاصل کر سکتا ہے - وہ خود اپنے آپ پر فتح پاتا ہے - اور اپنے آپ سے شکست کھاتا یہ سب سے بدترین اور شرمناک شکست ہے +

خود ضبطی سب نیکیوں کی جڑ ہے - جونہی کوئی شخص ناگہانی محرکات اور جذبات کا شکار ہو جاتا ہے - اسی وقت وہ اپنی اخلاقی آزادی کھو دیتا ہے - سر والٹر سکاٹ کہتا ہے - کہ خود ضبطی سیکھو - اور اس پر عمل کرتے وقت خوشی حاصل کرو پھر تم زندگی کے لئے ایسا نصب العین بنا لوگے - جو نہایت وسیع تخیل رکھنے والے کے وہم و گمان میں بھی نہ آیا ہوگا +

ہر روز سونے سے پیشتر اپنے اعمال کا محاسبہ کرو - اگر کسی دن غصہ میں آکر تم نے خود ضبطی کو کھو دیا - اور اپنے آپ کو بیوقوف بنا دیا - تو اس پر تاسف ظاہر کرو - اور اپنے آپ کو ملامت کرو - اور پختہ ارادہ کر لو - اس کے بعد تم کبھی اپنے آپ کو بیوقوف نہ بناؤ گے - اگر تم نے چڑچڑا بن کر اپنی تنگ ظرفی کا ثبوت دیا ہے - تو دوسرے دن اپنی عالی ظرفی سے اس کی

تلافی کرو۔ اگر تم بہادر بننے کی بجائے بزدل رہے ہو۔ اگر تم نے فوری فیصلہ کرنے کی جگہ پس و پیش کیا ہے۔ اور سچ بولنے کی جگہ جھوٹ بولا ہے۔ اگر تم اس وقت بیوقوف رہے ہو۔ جس وقت تمہیں عقلمند بننا چاہیئے تھا۔ اگر تم نے چستی کی بجائے سستی کی ہے۔ اور پورے طور پر سچ بولنے کی بجائے محض ٹال مٹول کر دیا ہو۔ اگر تم نے اپنے مخالف کی کمزوری سے فائدہ اٹھایا ہو۔ حالانکہ تمہیں اس کے ساتھ انصاف سے پیش آنا چاہیئے تھا۔ اگر تم نے صبر سے کام لینے کی بجائے بے صبری سے کام لیا ہو۔ اگر تم وہاں بدمزاج رہے ہو۔ جہاں تمہیں خوش طبع رہنا چاہیئے تھا۔ تو ان سب باتوں کے لئے اچھی طرح سے اپنا محاسبہ کرو۔ اور آیندہ ان سے پرہیز کرو +

اپنے آپ کو جاننے اور پہچاننے کی کوشش کرو جب انسان اپنے آپ کو جان لیتا ہے۔ تو قدرت کے تمام راز اس پر ظاہر ہو جاتے ہیں۔ اور اس کے خطرات کافور کی طرح اڑ جاتے ہیں۔ سچ ہے "جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا۔ اس نے

اپنے خالق کو پہچان لیا"۔ جو اپنے آپ کو پہچان لیتے ہیں۔ اور ساتھ ہی اپنی مدد آپ کرتے ہیں۔ ان کے لئے کامیابی کا دروازہ کھل جاتا ہے ؎

ہر وقت اپنی کمزوری کے برخلاف جہاد کرتے رہو۔ ہر لحظہ اپنی کمزوری پر نگاہ رکھو۔ اگر تم گرم مزاج ہو۔ اور جلدی طیش میں آ جاتے ہو۔ تو یاد رکھو۔ کہ ایک لمحے کا جوش تمہاری برسوں کی محنت کو خاک میں ملا سکتا ہے۔ غصے کا ایک ہی لفظ بعض اوقات اس قسم کا طوفان اٹھاتا ہے کہ زمانے کا زبردست ہاتھ بھی اس کو کم کرنے سے قاصر رہتا ہے۔ غصے کا ایک لفظ سالہا سال کی دیرینہ دوستی کو ایک لمحے میں اس طرح توڑ دیتا ہے۔ کہ پھر اس کا جوڑنا ناممکن ہو جاتا ہے ؎

ایک سوداگر کا دل کسی صاحبدل نے اپنے تحمل سے فتح کر لیا۔ حالانکہ سوداگر نے اس کے ساتھ بہت سخت زبانی کی تھی۔ سوداگر نے پوچھا۔ کہ آپ نے میری بد زبانی کو کس طرح

تحمل سے برداشت کر لیا ہے۔ صاحبدل نے جواب دیا۔
"اے دوست! میں بھی تیری طرح گرم مزاج تھا۔ میں نے
غور کر کے معلوم کر لیا۔ کہ انسان غصے میں بہت اونچی آواز
سے بولتا ہے۔ پھر میں نے سوچا۔ کہ اگر میں غصّے کے وقت
اپنی آواز کو قابو میں رکھ لوں۔ تو میں طیش کو دبا سکونگا۔
اس کے بعد میں نے قاعدہ بنا لیا۔ کہ اپنی آواز کو ایک حد
سے اونچا نہیں ہونے دونگا۔ اس قاعدے پر عمل کرنے
اور خدا کے فضل سے اب میں نے طیش کو قابو کر لیا
ہے"۔ ایک سوداگر اپنی طبیعت پر قابو رکھنے میں شہرۂ آفاق
تھا۔ اس سے پوچھا گیا۔ کہ تم نے اتنی خود ضبطی کہاں سے
سیکھی ہے۔ جواب دیا۔ میں نے یہ قاعدہ بنا لیا ہے۔ کہ
خواہ میری طبیعت پر کتنی بڑی غصّہ دلانے والی تحریک اثر ڈالے
میں کام کے گھنٹوں میں اپنی طبیعت کو قابو میں رکھونگا +

جب سقراط سمجھتا۔ کہ میری طبیعت جوش میں آنے لگی ہے
تو وہ ناراضگی کے باوجود بھی بہت آہستہ بولتا۔ اور اس طرح

اپنی طبیعت کو قابو میں رکھنا - اگر تم محسوس کرتے ہو - کہ تم جلدی طیش میں آجاتے ہو - تو اس وقت اپنے منہ کو بند رکھو - تاکہ تمہارا طیش زیادہ نہ ہوجائے بعض آدمی اس قدر غضبناک ہوجاتے ہیں - کہ وہ محض طیش کے وفور کے باعث یا تو وہیں گر کر مرجاتے ہیں - یا طرح طرح کی بیماریوں میں مبتلا ہوجاتے ہیں - "جن کو قدرت تباہ کرنا چاہتی ہے ان کو وہ پہلے پاگل بنا دیتی ہے" - ویبسٹر کا قول ہے - "بحث میں تحمل سے کام لو طیش اور جوش تو دلیل نہیں ہوسکتا" - ایک اور بزرگ کا قول ہے - کہ بحث و مباحثے میں صبر و تحمل برتنا چاہئے کیونکہ اگر تم جوش میں غلطی کرو گے - تو یہ بہت بڑا نقص سمجھا جائیگا - اور اگر تم درستی پر ہوگے - تو اس حالت میں بھی بڑی بد اخلاقی سمجھی جائیگی +

جب تم کسی کمزور طبیعت والے کے ساتھ غصے ہوتے ہو تو اس فعل سے تم یہ ثابت کر دیتے ہو - کہ تم خود بھی کمزور طبیعت رکھنے والے ہو - فیثاغورث کا قول ہے - کہ طیش کی ابتدا

بیوقوفی سے ہوتی ہے۔ اور انتہا تو یہ ہے۔کسی آدمی کی طاقت کا اندازہ لگانے کے لئے یہ دیکھنا چاہیئے۔کہ وہ جذبات پر کس قدر قابو رکھتا ہے۔ نہ یہ کہ جذبات کا اس پر کتنا قابو ہے +

ہسپانیہ کے مشہور شاعر ڈی لین کو محکمۂ مذہبی امورات نے پانچ برس تک جیل خانے میں قید کر دیا۔ اور اس پر طرح طرح کے ظلم ڈھائے گئے۔ یہاں تک کہ اس کے لکھنے پڑھنے کے لئے کسی قسم کی روشنی کا انتظام بھی نہ کیا گیا۔ جب پانچ سال کے بعد رہا ہو کر وہ پھر پروفیسر مقرر ہوا۔ تو لوگوں کا مجمع اکٹھا ہو گیا۔ کہ اس کی زبان سے قید خانے کے حالات سنیں۔ مگر اس عظیم ہستی نے اپنے طلبا کے سامنے وہی لیکچر شروع کر دیا۔ جو اس وقت دے رہا تھا جب اس کو قید کر لیا گیا تھا۔ اس نے تمہید کے طور پر صرف یہ کہا۔ "کل ہم یہ پڑھ رہے تھے" یہ واقعہ اُن اشخاص کے لئے خود ضبطی کی بہت بڑی مثال ہے جو ہر اس بات کو جو ان کے دل میں ہو جھٹ منہ سے

نکال دیتے ہیں ؛

طاقتور شخص وہ ہے۔ جو ہتک آمیز الفاظ سنتا ہے۔ مگر اس پر سوائے اس کے اور کوئی ظاہری اثر نہیں پڑتا کہ اس کا چہرہ زرد پڑ جاتا ہے۔ اور وہ اپنے ہونٹوں کو کاٹتا ہے۔ اور پھر نہایت تحمّل اور متانت سے جواب دیتا ہے۔ وہ شخص طیش میں بھی کوہِ وقار بنا رہتا ہے۔ اور طبیعت پر قابو پانے کی کوشش کرتا ہے۔ وہ شخص خانگی امور کی وجہ سے غمزدہ رہتا ہے۔ مگر دنیا پر اس راز کو کبھی عیاں نہیں ہونے دیتا۔ کہ اس پر کیا گزرتی ہے۔ روحانی طور پر بہادر وہ ہے۔ جو زبردست جذبات کا مالک ہونے کے باوجود نہایت پاکیزہ زندگی گزارتا ہے۔ وہ سریع الحس ہوتا ہے۔ اور ہتک آمیز الفاظ اس کو کانٹے کی طرح چبھتے ہیں۔ مگر پھر بھی وہ نہ صرف طبیعت کو قابو میں رکھتا ہے۔ بلکہ معاف بھی کر دیتا ہے۔ کسی شخص نے اطالیہ کے مشہور سنگ تراش

مائکل اینجلو کو غصے میں آکر دھپڑ مارا۔ حالانکہ مائکل اینجلو بڑا سریع الحس تھا۔ مگر پھر بھی اس نے نہایت ضبط سے صرف یہ کہا "اب تمہارا نام صفحۂ ہستی سے نہیں مٹیگا۔ دنیا تمہیں اس واسطے یاد رکھیگی۔ کہ تم میری ناک پر دھپڑ مارنے والے ہو"۔

کسی شخص نے اوڈلی ولمات سے پوچھا۔ "کیا ہتک عزت اور بے عزتی کو بُرا منانا مردانہ فعل نہیں ہے۔ اُس نے جواب دیا "بیشک اس بات کو بُرا منانا مردانہ فعل ہے۔ مگر اس سے چشم پوشی کرنا اور معاف کرنا خدا پرستانہ فعل ہے"۔

اس شخص نے واقعی اپنی زبان کو قابو میں کر لیا ہے جس کے ہونٹوں سے گندے اور فحش الفاظ باہر نہیں نکل سکتے۔ اور جو باوجود طعن وطنز کے خاموشی اختیار کر رکھتا ہے۔ مثل مشہور ہے۔ " وہ شخص بیوقوف ہے۔ جس کو غصہ نہیں آسکتا۔ لیکن وہ شخص عقلمند ہے۔ جو غصے کو

آنے نہیں دیتا"۔

پیٹر اعظم نے ایک قانون نافذ کیا۔ کہ جو امرا اپنے غلاموں کو بدنی سزا دینگے۔ وہ پاگل تصوّر کئے جاوینگے۔ اور ان کی جائداد کی حفاظت کے لئے سرکاری طور پر سرپرست مقرر کئے جائینگے۔ اس بادشاہ نے ایک دن اپنے مالی کے مکا مارا۔ اس کے اثر سے مالی بیمار ہوگیا۔ اور پھر مرگیا۔ جب پیٹر نے یہ واقعہ سنا۔ تو اس کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے۔ اور اس نے کہا "مجھ پر صد افسوس ہے۔ کہ میں نے اپنی رعیت کو تو مہذب بنا دیا ہے۔ اور کئی سلطنتوں پر فتح بھی حاصل کر لی ہے لیکن نہ تو میں اپنے آپ کو مہذّب بنا سکا ہوں۔ اور نہ میں نے اپنے آپ پر فتح حاصل کی ہے"۔ اسی بادشاہ کا ذکر ہے کہ اس نے شراب کے نشے میں اپنے امیرالبحر پر ننگی تلوار سے حملہ کر دیا۔ امیرالبحر نے نہایت ضبط اور تحمل سے اپنی چھاتی اس کے آگے ننگی کر دی۔ اس سے پیٹر کے حواس

درست ہوگئے - اور پھر بعد ازاں پیٹر نے امیر البحر سے معافی مانگی اور کہا - "میں اپنے ملک کی تو اصلاح کر رہا ہوں - مگر افسوس! کہ ابھی تک اپنی اصلاح نہیں کر سکا" خود پر فتح حاصل کر کے اپنے نفس کو قابو میں لانا ہی سب سے آخری اور سب سے بڑی فتح ہے" +

ایک مشہور ڈاکٹر کا قول ہے - کہ سخت مشقت - سردی گرمی بُری خوراک - بُرا مکان - بد اعتدالی وغیرہ یہ سب انسان کے جانی دشمن ہیں - مگر طیش و غضب ان سے بھی بڑھ کر انسان کے دشمن ہیں - اور شاذ ہی ایسی مثالیں ملینگی کہ ان اشخاص نے جو ان کا شکار ہوتے ہیں - بڑھاپے تک زندگی پائی ہو +

خود ضبطی کی عادت بہت خوشگوار ہوتی ہے - اُس وقت انسان کو کتنا اطمینان حاصل ہوتا ہے - جب وہ باوجود اشتعال کے اپنی طبیعت کو قابو میں رکھتا ہے - اور بانو اشتعال آمیز الفاظ کے جواب میں خاموشی اختیار رکھتا

یا خوش ہیں - سب کو جواب دیا جاتا ہے +

سقراط نے ضبط - تحمل - اطمینان اور سنجیدگی کو کسی حالت میں بھی ہاتھ سے نہیں جانے دیا - نہ اخلاق کا سبق دیتے ہوئے - نہ بے انصاف منصفوں کے سوالات کا جواب دیتے ہوئے - اور نہ موت کا حکم سنتے اور زہر کا پیالہ پیتے وقت +

اعلےٰ دماغ بڑی شے ہے - مگر اس کو تابع فرمان رکھنا اس سے بھی بڑا ہے - ڈیوک آف ولنگٹن واٹرلو کی لڑائی میں نہایت نازک موقعوں پر اسی طرح ضبط اور سنجیدگی سے احکام صادر کرتا تھا - کہ اس کے چہرے سے ذرہ بھر گھبراہٹ نہیں معلوم ہوتی تھی +

نپولین عظیم الشان لڑائیوں سے پہلے رات کو بیٹھ کر فرانس کی فلاح و بہبود کے متعلق اس طرح سوچتا کہ گویا کوئی لڑائی ہونے والی ہی نہیں ہے - حتیٰ کہ معمولی معمولی باتوں مثلاً عورتوں کے لئے قیام گاہیں کھولنے کے متعلق احکام صادر

کرتا رہنا۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے "ضبط اور تحمل سے
کام لو۔ پھر تم ہر ایک پر فرمانروائی کرو گے" +

وہ شخص جس نے اپنے نفس کو قابو میں کر لیا ہے۔
یعنی جو اپنے نفس کا بادشاہ ہو گیا ہے۔ وہ جذبات سے
زیادہ طاقتور۔ اپنے حالات سے اعلٰے۔ اپنے پیشے سے
ارفع اور اپنی گفتگو سے عظیم تر ہو گا ضبط ایسا جرنیل
ہے۔ جو عوام الناس ایسے ناتربیت یافتہ گروہ کو نہایت
باقاعدہ فوج بنا سکتا ہے۔ اس کی طفیل نہایت اکھڑ اور ناتراشیدہ
شخص نہایت باضابطہ اور باعزت سپاہی بن جاتا ہے۔ یا
دوسرے الفاظ میں وہ اپنے اوپر قابو پا لیتا ہے کہ اپنے قوٰے
کو کس طرح کام میں لائے۔ انسان کی ہمیشہ قواعد ہوتی رہتی
ہے۔ ہمارے پیشے۔ ہمارے مصائب۔ ہماری رکاوٹیں۔
اور ہماری مایوسیاں۔ یہ سب ہمارے معلم ہیں۔ اور اگر ہم
ان کا صحیح طور پر استعمال کریں۔ تو یہ ہمیں ضبط سکھانے میں
بہت مفید ثابت ہو سکتے ہیں۔ وہ شخص جو اپنے آپ کو

ضبط میں رکھتا ہے۔ وہ محض ذلیل مشقت کا غلام نہیں بن سکتا۔ وہ ہمیشہ موجودہ کام سے آگے آگے سوچتا رہیگا۔ وہ محض روپے یا عہدے کی خاطر اپنے خاندان کی عزت کو برباد نہیں کریگا۔ وہ نہ تو اپنے پیشے کا غلام ہوسکتا ہے اور نہ گرد و پیش کے حالات کا۔ وہ شخص جو ضبط اور باقاعدگی سے کام کرتا ہے۔ بڑے بڑے کاموں کو سہولت سے مکمل کرسکتا ہے۔ اور پھر بھی اس کے پاس اتنا وقت بچ جاتا ہے۔ کہ وہ اپنی تربیت کرسکے۔ وہ شخص جو اپنے آپ کو ضبط کے ماتحت رکھتا ہے۔ اس لئے کام کرتا ہے۔ کہ اس کی زندگی برتر ہو۔ اس لئے نہیں کہ اس کا کام اس کی زندگی سے برتر ہو۔ وہ شخص جو اپنے آپ کو ضبط میں رکھتا ہے۔ جو سوچتا زیادہ ہے۔ اور بولتا کم ہے۔ جو خوددار ہے۔ اور جس کی رائے صائب ہے۔ اس میں اس شخص کی نسبت جو کمزور طبیعت والا ہے۔ اور جو ہمیشہ پس و پیش کرتا رہتا ہے۔ اور کسی نتیجے پر نہیں پہنچتا۔ ہزار گنا زیادہ

قوت ہوتی ہے ۔

جس شخص میں ضبط نہیں سمجھو کہ اس میں کچھ بھی نہیں ضبط کے بغیر تحمل باقی رہتا ہے ۔ اور نہ صبر۔ اس کے بغیر انسان میں خود اعتمادی باقی نہیں رہ سکتی ۔ کیونکہ وہ ہمیشہ زبردست جذبات کے رحم پر رہتا ہے ۔ اگر کسی میں خود ضبطی نہیں ۔ تو جان رکھو ۔ کہ اس میں اخلاق کا اصلی جوہر ہی نہیں ہے ۔

تعلیم کا سب سے بڑا مقصد دماغی قوٰی پر ضبط حاصل کرنا ہے ۔ اس کے بغیر کوئی شخص صحیح طور پر نہیں سوچ سکتا ۔ " اگر تم یہ ثابت کرنا چاہتے ہو ۔ کہ تم تعلیم یافتہ ہو تو پہلے یہ ثابت کرو ۔ کہ تمہیں اپنے قوٰی پر ضبط حاصل ہے ۔ کیونکہ اس کے علاوہ اور تعلیم نکمی ہے " ۔

اکثر آدمیوں میں کوئی نہ کوئی اخلاقی کمزوری ہوتی ہے جو ان کی کامیابی میں سنگ راہ ہو جاتی ہے ۔ دروغ گوئی بد اخلاقی ۔ بے اعتباری ۔ زود رنجی ۔ ناپاکی ۔ بد اعتدالی

بزدلی - کاہلی - بدگوئی اور کمزوری ان کو باوجود ان کی اشد کوششوں کے کامیاب نہیں ہونے دیتی - وہ شخص جو کامیاب ہونا چاہتا ہے - اس کو چاہئے - کہ اپنے تمام قوٰے پر پورا پورا ضبط اور قابو رکھے - تمام قوٰے کو اس طرح ضبط میں رکھنا چاہئے - کہ وہ تمام "قوّت ارادی" کے ماتحت باقاعدگی سے کام کریں ؞

بھلا تم اس آدمی کے متعلّق کیا کہو گے - جو تہیہ تو اس بات کا کرتا ہے - کہ دنیا کو فتح کرے - مگر پہلی جنبش میں ہی جذبات اور حرص وہوس کا بندہ بن جاتا ہے - وہ دنیا کے سامنے کس طرح کھڑا ہو سکتا ہے - جب کہ وہ ان کا غلام ہے جو اس کے غلام ہونے چاہئیں - وہ شخص جو خود کسی اور چیز کے پیچھے لگتا ہے - بھلا اوروں کی رہنمائی کس طرح کر سکتا ہے وہ شخص جس میں ضبط نہیں - وہ کسی کام کو استقلال اور دلجمعی سے نہیں کر سکتا - اگر اس میں ایک بھی کمزوری باقی ہے - تو پھر بھی وہ غلام ہے - کیرکٹر کی قوت کا اندازہ

لگانے کے لئے ہمیشہ اخلاقی کمزوری کو ہی مدنظر رکھا جاتا ہے ٭

سنیکا جو متقدمین میں بہت بڑا فلسفی گزرا ہے۔ کہتا ہے۔ کہ ہر رات سونے سے پیشتر اپنا محاسبہ کرو۔ اور اپنے آپ سے سوال کرو۔ کہ "آج میں نے کس کمزوری پر قابو حاصل کیا ہے۔ کس طرح طیش کا مقابلہ کیا۔ کس کس ترغیب کو روکا۔ اور کونسی نیکی حاصل کی" وہ کہتا ہے۔ کہ اس کے بعد ہماری کمزوریاں خودبخود دور ہوتی جائینگی۔ جب ہم ہر روز ان کا حساب لینگے۔ اگر تم پہلے پہلے طیش پر قابو نہ پا سکو۔ تو اپنی زبان کو قبضہ میں رکھنے کی کوشش کرو۔ آگ کی طرح زبان بڑی اعلے خادمہ ہے۔ مگر بہت ظالم مالکہ۔ اکثر ایسے آدمی موجود ہیں۔ جن کی زبان میں ایسی تاثیر ہوتی ہے کہ وہ ہزاروں پر حکومت کر سکتی ہے۔ بشرطیکہ وہ اپنی زبان پر حکومت کر سکیں۔ طیش کی حالت میں انسان اپنے آپ کو تو بھول جاتا ہے۔ مگر اپنی کمزوریوں کو دوسروں کے سامنے عریاں کر دیتا ہے ٭

کوئی نوجوان سقراط کے پاس فن تقریر سیکھنے کے لئے گیا۔ جونہی کہ اس کا تعارف کرایا گیا۔ وہ لگاتار باتیں کرنے لگا۔ سقراط نے کہا کہ میں تم سے دوگنی فیس لونگا۔ نوجوان نے کہا۔ "دوگنی کیوں"؟ سقراط نے کہا کہ مجھے دو فن تمہیں سکھانے ہیں۔ یعنی یہ کہ زبان کو کس طرح قابو میں رکھنا چاہئے۔ اور یہ کہ تقریر کس طرح کرنی چاہئے۔ اس میں شک نہیں کہ پہلا فن مشکل تر ہے۔ زندگی کی موجودہ تکالیف نصف کے برابر کم ہو جائیں۔ اگر انسان اشتعال اور طیش کی حالت میں صرف اس حقیقت کو مدنظر رکھے۔ کہ "خاموشی سنہری ہے"۔

اس میں شک نہیں کہ ہم غیر مکمل ہیں۔ اس لئے ہم ذرا ذرا سی باتوں پر اشتعال پذیر ہو جاتے اور طیش میں آجاتے ہیں۔ مگر سوال یہ ہے۔ کہ ہم غصے میں اپنی زبان سے کیوں وہ الفاظ نکالیں۔ جو ہمیشہ یاد رکھے جائینگے۔ اور جو نمک بند زخم کی طرح رڑکتے رہینگے یا ایک زہر بھرے تیر کی

کی طرح خلش کرتے رہینگے۔ بچّوں کے رونے چلانے۔ دوستوں کے تلوّن اور نوکروں کی بیہودگی پر اشتعال میں نہ آؤ۔

جو الفاظ اس وقت تمہاری زبان سے نکلیں۔ وہ نہایت محتاط ہوں۔ جب غصے کی حالت میں ہو۔ تو مُنہ سے کچھ نہ بولو۔ کیونکہ یقینی طور پر تمہاری زبان سے ایسے الفاظ نکل جائینگے۔ جن پر تم ٹھنڈے دل سے غور کرنے کے بعد تاسف کروگے۔ اس وقت خاموش رہو۔ پھر رفتہ رفتہ تمہاری طبیعت بحال ہو جائیگی ؂

جب تم ایسے آدمی کو دیکھو۔ جو اپنی زبان سے بے سوچے سمجھے الفاظ نکالے جاتا ہو۔ تو جان رکھو کہ ایک بیوقوف کی کامیابی کی امید ہوسکتی ہے۔ مگر اس کی نہیں" ؂

ایک بزرگ کا قول ہے۔ کہ ہتک آمیز کلمات اور حاسد کے اعتراضات کی سب سے عمدہ تردید خاموشی ہے ؂

اپنے اُوپر ضبط رکھنے والا شخص ہر حالت میں خاطر جمع رکھتا ہے۔ ایک نوکر دوڑتا ہوا اور گھبرایا ہوا ڈاکٹر لاسن کے مطالعے

کے کمرے میں آیا اور چلا کر کہا "جناب گھر میں آگ لگ گئی ہے" پروفیسر موصوف اس وقت مطالعہ میں مشغول تھا اُس نے کتاب سے بغیر آنکھ اُٹھائے نوکر کو نہایت آرام سے کہا "جاکر اپنی مالکہ کو اس کی اطلاع دو۔ تم جانتے ہو۔کہ خانگی امورات میرے تحت میں نہیں ہیں" مصائب میں خاطر جمعی اور جرأت فوجوں کی بہتات سے زیادہ کامیابی دلاتی ہے۔

بُری لت سے چھٹکارا کرانے کے لئے لگاتار کشمکش کی ضرورت ہے۔ ایک آدمی کو تمباکو نوشی کی بدعادت پڑگئی۔ اس نے مصمم ارادہ کرلیا۔کہ اب میں تمباکو نوشی کو چھوڑ دونگا۔ اس مدعا کو حاصل کرنے کے لئے جتنا تمباکو اس کے پاس تھا۔ اُس نے باہر پھینک دیا۔ اور کہا۔کہ بس اب میں نے اس کا خاتمہ کر دیا ہے لیکن دراصل یہ کشمکش کی ابتدا تھی اس نے تمباکو کے بدلے پان چبانا شروع کر دیا۔ مگر لاحاصل۔ اس کے بعد اس نے کچھ تمباکو خریدا۔ اور اس کو اپنی جیب میں رکھ لیا۔ جب اس کو تمباکو نوشی کی اشتہا ہوتی۔ تو وہ تمباکو کی

طرف دیکھ کر کہتا "تو محض گھاس بوٹی ہے۔ اور میں انسان۔ میں تم پر قابو پانے کی کوشش کرونگا۔ خواہ اس کوشش میں میری جان بھی چلی جائے" یہ کہنے کی ضرورت نہیں۔ کہ وہ کامیاب ہوا۔ حالانکہ اس کی جیب میں ہر وقت تمباکو موجود رہتا تھا۔

اکثر آدمی اپنے جذبات اور احساسات میں بے اعتدال ہوتے ہیں۔ جوش طیش اور تلوّن یہ بھی تو بد اعتدالیاں ہیں اسی طرح خوشی یا غم کا وفور بھی بد اعتدالی ہے۔ سلیم الطبع اشخاص ملال یا عیش کے بندے نہیں ہوسکتے۔ ان کو کوئی شئے حد اعتدال سے متجاوز نہیں کر سکتی۔ وہ مستقل مزاجی سے مایوسیوں پر فتح پاتا ہے۔ اور خوشی کو حد سے نہیں بڑھنے دیتا۔ وہ اپنی طبیعت کو حجت اور ضمیر کے ماتحت کر دیتا ہے۔ اکثر آدمی بیہودہ اور نامعقول افعال سے اپنے آپ کو بری کرنے کے لئے یہ عذر پیش کرتے ہیں۔ کہ وہ گرم مزاج ہیں۔ اور اس لئے طیش میں آپے سے باہر ہو جاتے ہیں۔ اور پھر ان سے ایسے کام سرزد

ہو جاتے ہیں۔ جن سے وہ خود بعد ازاں نادم ہوتے ہیں
مگر یہ عذر بدتر از گناہ ہے۔ وہ شخص جو اپنے آپ کو
انسان کہلانے کا مستحق سمجھتا ہے۔ اُسے اپنے مزاج کو قابو
میں رکھنا چاہئیے۔ وہ مزاج کی گرمی اور جوش کو برے
کام کرنے کے بجائے نیک کاموں میں لگا دیتا ہے۔ گرم مزاج
آدمی اگر طبیعت پر ضبط رکھنا سیکھ لیں۔ تو پھر وہ وہ کام کر
سکتے ہیں جس کا پورا کرنا دوسروں کے لئے قریباً ناممکن ہوتا ہے۔

وہ دل جس میں ضبط ہے۔ آزاد ہے۔ اور آزادی ہی
سب سے اعلیٰ قوت ہے۔ ایک بزرگ کا قول ہے۔ "میں
اس دل کو آزاد سمجھتا ہوں۔ جو اپنے ذہنی قوے اور حقوق کی
حفاظت نہایت تندہی سے کرتا ہے۔ اور جو کسی شخص کو اپنا
آقا نہیں سمجھتا۔ جو پرانی لکیر کا فقیر نہیں ہوتا۔ جو علم اور سچائی
کی روشنی کو حاصل کرنے کے لئے کھلا رہتا ہے۔ جو دوسروں
سے مشورہ تو ضرور کرتا ہے۔ مگر پھر بھی سب سے بڑا مشیر
اس کو سمجھتا ہے۔ جو خود اس کے اندر موجود ہے۔ وہ بیرونی

مشورے کو اندرونی مشورے پر غالب نہیں ہونے دیتا
بلکہ اس کو اس طور سے استعمال کرتا ہے۔ کہ یہ زیادہ تیز
اور حساس ہو جائے۔ میں اس دل کو آزاد سمجھتا ہوں۔
جو مجہول طور پر بیرونی اثرات سے تغیر پذیر نہیں ہوتا
جو ناگہانی متحرکات کا بندہ نہیں بن سکتا۔ جو اس کے
برعکس حالات کو اپنی ترقی اور بہتری کے لئے موڑ توڑ
سکتا ہے۔ میں اس دل کو آزاد سمجھتا ہوں۔ جو اپنے آپ
کو سوسائٹی کی فضول پابندیوں سے بچائے رکھتا ہے +
جو انسانی رائے سے دبک نہیں جاتا۔ جو محسوس کرتا
ہے۔ کہ اس نے انسان کو نہیں بلکہ خدا کو حساب دینا
ہے۔ جو پابند رسوم و قیود نہیں ہوتا۔ بلکہ خدائی قانون کو
ملحوظ خاطر رکھتا ہے۔ جو اتنا خود دار ہے۔ کہ نہ تو وہ
اکثریت کا غلام بن سکتا ہے۔ نہ اقلیت کا۔ میں اس
دل کو آزاد سمجھتا ہوں۔ جو خدا پر اور نیکی پر بھروسہ رکھتا
ہے۔ مگر ساتھ ہی اُسے سوائے گناہ کے اور کسی شے کا

ڈر نہیں رہتا۔ جو طوفان کے اندیشے میں بھی تحمّل اور اطمینان سے کام لیتا ہے۔ خواہ اور سب کچھ غرقاب ہو جائے وہ اپنے آپ کو غرقاب ہونے سے بچا لیتا ہے۔ میں اس دل کو آزاد سمجھتا ہوں۔ جو عادت کا غلام نہیں۔ جو اپنی پرانی نیکیوں پر ہی مطمئن نہیں رہتا۔ میں اس دل کو آزاد سمجھتا ہوں۔ جو اپنی آزادی کا نہایت رشک سے نگہبان رہتا ہے۔ جو اس امر کی حفاظت کرتا ہے۔ کہ اپنی ہستی کو دوسروں کی ہستی میں مخلوط نہ ہونے دے۔ جو اس حکومت کو جو اُسے اپنے اوپر حاصل ہے۔ دنیا کی تمام حکومتوں سے اشرف سمجھتا ہے"۔

قید صرف زنجیروں کی قید ہی نہیں۔ بلکہ جذبات اور خواہشات کی قید اس سے بھی بدتر ہے۔

اعلےٰ صفات سے متصف ہونا ہی کافی نہیں۔ بلکہ اُن کو خاص نظام کے ماتحت رکھنا بھی ضروری ہے۔ کوئی شخص تعلیم یافتہ کہلانے کا مستحق نہیں ہو سکتا۔ جب تک اس کے

جسم کا ہر رگ و ریشہ اس کے تابع فرمان نہ ہو جائے ؛

فطرتِ انسان دو حصّوں میں منقسم ہے۔ ایک حصّہ ہمیشہ نیکی۔ سچائی اور شرافت کے پیچھے لگا رہتا ہے۔ اِس کی یہی خواہش رہتی ہے۔ کہ اعلےٰ ارفع اور پاکیزہ ہو جائے انسان کا یہ حصّہ ملکوتی ہے۔ ازلی ہے۔ اور روحانی۔ یہ حِصّہ انسان کو اپنے خالق کی طرف کھینچتا رہتا ہے ؛ دوسرا حصّہ حیوانی ہے۔ یہ انسان کو کمینی باتوں کی طرف کھینچتا رہتا ہے۔ یہ اعلےٰ چیزوں کے لئے نہیں ابھرتا۔ بلکہ ادنےٰ چیزوں کی طرف گرتا ہے۔ اور خواہشات کے کیچڑ میں پھنس جاتا ہے۔ حیوان کی طرح اسے صرف ایک قانون آتا ہے۔ اور اسی تحریک سے کام کرتا ہے یعنی یہ کہ سوائے نفس پرستی اور نفس پروری کے اور کچھ بھی نہیں جانتا۔ جب یہ بھوکا پیاسا نہ ہو یا نفسانی خواہشات کو حد سے زیادہ پورا کر چکے۔ تو پھر یہ اس طرح خاموش رہتا ہے۔ کہ گویا یہ انسان میں ہے ہی

نہیں - اور ہم بعض دفعہ غلطی سے یہ خیال کر لیتے ہیں - کہ بس اب ہم اس پر غالب آگئے ہیں - لیکن جونہی کہ اس کے جذبات اشتعال پذیر ہوتے ہیں - تو پھر یہ اسی طرح نفس پرستی شروع کر دیتا ہے - تم اس کو دلائل سے قائل نہیں کر سکتے - کیونکہ اس میں دلائل ہوتے ہی نہیں بلکہ صرف حیوانی خواہش ہوتی ہے - تم اس کی خودداری کو اپیل نہیں کر سکتے - کیونکہ اس میں خودداری تو موجود ہی نہیں ہوتی - اس کو کیرکٹر - اخلاق - انسانیت - کسی روحانیت کی بھی پرواہ نہیں ہوتی +

فطرت کے ان دو حصّوں میں ہمیشہ جنگ و جدل رہتا ہے - ایک آسمان کی طرف کھینچتا ہے - تو دوسرا زمین کی طرف - ان میں کبھی صلح نہیں ہو سکتی - ان میں سے کوئی فتح حاصل کرے - مگر دوسرا شکست کو حقیقت میں نہیں مانتا - ممکن ہے - کہ حیوانی حصّہ ملکوتی حصّے کو کھینچ کر خواہشات کے کیچڑ میں پھنسا دے - لیکن پھر بھی وہ

ہمیشہ بغاوت کرتا اور صدائے احتجاج بلند کرتا رہتا ہے
خواہ یہ کیچڑ میں ہی کیوں نہ پھنسا ہو۔ لیکن پھر بھی
یہ اپنی اصلیت کو کبھی نہیں بھول سکتا۔ وہ ننھّی سی
آواز جو انسان کے اندر ہمیشہ بولتی رہتی ہے۔اور اس کو
اعلیٰ دارفع چیزوں کی طرف بلاتی ہے۔کبھی پورے طور پر
خاموش نہیں کی جاسکتی۔ اگر یہ ممکن ہو کہ حیوانی فطرت کا
صید کسی طرح اس بات کو بھول جائے۔کہ اس کے خالق
نے اس کو نیکی کے لئے بنایا ہے۔ اگر وہ کسی طرح اس
آواز کو خاموش کر سکے۔جو اس کو گناہ کی حالت میں لعنت
ملامت کرتی رہتی ہے۔اگر وہ کسی طرح نفس پرستی اور عیش
میں پھٹکار اور نفرین کو بھول سکے۔ تو پھر وہ حیوان
بنے رہنے پر مطمئن ہو جائے۔مگر عین عیش کی حالت
میں اس کی ملکوتی فطرت اس کے سامنے کھڑی ہو کر
اس کے عیش وعشرت کو خاک میں ملا دیتی ہے۔وہ اپنی
ملکوتی فطرت کو عیش کے ہاتھوں بیچ دیتا ہے۔مگر افسوس

کہ وہ اس خوفناک قربانی کو بھول نہیں سکتا۔ عیش و طرب کا سامان تو بے شک موجود ہے۔ مگر تقدیر کا ہاتھ سامنے کی دیوار پر جزا و سزا کا فیصلہ بھی تو لکھ رہا ہے ⁂